انوار البیان
فی حل
لغات القرآن

حصہ اول

تالیف

علی محمد پی۔سی۔ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

الناشر

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَنوارُ البیان

فی حلِّ

لُغاتُ القرآن

حصہ اوّل

تالیف

علی محمد ایڈیشنل کمشنر ریٹائرڈ

الناشر
مکتبہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ
۱۰- الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور

الانتساب

میں اپنی اس تالیف کو مقصودِ کائنات تاجدارِ مدینہ حضرت محمدِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کے بابرکت نام کے ساتھ منسوب کرتا ہوں۔ جن کے متعلق اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اور میں اس کو اپنے لئے ذریعۂ نجات و مغفرت سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالٰی قبول فرمائے۔ آمین۔

نام کتاب ـــــــــــــ انوار البیان فی حل لغات القرآن

نام مؤلف ـــــــــــــ چوہدری علی محمد ریٹائرڈ ایڈیشنل کمشنر

ناشر ـــــــــــــ مکتبہ سید احمد شہیدؒ ۱۰۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

دوسرا ایڈیشن ـــــــــــــ سنہ ۲۰۰۵ء

سرورق ـــــــــــــ حضرت سید نفیس شاہ صاحب زید مجدہم

کتابت ـــــــــــــ عبدالرشید میلسوی جامعہ اشرفیہ فیروزپور روڈ لاہور

تعداد ـــــــــــــ ایک ہزار

مطبع ـــــــــــــ عظیم علیم پرنٹرز داتا دربار روڈ لاہور

قیمت ـــــــــــــ

پیش لفظ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ!

....

یہ کتاب قرآن حکیم کے اُن طالب علموں کے لئے لکھی گئی ہے جو زبانِ عربی کا کم از کم ابتدائی علم رکھتے ہوں اور صرف و نحو کی مبادیات سے واقف ہوں اور اس سلسلہ میں مزید معلومات کے خواہشمند ہوں۔ یہ کتاب نہ صرف اُن کو قرآنی عبارت کے مختلف الفاظ اور جملوں کی تعلیل صرفی اور ترکیب نحوی میں مددگار ثابت ہوگی بلکہ ربطِ الفاظ و آیات میں بھی معاونت کرے گی۔

عام لغات (ڈکشنری) کی کتابوں میں الفاظ کے مواخذ و معنی بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور ان کے صرفی و نحوی پہلو کو چھوڑ دیا گیا ہے اس طرح طالب علم، نہج عبارت اور نشستِ الفاظ کی اصولی وجوہ سے ناواقف رہ جاتا ہے۔ بقول مولانا محمد نذیر عرشی مصنف مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

"ترکیب نحوی نہ جاننے والے لوگوں کی زباندانی کی مثال اس کوتاہ نظر راہرو کی سی ہے جس کی نظر پگڈنڈی کے صرف اتنے ہی حصے پر ہے جو اس کے پاؤں کے سامنے ہے اور وہ اس تسلسلِ نظر کے ساتھ اپنی مسافت طے کرتا جا رہا ہے بخلاف اس شخص کے جو جانتا ہے کہ یہ کلمہ فعل ہے یہ فاعل ہے یہ اسم موصول ہے یہ جملہ اس کا صلہ ہے، یہ کلمہ مقدم آنا واجب ہے اور یہ مؤخر ہونا چاہئے اس کلمہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے اس کا مرجع یہ ہے وغیرہ وغیرہ، اس پر عبارت کا مطلب و مدعا خود بخود آئینہ ہو جاتا ہے اور جب وہ عبارت کا ترجمہ کرتا ہے تو ایک مُبصّر کی حیثیت سے کرتا ہے اس کی مثال اس وسیع النظر اور دور بین راہرو کی سی ہے جس نے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے نقشہ کے ذریعہ، سفرناموں کے مطالعہ سے اور واقفانِ راہ سے گفتگو کرکے تمام منازلِ سفر پر نظر ڈال لی ہو۔ خلاصہ یہ کہ اس کا سفر خطرات سے محفوظ ہوگا۔"

ایسی ہی وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری الفاظ، جملوں اور آیات کی صرفی و نحوی لحاظ سے وضاحت کر دی گئی ہے اس طرح اصطلاحاً یہ کتاب نہ تو ایک لغات (ڈکشنری) ہے نہ تفسیر نہ ترجمہ، اس بناء پر اس کا نام **انوار البیان فی حل لغۃ القرآن** رکھا گیا ہے۔

سورت اور اس کی آیات کو یا آیات میں مندرجہ جملوں یا الفاظ کو اس ترتیب سے لکھا گیا ہے کہ پہلے

سورت کا نمبر دیا ہے اس کے بعد آیت کا نمبر ہے۔ ازاں بعد جملہ یا الفاظ کا حوالہ ہے مثلاً ۳ : ۱۱۹ میں ۳ : سورۃ آل عمران کو ظاہر کرتا ہے اور ۱۱۹۔ سورۃ آل عمران کی آیت ۱۱۹ کو، اور اس آیت میں مندرج مشکل الفاظ کو اس آیت کے محاذ درج کیا ہے۔

چونکہ اس کتاب میں صرف مشکل الفاظ کی تشریح کی گئی ہے لہذا ضروری نہیں کہ ہر سورۃ یا ہر پارہ اس کے انہی الفاظ سے شروع ہو جو قرآن میں ہیں۔

جن کتابوں سے کتاب ہذا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست آخر میں درج کی گئی ہے۔ چونکہ کتاب ہذا کا مقصد طالب علم کو قرآن حکیم کے سمجھنے میں معاونت کرنا ہے لہذا ان کتب سے دل کھول کر مدد لی گئی ہے۔ مؤلف کتاب ہذا کو اپنی کوتاہی علم کا شدت سے احساس ہے لہذا کتاب ہذا میں جو محاسن نظر آئیں ان کے لئے سزاوارِ تحسین وہ ہستیاں ہیں جن کے گلستانِ تصنیف سے خوشہ چینی کی گئی ہے البتہ جو خامیاں رہ گئی ہیں ان کے لئے ذمہ دار وہ خود مؤلف ہے جس کے لئے وہ بارگاہ ایزدی سے معافی کا خواستگار ہے۔

جملہ حقوق ہر قسم کی بندش سے مبرّا ہیں، یہ کتاب محض قرآن حکیم کی حقیر سی خدمت کے طور پر تحصیل ثواب کے لئے لکھی گئی ہے لہذا اس کو بہتر صورت میں پیش کرنے میں مؤلف کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ کتاب کا عنوان اور مؤلف کا نام بدستور باقی رہے صرف اس استدعا کی یاد دہانی کے طور پر کہ جب بھی کوئی قاری اس کتاب کو پڑھے مؤلف کے حق میں خدائے ذوالجلال کے حضور میں دعائے خیر کرے۔

اعتذار

خداوند تعالیٰ کو کچھ ایسا ہی منظور تھا کہ جب تالیف کا کام آخری مراحل میں تھا تو مؤلف کو رعشہ کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ جس سے مؤلف کی کارکردگی اور قوت حافظہ بری طرح متاثر ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب کا مسودہ مکمل ہونے پر اس کو دوبارہ دیکھنے اور اغلاط کو درست کرنے کی طاقت نہ رہی۔

لیکن بایں ہمہ کتاب کی اہمیت و عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے کرمفرما مولانا مبشر احمد صاحب استاذ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ لاہور کے سپرد کر دی جنہوں نے ماشاء اللہ پوری توجہ اور حسب استطاعت بشری نظر ثانی کر دی ہے جس کے لئے میں ان کا بیحد مشکور و ممنون ہوں۔

مشورہ

وہ طالب علم جو قرآن حکیم کو لغات (ڈکشنری) یا امدادی کتابوں کا سہارا لے کر پڑھتے ہیں

ان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے نظریہ کے مطابق کسی مستند ترجمہ کو زیر نظر رکھیں تاکہ آیات کا ربط اور مضمون کا تسلسل قائم رہے

فقط والسلام

طالب دعا
راجی الی رحمۃ اللہ علی محمد
غفر اللہ لہ ولوالدیہ ط

تقریظ

یادگارِ سلف شیخ طریقت سلطان القلم جناب حضرت **سید انور حسین شاہ** صاحب مدظلہ العالی ۔ خلیفہ مجاز حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔

پیش نظر کتاب "اَنْوَارُ الْبَیَانِ فِیْ حَلِّ لُغَاتِ الْقُرْآنِ" جو کہ چوہدری علی محمد صاحب زاد اللہ محاسنہٗ نے تقریباً عرصہ ۱۳ سال میں تصنیف فرمائی ہے لاریب بڑی محنت سے یہ کام سر انجام دیا ہے۔ ہمارے مخدوم مولانا مفتی بشیر احمد صاحب زید مجدہم نے از اوّل تا آخر اس پر نظرِ ثانی فرمائی ہے جو اس کتاب کے قابل اعتماد ہونے کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ مؤلف ممدوح کی سعی مشکور فرماتے اور مسلمانوں کو اس سے متمتع ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔

تقریظ

حضرت العلامہ المفتی مُبشّر احمد صاحب اُستاذ الحدیث

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ اقبال ٹاؤن لاہور

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین ۰ اما بعد ۰

قرآن مجید کا اصل موضوع انسان کے لئے ایسی راہنمائی فراہم کرنا ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ ایسی زندگی گذار سکے۔ جو بعد کی زندگی کے لئے مفید ہو۔ جیسے کہ حضرت مولانا الشاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ نزول قرآن کا مقصدِ اصلی انسانوں کی تہذیب وتربیت اور ان کے عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ کی اصلاح ہے۔

قرآن کریم کی دو شانیں ہیں ایک شانِ تَعَبُّد اور دوسری شانِ تدبُّر۔

شانِ تعبد کا مفہوم ہے کہ اس کی تلاوت کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور نبوت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ذکر ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا کہ وہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور شانِ تدبُّر کا مطلب ہے کہ اس میں غور وفکر اور نزول قرآن کے مقاصد کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونا تو اس کے لئے تعلیم قرآن کو ضروری قرار دیا گیا۔ اور یہ بھی مقاصد نبوت میں سے ایک مقصد ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔ یعنی وہ انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے

حالاتِ حاضرہ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن کی گرمی کچھ مسلمانوں میں موجود ہے۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی عمومی زندگی کا تدبُّرِ قرآن سے رشتہ ٹوٹ چکا ہے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کہ پھر سے مسلمانوں کا تعلق قرآن فہمی سے جڑ جائے ہمارے محترم بزرگ جناب چوہدری علی محمد صاحب دام اقبالہٗ (بی اے آنرز) پی سی ایس ریٹائرڈ ایڈیشنل کمشنر نے قلم اٹھایا اور رات دن محنت کر کے اختصار کے ساتھ لغات قرآن کے حل کے لئے ایک مسودہ مرتب کیا جس کا نام انوار البیان فی حل لغات القرآن تجویز کیا۔

اس تالیف سے ان کا اولین مقصد تو نجاتِ اخروی ہے اور حصول رضائے الٰہی ہے۔

اور ثانیاً یہ مقصود ہے کہ شاید میری اس حقیر سی کاوش سے مسلمان استفادہ کر کے تدبر قرآن کی طرف راغب ہو جائیں اور اپنی آخرت بھی سنوار لیں۔

چوہدری صاحب موصوف کی اس تالیف کو بندہ نے حرفاً حرفاً پڑھا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ یہ تالیف موجودہ دور کے اردو تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔

چوھدری صاحب موصوف نے حل لغات کے علاوہ کہیں کہیں آیات کا مفہوم بھی اس اچھوتے انداز میں واضح کیا ہے کہ پڑھ کر دل عش عش کر اٹھتا ہے۔

خصوصیاتِ تالیفِ ھذا

اس تالیف کی خصوصیات یہ ہیں!

۱۔ حل لغات وتراکیب آیات
۲۔ بیان نحوی وصرفی تحقیقات
۳۔ مختصر وآسان تشریحات
۴۔ عمدہ وعجیب وغریب نکات
۵۔ قیمتی وبہترین اشارات
۶۔ مسائل پر جید استدلالات
۷۔ مستند اور مضبوط حوالہ جات

بندہ بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہے کہ یہ تالیف چوہدری صاحب موصوف کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے ذخیرۂ آخرت بنے اور عوام وخواص کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

احقر مبشر احمد غفرلہ الاحد
خادم الحدیث بجامعہ دار العلوم الاسلامیہ
اقبال ٹاؤن لاہور

خلاصہ تقریظ از جناب ڈاکٹر محمد اکرم صاحب

صدر شعبہ عربی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

زیرِ نظر کتاب لغات القرآن الکریم صرف منتہی حضرات کے استفادہ کے لئے ہے اس سے عام قاری کی بجائے وہی استفادہ کر سکتا ہے جو عربی زبان و ادب سے بنیادی واقفیت رکھتا ہو۔ ایک شخص جس نے عربی گرامر کبھی نہیں پڑھی اس کے لئے قواعد یا حذف یا الفاظ کے باہم مقلوب ہونے یا تقدیم و تاخیر کی بحثیں چنداں مفید نہیں۔

اگر مصنف کا مقصود ہی یہی ہے کہ بنیادی عربی قواعد و زبان سے واقفیت رکھنے والوں کے لئے مزید فہم القرآن کے لئے یہ کام کیا گیا ہے۔ تو نہایت مفید ہے اور اردو زبان میں شاید یہ پہلا کام ہے جس میں پرانی جملہ تفاسیر کے محاسن کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اندازِ بیان نہایت شستہ اور رواں ہے۔ یہ تالیف ترکیب نحوی پر مبنی ہے۔ اس میں احکام پر مشتمل آیات میں تاریخی و دیگر تفسیری روایات کی بجائے قواعد زبان کی نشاندہی پر زور دیا گیا ہے اردو میں اس نوع کی تفسیر یقیناً ایک خلاء کو پُر کرے گی!

تاہم اس قسم کی لغوی بحثیں زیادہ شرح و بسط کے ساتھ الفراء م ۲۰۷ھ کی معانی القرآن میں وارد ہیں زیرِ نظر کتاب لغات القرآن عربی طلبہ کے استفادہ کے لئے ترتیب دینا مقصود ہے تو مذکورہ کتاب سے استفادہ اس کے حسن کو اور بڑھا دے گا۔

جناب چوہدری علی محمد صاحب نے ایک نہایت علمی کام مکمل فرمایا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس محنت شاقہ اور کارِ خیر پر خیرِ کثیر عطا فرمائے۔ واللہ الموفق

ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری
صدر شعبہ عربی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

پارہ الٓمّٓ

(۱)

سورۃ الفاتحۃ

و

البقرۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ (۵)

سُوْرَةٌ: جس طرح دنیا کی دوسری کتابیں مختلف ابواب میں تقسیم ہوتی ہیں اسی طرح قرآن حکیم کو بھی مختلف حصوں یا ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر ایک حصہ کو سورۃ کہتے ہیں اس صورت میں یہ سُوْرَةٌ (مہموز العین) سے مشتق ہے جس کے معنی کسی شے کے بقیہ اور بچے ہوئے حصہ (ٹکڑہ) کے ہیں۔ اور سورۃ بھی قرآن کا ایک ٹکڑا اور حصہ ہے۔ اس صورت میں واؤ کو ہمزہ سے بدلا ہوا قرار دیا جائے گا۔

۲۔ السُّوْرَةُ، کے معنی بلند مرتبہ کے ہیں۔ جیساکہ نابغہ کا ایک شعر ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَعْطَاكَ سُوْرَةً ✦ تَرَى كُلَّ مَلِكٍ دُوْنَهَا يَتَذَبْذَبُ

(بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا مرتبہ بخشا ہے۔ جس کے ورے ہر بادشاہ متذبذب نظر آتا ہے)

قرآن کی ہر سورت اپنی بلند رتبت کی وجہ سے سورۃ کہلاتی ہے۔

(۳) یا سورۃ القرآن سورۃ المدینۃ سے مشتق ہے جس کے معنی شہر پناہ یا شہر کے گرد حفاظت کے لئے بنائی گئی فصیل کے ہیں اور ہر سورۃ القرآن بھی فصیل کی طرح اپنے مضامین کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (۲) اور (۳) کی صورت میں یہ سور سے مشتق ہے اور اس کا واؤ اصلی ہے کسی سے بدلا ہوا نہیں ہے۔

قرآن حکیم کی سورتیں طویل، درمیانی، اور مختصر ہیں، مختصر سے مختصر سورۃ تین آیات کی ہے۔ مثلاً سورۃ العصر (۱۰۳) اور سورۃ الکوثر (۱۰۸)

اَلْفَاتِحَةُ: اسم فاعل واحد مؤنث، فَتْحٌ مادہ سے مشتق ہے۔ اَلْفَتْحُ کے معنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنے کے ہیں۔ یہ ازالہ دو قسم کا ہے ایک وہ جس کا آنکھ سے ادراک ہو سکے جیسے فَتْحُ الْبَابِ (دروازہ کھولنا) مثلاً قرآن مجید میں ہے وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ (۱۲:۶۵) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا۔ دوم: جس کا ادراک بصیرت سے ہو مثلاً فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (۶:۴۴) جب انہوں نے اس نصیحت کو جو اُن کو دی گئی تھی فراموش کر دیا۔ تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی ہر چیز کی فراوانی کر دی۔

اس سورۃ کے کئی نام ہیں۔ اَلْفَاتِحَةُ کھولنے والی۔ اس لئے کہ قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورت ہونے کے باعث

باقی قرآن حکیم کے لئے مثل دروازہ کے ہے اور اس دروازہ کے کھلنے سے باقی قرآن حکیم آتا ہے (۲) ہر چیز کے مبدا کو الفاتحہ کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ اس کے مابعد کو شروع کیا جاتے اسی لئے سورۃ فاتحہ کو فاتحۃ الکتاب کہا جاتا ہے ۔ (۲) سبع مثانی (سات دوہرائی جانے والی آیتیں) کیونکہ بالاتفاق اس کی سات آیات ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں ۔ (۳) اُمّ الکتابْ و اُمُّ القرْاٰن ۔ کہ قرآن حکیم کے جملہ مضامین کو مشتمل ہے ۔ (۴) سورۃ الصلوٰۃ : کہ اس کا ہر نماز میں پڑھنا واجب ہے ۔ (۵) سُوْرَۃُ الْحَمْدِ ۔ کہ لفظ الحمد سے شروع ہوتی ہے (۶) سورۃ الشفاء کہ یہ سورۃ ہر مرض کی شفاء ہے (۷) سورۃ الرُّقْیَۃ ۔ یعنی پڑھ کر دم کرنے یا پھونک مارنے والی سورۃ ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سانپ کے کاٹے ہوئے شخص کو یہ سورۃ پڑھ کر دم کیا اور وہ اچھا ہو گیا ۔

(۸) اساس القرآن ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سورت قرآن کی جڑ ہے اور نیو ہے ۔
(۹) سورۃ الکنز ۔ کیونکہ یہ مطالب اور معارف کا خزانہ ہے (۱۰) سورۃ الوافیہ (کہ ہر قرات میں اسے سالم ہی پڑھا جاتا ہے توڑ کر نہیں پڑھا جاتا ۔ جیسا کہ بعض دیگر سورتوں کو پڑھا جا سکتا ہے (۱۱) سورۃ الکافیہ ۔ کہ نماز میں یہی سورۃ بدوں کسی دوسری سورۃ کے کافی تو ہو سکتی ہے لیکن کوئی دوسری سورت بدوں اس سورۃ کے کافی نہیں ہو سکتی ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ ب حرف جار ہے ۔ جو مصاحبت یا استعانت کے لئے استعمال ہوا ہے ۔ اگر مصاحبت کے لئے ہو تو ترجمہ ہو گا ۔ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ برکت حاصل کرتے ہوئے ۔ اور اگر استعانت کے لئے ہو تو ترجمہ ہو گا ۔ اللہ کے نام کے ساتھ مدد حاصل کرتے ہوتے (گویا اس کے معنی ہیں ساتھ، مدد کے ساتھ) اِسْمٌ ۔ نام ۔ مادہ س ۔ م ۔ و سے مشتق ہے ۔ سَمَا یَسْمُوْ (باب نصر) سُمُوٌّ بمعنی بلند ہونا جیسے عربی میں کہتے ہیں سَمَوْتُ اِلَیْہِ بَصَرِیْ ۔ میں نے اس کی طرف نظر اٹھائی ۔ جب کسی کا نام لیا جاتا ہے تو گویا اس کو بلند و بالا کرتے ہیں تاکہ وہ آنکھوں میں نچ جائے ۔ اِسْم کی جمع اَسْمَاء ہے بعض کے نزدیک اس کا مادہ وِسْمٌ ہے جس کے معنی علامت کے ہیں اور واؤ ہمزہ سے بدل گئی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، عربی زبان کا عام ضابطہ ہے کہ کسی لفظ کے مادہ کے اصلی حروف تصغیر میں ظاہر کر دیئے جاتے ہیں اس قاعدہ کے موافق اگر اسم مادہ وِسْم سے قرار دیا جائے تو اس کا اسم تصغیر وُسَیْمٌ اور اور جمع اَوْسَام ہو گی مگر ایسا نہیں ہے بلکہ اسم کی تصغیر سُمَیٌّ اور جمع اَسْمَاءٌ ہے جو قاعدہ کے موافق ہے، لہذا اِسْمٌ سُمُوٌّ سے مشتق ہے نہ کہ وِسْمٌ سے ۔

بِسْمِ ۔ میں اسم کا الف کثرتِ استعمال کے باعث ساقط ہو گیا ہے اور اس کے بدلے میں ب لمبی لکھی جاتی ہے بِسْمِ اللّٰهِ میں ب کا تعلق فعل سے ہے یا اسم سے جو ہر دو یہاں محذوف ہیں ۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال دونوں طرح کیا ہے ۔ متعلق اسم ہونے کی صورت میں عبارت کچھ یوں ہو گی بِسْمِ اللّٰهِ اِبْتِدَائِیْ (اللہ کے نام سے میری ابتدا ہے) قرآن مجید میں اس کی مثال ۔ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا (۱۱:۴۱) سوار ہو جاؤ کشتی میں اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور اللہ کے نام سے اس کا ٹھہرنا ہے ۔ متعلق فعل کی صورت میں عبارت یوں ہو گی ۔ اَبْدَأُ بِسْمِ اللّٰهِ (میں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں. قرآن مجید میں اس کی مثال اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ ۔ (۹۶: ۱) پڑھ اپنے رب کے نام سے

اللہ ۔ اللہ کا لفظ خداوند تعالیٰ کے لئے بطور اسم ذات آیا ہے یہ کسی خاص صفت کے لئے نہیں بولا جاتا ۔ باقی تمام صفات خداوندی اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں ۔ نزول قرآن سے پہلے بھی اللہ کا لفظ خداوند تعالیٰ کے لئے بطور اسم ذات کے مستعمل تھا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ترجمان القرآن (از مولانا آزاد) ۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یہ دونوں نام رَحْمَۃٌ سے مشتق ہیں ، دونوں میں مبالغہ ہے رَحْمٰن کے معنی میں رَحِیْم کی نسبت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے اس میں رَحِیْم کی نسبت ایک حرف زائد ہے اور زِیَادَۃُ اللَّفْظِ تَدُلُّ عَلٰی زِیَادَۃِ الْمَعْنٰی یعنی زائد حروف زیادۃ معنی پر دلالت کرتے ہیں ۔ رَحْمٰن کا لفظ اللہ کی طرح ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور اس کی دلیل یہ آیت شریفہ ہے : قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (۱۷: ۱۱۰) کہہ دو تم (خدا کو) اللہ کے نام سے) پکارو یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں ۔ بخلاف اس کے رحیم کا لفظ ماسوی اللہ کے لئے بھی مستعمل ہے مثلاً رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ کہا گیا ہے آیۃ شریفہ ہے لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (۹: ۱۲۸) (لوگو) تمہارے پاس تمہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں جو چیز تمہیں مضرت پہنچاتی ہے انہیں بہت گراں گذرتی ہے تمہاری بھلائی کے حریص ہیں ایمان والوں کے حق میں تو بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں ۔

بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمٰن اور آخرت میں رحیم ہے کہ دنیا میں مؤمن اور کافر سب اس کی رحمت سے متمتع ہوتے ہیں اور آخرت میں رحمت سے فائدہ اٹھانے والے صرف مؤمن ہوں گے ۔ اس بارہ میں اور بھی بہت سے اقوال ہیں

گرامر کے لحاظ سے الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ کی دو صورتیں ہیں (۱) یہ اللہ کی صفت ہیں اس صورت میں ترجمہ ہوگا اللہ کے نام سے جو کہ رحمٰن اور رحیم ہے (۲) یہ اللہ کا بدل ہے اور ترجمہ ہے اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے ۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ۔

بِسْمِ اللّٰہِ کی ب کا تعلق اسم (محذوف) سے ہے یا فعل (محذوف) سے ۔ اول الذکر کی صورت میں یہ جملہ اسمیہ ہوگا اور مؤخر الذکر کی صورت میں جملہ فعلیہ ۔ اس کی ترکیب نحوی کچھ یوں ہوگی ۔

ب .... حرف جار
اسم .... مضاف
اللہ .... مضاف الیہ موصوف
الرَّحْمٰن .... صفت اول
الرَّحِیْم .... صفت ثانی
صفت اول و صفت ثانی مل کر ← صفت
موصوف صفت مل کر ← مضاف الیہ
مضاف مضاف الیہ مل کر ← مجرور
جار مجرور مل کر متعلق ← فعل ۔
اَبْدَاُ .... فعل (محذوف)
اَنَا .... ضمیر فاعل مستتر در فعل محذوف] پس فعل اپنے فاعل اور متعلق فعل سے

مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن مجید کا حصہ ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ مکہ اور کوفہ کے قاری اسے قرآن مجید کا حصہ سمجھتے ہیں۔ لیکن مدینہ، بصرہ اور شام کے قراء کا کہنا ہے کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں (شوکانی زیر آیت ۱:۱) مؤخر الذکر قراء کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ آیت سورۃ فاتحہ کا حصہ ہے باقی سورتوں کا نہیں۔

جو اس کو سورۃ فاتحہ کا حصہ سمجھتے ہیں ان کے نزدیک یہ ایک مکمل آیت ہے لہٰذا اس کو علیحدہ نمبر دیتے ہیں اور باقی آیات کی تعداد چھ شمار کرکے کل سات آیات (سبع مثانی) مکمل کرتے ہیں اور جو اسے سورۃ فاتحہ کا حصہ شمار نہیں کرتے وہ آیت صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ میں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پر وقف کرکے علیحدہ آیت نمبر ۶ شمار کرتے ہیں۔ جبکہ اول الذکر گروہ اسے ایک ہی آیت شمار کرتا ہے۔

اَلْحَمْدُ ۔ حَمِدَ یَحْمَدُ، (باب سَمِعَ) سے مصدر ہے۔ ثنا کرنا۔ تعریف کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اور ثنا کو حمد کہتے ہیں۔ یہ مدح سے خاص اور شکر سے عام ہے۔ کیونکہ مدح ان افعال پر بھی ہوتی ہے جو کہ انسان سے اختیاری طور پر سرزد ہوتے ہیں اور ان اوصاف پر بھی جو پیدائشی طور پر اس میں پائے جاتے ہیں چنانچہ جس طرح مال کے خرچ کرنے اور علم و سخا پر انسان کی مدح ہوتی ہے اسی طرح اس کی درازی قد و قامت اور چہرہ کی خوبصورتی پر بھی تعریف کی جاتی ہے۔ لیکن حمد صرف افعال اختیاریہ پر ہوتی ہے نہ کہ اوصاف اضطراریہ پر۔ اور شکر تو صرف کسی کے احسان کی وجہ سے اس کی تعریف کو کہتے ہیں۔ لہٰذا ہر شکر حمد ہے مگر ہر حمد شکر نہیں ہے اور ہر حمد مدح ہے مگر ہر مدح حمد نہیں ہے۔

مولانا ابو الکلام آزاد فرماتے ہیں، عربی میں حمد کے معنی ثنا جمیل کے ہیں یعنی اچھی صفتیں بیان کرنے کے۔ اگر کسی کی بُری صفتیں بیان کی جائیں۔ تو یہ حمد نہ ہوگی۔

حمد. پر الف لام (ال) تعریف کا ہے یہ یا تو جنس کے لئے ہے اور حمد کے اس مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے جسے ہر شخص جانتا ہے یا یہ استغراق کے لئے ہے۔

لِلّٰهِ میں لام اختصاص کا ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَلدَّارُ لِزَیْدٍ۔ پس اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے معنی یہ ہوئے کہ حمد و ثنا میں جو کچھ اور جیسا کچھ بھی کہا جا سکتا ہے وہ سب اللہ کے لئے ہے کیونکہ خوبیوں اور کمالوں میں سے جو کچھ بھی ہے سب اسی سے ہے اور اسی میں ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جملہ خبریہ اسمیہ ہے اور استحقاقِ حمد کے استمرار پر دلالت کرتا ہے

اس جملہ سے ثنا کرنا مقصود ہے اور بندوں کو حمد کی تعلیم دی گئی ہے تقدیر جملہ یہ ہے قُوْلُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ (لوگو! الحمد للہ کہا کرو) اس تقدیر کی ضرورت اس لئے ہے کہ آیت اِیَّاكَ نَعْبُدُ سے مناسبت پیدا ہو جائے۔

کیونکہ نَعْبُدُ کے قائل بندے ہیں۔

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ربّ کا لفظ اصل میں مصدر ہے رَبَّ یَرُبُّ (باب نَصَرَ) سے۔ استعارۃً بمعنی فاعل استعمال ہوتا ہے مطلق صورت میں یعنی اضافت اور تعریف سے خالی ہونے کی صورت میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اور اضافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھی بولا جاتا ہے اور دوسروں پر بھی جیسے رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (اللہ تعالیٰ کی صفت: تمام جہانوں کا پالنے والا۔ رَبُّ الدَّارِ (ماسوی اللہ کے لئے: گھر کا مالک) رَبَّ بمعنی کسی پر سیاست رانی کرنا مثلاً رَبَّ الْقَوْمَ۔ کسی کا کام درست کرنا۔ جیسے رَبَّ الْاَمْرَ۔ کسی کو پالنا جیسے رَبَّ الْوَلَدَ۔

رَبُّ: تربیت کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔ تربیت دینا۔ یعنی کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد اور فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال کو پہنچانا۔ اس پرورش میں محبت شفقت، حفاظت، نگہداشت، اور امانت کا عنصر موجود ہوتا ہے، جیسے ماں کا بچے کو پالنا۔ یا ماں باپ کا بچے کی نشوونما میں اس کی نگہداشت کرنا۔ اور ہر ضرورت کو بروقت اور حسب وقت اس کی استعداد کے مطابق پورا کرنا۔ اس لئے رَبٌّ بمعنی پروردگار، پالنہار، پالنے والا آتا ہے۔

عَالَمِیْنَ۔ عَالَمٌ کی جمع ہے (استعمال میں اس کے لفظ سے اس کا واحد نہیں پایا جاتا۔ یعنی قرآن مجید میں لفظ عالم بصیغہ مفرد استعمال نہیں کیا گیا) اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو عالم کہتے ہیں اس میں تمام وہ مخلوق شامل ہے خواہ وہ زمین پر ہو یا آسمانوں میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (سب کا) مالک و پروردگار ہے

عَالَمٌ نام ہے اس چیز کا جس کے ذریعہ سے کسی چیز کا علم ہو پھر علمیۃً استعمال ہونے لگا ان چیزوں میں جن کے ذریعہ صانع یعنی باری تعالیٰ کا علم حاصل ہو۔

چونکہ عالَم کے تحت میں اجناسِ مختلف موجود ہیں اس لئے عالَمین بصیغہ جمع لایا گیا ہے۔ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ بدل ہے اللہ کا یا اس کی صفت ہے بدیں وجہ مجرور ہے۔

(۲:۲) اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: ہر دو کی وضاحت اوپر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بیان میں ہو چکی ہے اللہ کی صفت، دوم، سوم یا اللہ کا بدل ہیں۔

(۲:۳) مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ مَالِكِ مضاف یَوْمِ الدِّیْنِ مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، لہٰذا مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ صفت چہارم ہے اللہ کی۔ بعض کے نزدیک یہ اللہ کا بدل ہے صفت نہیں کیونکہ اللہ معرفہ ہے۔ اور یہ نکرہ۔ اس کے نکرہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل جب حال یا مستقبل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے تو مضاف الی المعرفہ بھی معرفہ نہیں بنتا۔ الملک جزاء و حساب کے دن کا مالک۔ یَوْمِ الدِّیْنِ کی قرآن مجید میں یوں وضاحت کی گئی ہے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ۝ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ

لِنَفْسٍ شَيْـًٔا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (۸۲: ۱۷ تا ۱۹) جس دن کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آسکیگا اور حکم تمام تر اس روز صرف اللہ ہی کا ہوگا۔

علامہ پانی پتیؒ رقمطراز ہیں: یَوْمِ الدِّیْنِ: قیامت کا دن ہے دِیْن جزاء اور بدلے کو کہتے ہیں اور کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ دِیْن ہی سے مشتق ہے (یعنی جیسے تو فعل کرے گا ویسا ہی بدلہ ملیگا...... یا لفظ دین سے اسلام اور اطاعت مراد ہے کیونکہ وہ ایسا دن ہے کہ جس میں اسلام اور اطاعت کے سوا کوئی چیز نفع نہ دیگی

مُجاھد کہتے ہیں کہ یَوْمِ الدِّیْنِ بمعنی یوم الحساب ہے چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ یعنی یہ سیدھا حساب ہے

(۱:۴) اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ

نَعْبُدُ ... فعل
نَحْنُ .... (ضمیر مستتر) فاعل
اِیَّاكَ .... مفعول۔ (جو تخصیص کے لئے مقدم کر دیا گیا ہے)
{ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا } معطوف علیہ

وَ ... حرف عطف

نَسْتَعِیْنُ .... فعل
نَحْنُ .... (ضمیر مستتر) فاعل
اِیَّاكَ ...... مفعول (مقدم برائے تخصیص)
{ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا } معطوف

اِیَّاكَ۔ اِیَّا۔ اور كَ سے مرکب ہے، یعنی تجھ ہی سے۔ علامہ راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ کلمہ ضمیر منصوب منفصل کے تلفظ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جب ضمیر منصوب اپنے عامل پر مقدم ہو یا اس پر کسی کلمہ کا عطف ڈالا جائے یا اِلَّا کے بعد آئے تو اس کے ساتھ (یعنی اِیَّا کے ساتھ) استعمال ہوتی ہے (۱) مثلاً تقدیم کی صورت میں ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) (۲) عطف کی صورت میں قرآن مجید میں ہے نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاكُمْ (۱۷-۳۱) ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اور (۳) اِلَّا کے بعد: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ۔ (۱۷: ۲۳) اور تیرے پروردگار نے قطعی طور پر ارشاد فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو!

مفعول مقدم کی صورت میں تخصیص کے معنیٰ پائے جاتے ہیں۔ گویا جب کہا جاتے نَعْبُدُكَ تو اس کے معنی ہوں گے ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ لیکن جب کہا جائے اِیَّاكَ نَعْبُدُ تو اس کے معنی ہوں گے ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں

نَسْتَعِیْنُ: مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ اِسْتِعَانَۃٌ (استفعال) سے عون۔ مادہ۔ ہم مدد چاہتے ہیں، ہم مدد مانگتے ہیں اِیَّاكَ۔ صرف تجھی سے۔

فائدہ اول : یہاں اِیَّاکَ جو کہ بطورِ مفعول مستعمل ہے اسے فعل سے قبل لانے اور پھر اسے دوہرانے سے مقصود اس کی اہمیت کو ذہن نشین کرانا ہے اور عبادت اور طلب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنا ہے یعنی ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور تیرے سوا کسی سے امداد طلب نہیں کرتے۔ اس حصر و تخصیص کے مدنظر اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا یا اس سے مدد مانگنا قطعاً ممنوع اور حرام ہے۔ خواہ وہ کوئی انسان ہو، جن ہو، فرشتہ ہو، حیوانات سے ہو نباتات سے ہو یا جمادات سے ہو، استعانت (مدد طلب کرنا) سے یہاں اعانت کے بنیادی معنی مراد ہیں جس میں اس کے جملہ پہلو شامل ہوں، ورنہ اس عالم اسباب میں بعض قسم امداد ماسوی اللہ سے طلب کرنا منع نہیں ہے مثلاً آپ کمزوری کے باعث اٹھ نہیں سکتے اور کسی اور کو اٹھنے میں مدد دینے کو کہتے ہیں، آپ طالب علم ہیں اور استاد سے یا کسی عالم سے اپنے علم کی تحصیل کے لئے امداد کے طالب ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ حالانکہ آپ کا فی الواقع اٹھنے کے قابل ہونا۔ یا مرض سے شفا پانا۔ یا علم کا حاصل کرنا بالآخر قبضہ قدرت میں ہے آپ صرف دنیاوی اسباب سے استفادہ چاہتے ہیں اور حقیقتاً ان اسباب کے مہیا کرنے کا مُسبّب وہی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کامل اطاعت اور پورے دین کا حاصل صرف یہی دو چیزیں ہیں (عبادت اور استعانت) بعض سلف کا قول ہے کہ سارے قرآن کا راز سورۃ الفاتحہ میں ہے۔ اور پوری سورۃ کا راز اس آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں ہے۔

فائدہ دوم خداوند تعالیٰ کی حمد ہو چکی، اس کی ربوبیت اس کی رحمانیت اور اس کی رحیمیت اس کا روزِ جزا و سزا کا مالک مطلق ہونا بیان ہو چکا اس کی حقیقت دل کی گہرائیوں میں اتر چکی اس کا اثر جسم کے روئیں میں بس گیا۔ تو بندہ بصد عجز و انکسار عبادت میں اس ذات وحدہٗ لاشریک کے آگے جھک گیا۔ اور صرف اور صرف اسی کو حامی و ناصر جانتے اور مانتے ہوئے پکار اٹھا۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اس یک لخت غیب کے درجہ سے مرتبہ خطاب کی جانب عدول کے متعلق تفسیر مظہری میں یوں تحریر ہے:۔

"اگر کسی چیز کے احوال و صفات ناقابل اشتراک اور مخصوص ہوں اور وہ صفات ذکر کر دی جائیں تو اس چیز کی ذہن میں ایسی تعیین ہو جاتی ہے کہ گویا وہ سامنے آگئی، شدت تخیل غیر محسوس کو محسوس کر کے دکھا دیتی ہے علم غائبانہ شہود سے بدل جاتا ہے، حضور ذہنی وجود خارجی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ علم حصولی معائنہ میں تبدیل ہو جاتا ہے پس جب ذاتِ ربوبیت کا نام ذکر کر دیا اور مخصوص صفات کو بھی بیان کر دیا تو ذاتِ غائب شدتِ استحضار کی وجہ سے عارف کی نظر کے سامنے آگئی۔ اس لئے اس نے غائبانہ طرز کلام سے انتقال کر کے تخاطب کا اسلوب اختیار کیا۔ جس ذات کا وہ غائبانہ ذکر کر رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے حاضر ہو گئی اور اس نے

عامر ذہنی سے اس طرح بات کرنی شروع کر دی جیسے حاضر مرئی خارجی سے کی جاتی ہے "۔

۱: ۵ ۔ اِھْدِنَا ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم هِدَایَةٌ باب ضرب، مصدر سے، تو ہم کو راہ بتلا، تو ہماری رہنمائی کر، اصل میں فعل لازم ہے اور لِ الیٰ کے ساتھ متعدی کے معنی دیتا ہے لیکن بغیر صلہ کے بھی بطور متعدی استعمال ہوتا ہے مثلاً ھَدَی الرَّجُلُ آدمی کا ہدایت پانا۔ (فعل لازم) اور ھَدَاہُ الطَّرِیْقَ کسی کو راہ بتانا ۔ بمعنی ھَدَاہُ اِلَی الطَّرِیْقِ وَلِلطَّرِیْقِ ۔ فعل متعدی ہے ۔

ہدایت کے اصل معنیٰ لطف و مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنے اور راستہ بتانے کے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کا استعمال ہمیشہ خیر و نیکی میں ہوا کرتا ہے ۔ اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو پھر مقصد تک پہنچانے کے معنی میں ہوتی ہے ۔

الصِّرَاطَ ۔ راہ ۔ راستہ ، سیدھے اور آسان راستے کو صِرَاط کہتے ہیں اس کی جمع صُرُطٌ ہے ۔ الصِّرَاط یہاں موصوف ہے اس کی صفت الْمُسْتَقِیْمَ آگے آتی ہے ۔

اَلْمُسْتَقِیْمَ اسم فاعل ۔ واحد مذکر منصوب ۔ اِسْتِقَامَةٌ (استفعال) قوم ۔ مادہ بمعنی سیدھا ۔ صحیح ، الصِّرَاط کی صفت ہے ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ، کی ترکیب یوں ہوگی ۔

اِھْدِ .... فعل		فعل اپنے فاعل اور دو مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا ۔
اَنْتَ ۔ ضمیر مستتر فاعل		
نَا ...... مفعول اول		
الصراط ...... موصوف ۔	موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی	
الْمُسْتَقِیْمَ ... صفت		

۱: ۶ ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۔ یہ جملہ بدل کل ہے الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے ۔ ترکیب یوں ہوگی ۔

صِرَاطَ			مضاف	مضاف، مضاف الیہ مل کر بدل کل الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے
الَّذِیْنَ		موصول	موصول و صلہ مل کر مضاف الیہ	
اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۔ فعل با فاعل و ضمیر مفعول عائد الی الذین مل کر جملہ فعلیہ ہو کر	صلہ			

یعنی الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے مقصود وہ سیدھا راستہ ہے جس کی طرف رہنمائی کی دعا کی گئی ہے جو انعام یافتہ لوگوں کا ہے ۔ یہ انعام یافتہ کون لوگ ہیں ؟ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ

الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا (۴:۶۹)
اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ۔

انعام کے معنیٰ ہیں وہ کیفیت جسے انسان لذیذ پاتا ہے پھر اس کا استعمال ان اشیاء پر ہونے لگا جو اس لذت کا سبب بنتی ہیں

۷۔ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ٪ یہ اَلَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ سے بدل ہے (یعنی تیرے انعام یافتہ بندے وہ ہیں) جو (تیرے) غضب اور گمراہی سے سالم اور محفوظ ہیں یعنی جن پر نہ تیرا غضب نازل ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے

فائدہ: نعمتوں کی قسمیں۔ دنیاوی، اخروی۔
وہبی۔ کسبی۔
جسمانی۔ روحانی۔

وہبی یعنی خداداد۔ جیسے روح۔ عقل، بینائی۔ قوتِ تندرستی، قوت گویائی وغیرہ۔
کسبی۔ جو اپنی محنت سے حاصل ہو۔ | جیسے نفس کو رذائل سے پاک کرنا، اور عمدہ اخلاق سے آراستہ کرنا اور بدن کو خوبصورت کپڑوں اور زیورات سے زینت دینا۔
اور مال وجائداد وعہدہ حاصل کرنا۔

اخروی۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی کوتاہیوں کو معاف کردے اور راضی ہو کر اعلیٰ علیین میں ملائکہ مقربین کے ساتھ ٹھکانہ دے۔

فائدہ: اگر مضمون کی خاطر غَیۡرِ کی تکرار مطلوب ہو تو دوسری دفعہ غَیۡرِ کی بجائے لا لاتے ہیں جس کا مابعد مجرور ہوگا۔ مثلاً مِنۡ غَیۡرِ اَبٍ وَّ لَا اُمٍّ۔ بغیر باپ کے اور بغیر ماں کے۔ یا وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ وَّ لَا ہُدًی وَّ لَا کِتٰبٍ مُّنِیۡرٍ ﴿۳۱:۲۰﴾ اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے۔ یا آیت زیرِ غور صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ٪ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام وفضل ہوا۔ جن پر تیرا غضب نہ ہوا اور جو نہ گمراہ ہوئے، بعض کے نزدیک وَلَا الضَّآلِّیۡنَ میں لا زائد تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ بمعنی غیر صراط الذین غضبت علیہم وغیر الضَّآلِّیۡنَ عن الھدیٰ بھی ہو سکتا ہے۔ نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ راستہ ان لوگوں کا جو ہدایت کے راستہ سے گمراہ ہو گئے۔

فائدہ: بعض کے نزدیک مغضوب علیہم سے مراد اہل یہود ہیں اور الضآلین سے نصاریٰ۔

ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الیھود مغضوب علیہم و النصاریٰ ضلال ۔ لیکن علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ المغضوب علیہم ولا الضالین ۔ ایسے دو عام لفظ ہیں جس کے تحت تمام کفار اور خدا کے نافرمان اور بدعتی سب لوگ داخل ہو سکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے حق میں جو کسی ممنوع القتل کو عمداً قتل کردے غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ (۴ : ۹۳) فرمایا ہے اور کفار اور بدعتیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا فَمَاذَا بَعۡدَ الۡحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ط (۱۰ : ۳۲) اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا ، اور اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا (۱۸ : ۱۰۴) (وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی)

اَلۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ ۔ غَضِبَ یَغۡضَبُ (باب سمع) فعل لازم ہے بمعنی غضبناک ہونا ۔ عَلٰی کا صلہ لگا کر مَغۡضُوۡبِ عَلٰی اسم مفعول بنایا گیا ہے وہ جس پر غضب نازل ہوا ۔

الغضب کے اصل معنی ہیں انتقام کے لئے دل میں خون کا جوش مارنا ۔ لیکن غضب الٰہی سے مراد سزا اور عذاب ہوتا ہے غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ (۴ : ۹۳) اور خدا اس پر غضبناک ہوگا ۔ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ میں غیر نفی کے لئے ہے جملہ کا مطلب ہے جن پر غضب نازل نہیں ہوا ۔

وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ۔ وَ عاطفہ ہے لَا ۔ غَیۡرِ کی جگہ تکرار کی خاطر لایا گیا ہے وَلَا الضَّآلِّیۡنَ کا عطف جملہ سابقہ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ پر ہے ۔ الضَّآلِّیۡنَ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ضَآلٌّ واحد بحالت رفع ، بہکے ہوئے ۔ گمراہ ، راہ بھولے ہوئے ۔ اَلضَّلَالُ کے معنی سیدھی راہ سے ہٹ جانے کے ہیں اور یہ ھِدَایَۃ بالمقابل استعمال ہوتا ہے ۔

فائدہ : سورۃ فاتحہ کے ختم پر قدرے فصل کے ساتھ آمین کہنا مسنون ہے ، صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (لوگو !) جب امام ولا الضالین تک پہنچ جائے تو آمین کہا کرو ۔ کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں ۔ اور جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑ جائے گی اس کے تمام گذشتہ گناہوں پر قلمِ عفو کھینچ دیا جائیگا ۔

اٰمِیۡنَ کے معنی ہیں : اِسۡمَعۡ وَاسۡتَجِبۡ ؛ (یعنی خداوندا ہماری دعا سن اور قبول فرما ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) یا اِفۡعَلۡ : (یا اللہ ایسا ہی کر)

یاد رہے کہ آمین قرآن مجید کا حصہ نہیں ، اور اسی لئے اسے لکھا نہیں جاتا ، بعض کے نزدیک مَنۡ قَالَ اِنَّ اٰمِیۡن من القراٰن کفر : جس نے کہا کہ آمین قرآن کا حصہ ہے اس نے کفر کیا ۔ (روح المعانی)

(۲) سُورَۃُ البَقَرَۃِ مَدَنِیَّۃٌ (۸۷)

۲:۱ - الٓمّٓ۔ الف ۔ لام ۔ میم ۔ ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ ان کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک ان کے معانی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو معلوم ہیں۔ ھٰذَا سِرٌّ بَیْنَ اللّٰہِ وَبَیْنَ الرَّسُوْلِ (یہ ایک بھید ہے مابین اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے)

بعض علماء نے کہا ہے کہ ان حروف مقطعات اور متشابہات (۳:۷) کا علم نہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلکہ آپ کے اتباع کاملین کو بھی تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ میں راسخین فی العلم (۳:۷) میں سے ہوں اور جو لوگ متشابہات اور مقطعات کی تفسیر کے عالم ہیں ان میں سے ایک میں بھی ہوں۔

حروف مقطعات کا استعمال عربی کلام میں پایا جاتا ہے لیکن بہت کم، مثلاً الراجز کا شعر ہے:

قُلْتُ لَهَا قِفِیْ فَقَالَتْ قَافْ ۔ لَا تَحْسَبِیْ اِنَّا نَسِیْنَا الْاِیْجَافْ

اس میں قَافْ سے وَقَفْتُ ہے۔ لو میں ٹھیر گئی۔

۲:۲ - ذٰلِکَ الْکِتٰبُ ۔ ذٰلِکَ ۔ اسم اشارہ بعید ہے۔ اور واحد مذکر ہے اس کی تثنیہ اور جمع یہ ہوگی تثنیہ ذٰنِکَ اور جمع اُولٰٓئِکَ؛ اور مونث کی صورت میں واحد تِلْکَ ۔ تثنیہ تَانِکَ اور جمع ۔ اُولَاکَ ذٰلِکَ اگرچہ اسم اشارہ بعید کے لئے ہے لیکن اس کا استعمال بطور اشارہ قریب بھی آتا ہے۔ مثلاً خفاف کا شعر ہے۔

اقول لہ والرمح یاطر مقفہ ۔ تامَّلْ خِفَافًا اِنَّنِیْ اَنَا ذٰلِکَ ۔

(میں نے اس کو کہا جب کہ نیزہ اس کی کمر کو دوہرا کر رہا تھا۔ خفاف کو اچھی طرح دیکھ لے۔ میں یہاں ہوں)

قرآن مجید میں بھی ذٰلِکَ اسم اشارہ قریب کے لئے اکثر جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ: (۳:۴۴) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ باتیں اخبار غیب میں سے ہیں جو ہم تمہارے پاس وحی کرتے ہیں۔

بقول امام رازی: ھٰذَا اور ذٰلِکَ میں اصل لفظ ذَا ہے جو کہ صرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (۲:۲۵۵) کون ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش کر سکے۔ یا مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا (۲:۲۴۵) کون ہے کہ وہ خدا کو قرض حسنہ دے، ھا ماقبل ذَا توجہ دلانے کے لئے استعمال کرتے ہیں پس جب کوئی چیز قریب ہوتی ہے تو اس کو ھٰذَا سے بیان کرتے ہیں۔ یعنی اے مخاطب یہ رہی مشار الیہ چیز، لیکن جب

کوئی چیز دُور ہوتی ہے تو مخاطب کو یہ تبلانے کے لئے کہ وہ چیز تجھ سے دُور ہے اسم اشارہ ذا کے ساتھ کَ خطاب کا اور لَ تاکید کا لگا دیتے ہیں۔ پس ذٰلِکَ اگرچہ عرف عام میں اشارہ بعید کے معنوں میں آتا ہے اس کے بنیادی معنوں میں یہ مفہوم نہیں پایا جاتا۔

جس طرح بعض دفعہ ھٰذَا کا لفظ تحقیر و تنقیص کے لئے بولتے ہیں مثلاً اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ مَھِیْنٌ وَّلَا یَکَادُ یُبِیْنُ ﴿۴۳: ۵۲﴾ بے شک میں اس شخص سے بہتر ہوں جو کچھ عزت نہیں رکھتا اور نہ صاف گفتگو کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہاں ذٰلِکَ کے لفظ کے استعمال سے الْکِتٰبُ کی تعظیم شان کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

اَلْکِتٰبُ: مشارٌ الیہ۔ اس سے مراد قرآن مجید کا وہ حصہ ہے جو سورۃ البقرۃ سے پیشتر نازل ہو چکا تھا۔ (۲) یہ بھی ممکن ہے کہ سارے قرآن مجید کی طرف اشارہ ہو۔ (۳) الْ عہد کا ہے و الکتٰبُ الموعُود انزالہ اور اَلْکِتٰبُ سے مراد وہ کتاب جس کے انزال کا عہد کر رکھا ہو، جیسا کہ آیت شریفہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ ﴿۲: ۱۲۹﴾ سے ظاہر ہے کہ انبیاء سابقہ کو بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشگی علم تھا اور الْکِتٰبُ (القرآن) کا ان پر منزل من اللہ ہونا بھی معلوم تھا (۴) الْ تخصیص کے لئے بھی ہو سکتا ہے یعنی ایسی کامل کتاب کہ اس کا ثانی نہ ہو، جس کے سامنے اور کتاب۔ کتاب کہلانے کی مستحق نہیں۔

لَا رَیْبَ فِیْہِ ج ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ - لَا۔ نفی جنس کے لئے ہے۔ بدیں وجہ لَا رَیْبَ مبنی بر فتحہ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ لَا جنس کے بعد نکرہ مفرد ہو تو مبنی بر فتحہ ہوتا ہے۔ جیسے لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ۔

رَیْبٌ: رَابَ یَرِیْبُ: (باب ضرب کا مصدر ہے۔ اور رَیْبٌ اس شک یا گمان کو کہتے ہیں جس کی حقیقت بعد میں اس کے برخلاف منکشف ہو جائے، رَیْبٌ: ذہنی اضطراب، تہمت، اور سوء ظن کے معنوں میں بھی آتا ہے

فِیْہِ: جار مجرور ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الْکِتٰبُ کے لئے ہے۔ یا اس کا مرجع کلام ماسبق بھی ہو سکتا ہے

ھُدًی: ھَدٰی یَھْدِیْ (باب ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ ہدایت کے معنی لطف و کرم کے ساتھ کسی کی رہنمائی کرنے کے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ھدایۃ کے معنی لطف و کرم کے ساتھ راہنمائی کرنے کے ہیں تو پھر قرآن مجید میں ہے فَاھْدُوْھُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ﴿۳۷: ۲۳﴾ پھر ان کو جہنم کے راستہ پر چلا دو۔ اور وَیَھْدِیْہِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۲۲: ۴﴾ اور دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا کیوں استعمال ہوا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں طنزاً کافروں کے لئے اس کا استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ اور جگہ ارشادِ الٰہی ہے کہ:

فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۸۴: ۲۴﴾ تو (اے پیغمبر) انہیں عذاب الیم کی خوشخبری سنا دو۔

لِلْمُتَّقِیْنَ - مُتَّقِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مجرور، لِلْمُتَّقِیْنَ۔ متقیوں کے لئے، تقویٰ کرنے والوں

کے لئے۔ شرع میں تقویٰ سے مراد ہر اس چیز سے بچنا ہے جو گناہ کی طرف لیجائے۔ وق ی۔ مادہ۔

یہاں لَارَیْبَ کے بعد ج صلے نشانِ وقف مندرج ہے اور فِیْہِ کے بعد خ کا نشانِ وقف، اور حاشیہ میں مع درج ہے، مع معانقہ کا مخفف ہے جس کے لغوی معنیٰ گلے ملنے کے ہیں۔ یہاں دو جگہ قریب قریب ہیں جن پر تین نقطے لکھے ہوئے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں میں سے دوسرے کو پہلے سے وہ ارتباط ہے جو دوسرے لفظ کو اگلے لفظ کے ساتھ ہے پس خواہ پہلے لفظ پر وقف کرو۔ اور دوسرے کو اس سے اگلے لفظ کے ساتھ ملا کر پڑھ لو۔ اس صورت میں دوسرے لفظ کا ربط پہلے لفظ کے ساتھ ہوگا۔ نہ کہ اگلے لفظ کے ساتھ، بہرصورت اگر ایک پر وقف کرو تو دوسرے پر ہرگز وقف نہ کرو۔

تمام قرآن مجید میں متقدمین کے نزدیک ۱۶ معانقے ہیں لیکن متاخرین کے نزدیک ان کی تعداد ۱۸ ہے۔ آیت زیرِ غور کی مندرجہ بالا کی روشنی میں مندرجہ ذیل دو صورتیں ہوں گی۔

(۱) ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ : یہ کتاب اس میں کچھ شک نہیں۔ اس صورت میں هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ سے پہلے فِيْهِ محذوف سمجھا جائے گا۔ اور عبارت یوں ہوگی، ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ج صلے (فِيْهِ) هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یہ کتاب اس میں کچھ شک نہیں۔ اس میں متقیوں کے لئے راہنمائی ہے۔ وقف کی یہ صورت بہتر سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس میں نسبتاً مبالغہ زیادہ ہے اس کی تائید قرآن مجید میں اور جگہ بھی ہوتی ہے مثلاً۔ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (۳۲: ۲) اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔

(۲) دوسری صورت میں عبارت یوں ہوگی۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ج صلے فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اس صورت میں لَا رَيْبَ کے بعد فِيْهِ محذوف سمجھا جائیگا۔

عربی میں فِيْهِ۔ کے حذف کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ چنانچہ جب یہ کہنا مقصود ہو کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں تو لَا بَاْسَ فِيْهِ کی بجائے صرف لَا بَاْسَ کہہ لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی مثال قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ (۲۶: ۵۰) وہ بولے کچھ ڈر نہیں ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ (یعنی تمہارے ہمارے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور ہمیں سولی پر لٹکانے میں کوئی ڈر نہیں۔ یہاں لَا ضَيْرَ فِيْهِ کہنے کی بجائے صرف لَا ضَيْرَ کہہ دیا۔

علامہ پانی پتی رح لَا رَيْبَ فِيْهِ ... کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں لَا رَيْبَ فِيْهِ یعنی اس کتاب کے دلائل ایسے واضح اور اس درجہ روشن ہیں کہ نظرِ صحیح کے بعد منصف آدمی اس کے وحی اور منجانب اللہ ہونے میں ذرا سا شک نہیں کر سکتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں خبر انشاء کے معنی میں ہے، یعنی لوگو! اس کتاب کے منزل من اللہ ہونے میں شک و شبہ نہ کرو۔ لَا رَيْبَ میں لَا نفی جنس کے لئے ہے رَيْبَ اسم اور فِيْهِ خبر، یا یوں کہو،

کہ فِیْهِ صفت اور لِلْمُتَّقِیْنَ خبر، اور ھُدًی بلحاظ حال منصوب، یا لَا کی خبر تو محذوف مانو۔ جیسے لَاضَیْرَ میں اور فِیْهِ کو ھُدًی کی خبر کہو جو ھُدًی کے نکرہ ہونے کی وجہ سے اس پر مقدم ہو گئی ہے۔ تقدیر عبارت یوں سمجھو لَا رَیْبَ فِیْهِ، فِیْهِ ھُدًی (یہ سب توجیہیں گو بجائے خود درست اور بجا ہیں) لیکن بہتر اور سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ یہ سب مسلسل مگر علیحدہ علیحدہ جملے قرار دیئے جائیں اور ہر جملہ لاحقہ کو سابقہ کی تاکید مانا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دو جملوں کے بیچ میں حرف عطف نہیں لایا گیا۔ پس ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ایک ایسا جملہ ہے جو اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ یہ کتاب ایسے اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے جو غایت کمال کے ساتھ موصوف ہے اور اس حیثیت سے اس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہو سکتا۔ اسی پر قیاس کر لو ھدی للمتقین کو،

ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ : متقیوں کے لئے ہادی ورہنما اس کتاب کو اس لئے کہا گیا کہ گو بمطابق ارشاد باری تعالیٰ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ ط (۲: ۱۸۵) تمام انسانوں کے لئے رشد وہدایت ہے لیکن اس سے فائدہ صرف متقی اور پرہیزگار ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ جن میں اس سے استفادہ حاصل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اسی مضمون میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

(۱) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا (۱۷: ۸۲) اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے حق میں شفاء اور رحمت ہیں اور ظالموں کا اس سے اور نقصان بڑھتا ہے۔

(۲) قُلْ ھُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھُدًی وَّشِفَآءٌ ط وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّھُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی ط (۴۱-۴۴) کہہ دو کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لئے یہ قرآن ہدایت اور شفاء ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی ہے اور یہ ان کے حق میں موجب نابینائی ہے۔

(۲-۳) اَلَّذِیْنَ ...... اسم موصول جمع مذکر۔

یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ : اٰمَنَ یُؤْمِنُ اِیْمَانًا۔ (افعال) سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ وہ ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان لاتے ہیں۔ اٰمَنَ متعدی اور لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے بؔ اور لؔ کے صلہ کے ساتھ بھی متعدی مستعمل ہے ب کے صلہ کے ساتھ بمعنی ماننا اور قبول کرنا جیسے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ میں نے اللہ کو مانا۔ قبول کیا۔ اللہ پر ایمان لایا۔ اور اٰمَنَ لَهٗ، تابعدار اور مطیع ہونا۔ شرع کی اصطلاح میں ایمان کے معنی ہیں اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا۔

اَلْغَیْبِ : یہ غَابَ یَغِیْبُ (باب ضَرَبَ یَضْرِبُ) کا مصدر ہے غِیَابٌ وَغَیْبَةٌ وَغُیُوْبٌ، دیگر مصادر ہیں۔ اس کے معنی کسی چیز کے نگاہوں سے پوشیدہ اور اوجھل ہونے کے ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو انسان کے علم اور حواس سے پوشیدہ ہو اس پر غیب کا لفظ بولا جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ، ملائکہ۔ حشر ونشر، جنت و دوزخ سب شامل ہیں

جملہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ صلہ ہے اَلَّذِیْنَ ۔ اسم موصول کا ۔ اور معطوف علیہ اگلے جملہ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ کا ۔

وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ ۔ واؤ عاطفہ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ جملہ فعلیہ ہے اور معطوف جس کا عطف جملہ سابقہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ پر ہے ۔

یُقِیْمُوْنَ : مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ اِقَامَۃٌ (باب افعال) مصدر ۔ وہ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں ۔ اقامت بمعنی سیدھا کھڑا کرنا ہے یعنی تعدیل ارکان ، نہایت خشوع وخضوع اور حضورِ قلب سے نماز ادا کرنا وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ اور نماز کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں ۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۔ واؤ عاطفہ مِمَّا مرکب ہے مِنْ جار اور ما موصولہ سے رَزَقْنَا فعل بافاعل ھُمْ مفعول رَزَقْنٰھُمْ جملہ فعلیہ ہو کر مَا موصول کا صلہ ۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر مِنْ حرف جار کا مجرور ہوا ۔ اور جار اپنے مجرور سے مل کر فعل یُنْفِقُوْنَ سے متعلق ہے ، فعل وفاعل ومتعلق فعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جملہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کا معطوف ہوا ۔ یُنْفِقُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر وہ خرچ کرتے ہیں ۔

تینوں جملے جو ایک دوسرے پر معطوف ہیں صلہ ہوئے موصول اَلَّذِیْنَ کے ۔ اور موصول اپنے صلہ سے مل کر مُتَّقِیْنَ کی صفت ہوئی ۔ یعنی متقین وہ ہیں جو (۱) غیب پر ایمان لاتے ہیں (۲) نماز کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں اور (۳) جو روزی ہم نے ان کو دی ہوئی ہے اس سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں ۔

(۲:۴) وَالَّذِیْنَ ۔ واؤ عاطفہ ہے ۔ اَلَّذِیْنَ موصول ثانی ۔ یُؤْمِنُوْنَ بِ فعل با فاعل ۔ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ ۔ مَا موصولہ ۔ اُنْزِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ اِلَیْکَ جار مجرور مل کر متعلق فعل اُنْزِلَ ۔ فعل اپنے نائب فاعل (مفعول مالم یسم فاعلہ) اور متعلق فعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا موصولہ کا ۔ موصول وصلہ مل کر معطوف علیہ ہوا اگلے جملہ کا ۔

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ۔ واؤ عاطفہ ، مَا موصولہ ، اُنْزِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب (ضمیر مالم یسم فاعلہ یا نائب فاعل کی طرف راجع ہے) مِنْ حرف جار ، قَبْلِکَ مضاف ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ، جار اور مجرور مل کر متعلق فعل اُنْزِلَ ۔ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق فعل سے مل کر مَا موصولہ کا صلہ ہوا ۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف ہے جملہ سابقہ پر ، معطوف علیہ اور معطوف دونوں جملے مفعول ہوئے یُؤْمِنُوْنَ کے ، یُؤْمنون اپنے فاعل ضمیر اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا ۔ اور صلہ ہوا ۔ اَلَّذِیْنَ کا ۔ اَلَّذِیْنَ موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف ہوا پہلے اَلَّذِیْنَ پر یا مُتَّقِیْنَ پر ۔

وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ۔ واؤ عاطفہ ، بِالْاٰخِرَۃِ جار مجرور مل کر متعلق فعل یُوْقِنُوْنَ ہ کے ، یُوْقِنُوْنَ فعل بافاعل اور متعلق فعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی ھُمْ کی ، جو مبتدا ہے ، مبتدا اپنی خبر کے ساتھ مل کر جملہ

اسمیہ ہوا۔ اور یہ جملہ اسمیہ یُؤْمِنُوْنَ کا معطوف ہوا۔ معطوف و معطوف علیہ مل کر صلہ ہوئے اپنے موصول اَلَّذِیْنَ کا۔ الذین موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر پہلے اَلَّذِیْنَ پر معطوف ہوا۔ اور معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت ہوئی ۔۔۔ المتقین کی :

وَالَّذِیْنَ ...... یُوْقِنُوْنَ ۰ (آیۃ ۴) کا ترجمہ ہوا۔ (وہ کتاب ہدایت ہے پرہیز گاروں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو نازل لیا گیا آپ پر اور جو نازل کیا گیا آپ سے پہلے اور وہ قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔

گویا متقین کی مندرجہ ذیل تین مزید صفات ہیں ۔

(۱) وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر نازل کیا گیا۔

(۲) وہ ایمان لاتے ہیں ان کتب الٰہیہ اور ان صحیفوں پر جو آپ سے قبل (دوسرے پیغمبروں پر) نازل کئے گئے ۔

(۳) وہ آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں ۔

الاٰخِرَۃ : ضد ہے دنیا کی : دنیا مشتق ہے دُنُوٌّ سے جس کے معنی قریب ہونا کے ہیں ۔ خواہ یہ قرب ذاتی ، حکمی ، مکانی ، زمانی ، یا بلحاظ مرتبہ کے ہو ۔ چونکہ وہ حال کے بہت ہی قریب ہے اس لئے اسے دنیا کہتے ہیں ۔ اسی طرح آخرت کو اس کے متاخر اور پیچھے ہونے کی وجہ سے آخرت کہتے ہیں ۔ اصل میں دنیا اور آخرت دونوں دو صفتیں تھیں اب ان پر اسمیت غالب آئی اور استعمال میں دنیا و آخرت اسم کہلائے جانے لگے۔

ھُمْ : ضمیر حصر کے فائدہ کی غرض سے یُوْقِنُوْنَ ۰ پر مقدم کی گئی ۔ یعنی آخرت کے گھر کا یقین صرف انہی پرہیزگاروں کو حاصل ہے جن کی چند صفتیں اوپر مذکور ہو چکیں ۔

یُوْقِنُوْنَ ، مضارع جمع مذکر غائب اِیْقَانٌ (افعال) مصدر ، وہ یقین کرتے ہیں ۔

۲ : ۵ ۔ اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ لبعید ، جمع مذکر ۔ وہ سب ، یعنی وہ مؤمن اور متقی لوگ جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ۔

عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّہِمْ ۔ کلمہ عَلٰی متقی لوگوں کے ہدایت خداوندی پر متمکن و مستقر ہونے پر دلالت کرتا ہے ای ثَابِتُوْنَ عَلَی الْھُدٰی ہدایت پر ثابت قدم رہنے والے ۔ ھُدًی کو نکرہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے اور اس ہدایت کا مِنْ رَّبِّھِمْ ہونا تعظیم کی مزید تاکید ہے ۔

وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ، واؤ عطف کی ہے ۔ اُولٰٓئِکَ مبتدا ، ھُمْ مبتدا ، الْمُفْلِحُوْنَ : خبر ، دونوں مل کر اُولٰٓئِکَ کی خبر ہوئے ۔ یہ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جملہ سابقہ کا معطوف ہوا۔

ھُمْ ضمیر مقدم برائے حصر لائی گئی ہے ۔ یعنی فلاح بھی انہی کا حصہ ہے جو مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں

الْمُفْلِحُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر مرفوع اَلْمُفْلِحُ واحد اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر ۔ فلاح پانے والے ، مراد پانیوالے کامیابی حاصل کرنیوالے ۔۔

كَفَرُوْا، ماضی جمع مذکر غائب، کُفْرٌ و کُفْرَانٌ و کُفُوْرٌ. مصادر ہیں۔
الکُفْرُ: کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔ اسی لئے رات کو بھی کافر کہا جاتا ہے کہ وہ تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے۔ یا کسان کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی بیج کو زمین کے اندر چھپا دیتا ہے۔ کفر زیادہ تر شریعت حقہ سے انکار یا دین سے انکار کے لئے استعمال ہوتا ہے اور سب سے بڑا کفر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یا اس کے فرستادہ انبیاء سے یا ان کی لائی ہوئی شریعت سے انکار ہے۔
کُفْرَانٌ۔ زیادہ تر نعمت کے انکار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کُفُوْرٌ دونوں قسموں کے انکار پر بولا جاتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اے پیغمبر) جن لوگوں نے قبولِ اسلام سے انکار کیا۔ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ: سَوَاءٌ برابر، اسم مصدر ہے بمعنی دونوں طرف سے برابر ہونا۔ نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔ سوي مادّہ۔
ءَاَنْذَرْتَهُمْ: ءَ ہمزہ استفہام ہے۔ لیکن یہاں یہ ہمزہ تسویہ کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی دونوں چیزوں کی برابری کرنے کے لئے۔ خواہ۔ ءَاَنْذَرْتَ، ماضی واحد مذکر حاضر، اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ بمعنی ڈرانا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، جس کا مرجع اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ہے خواہ تو ان کو ڈرائے۔ اِنْذَارٌ: عذاب الٰہی سے خوف دلانے کو کہتے ہیں۔ اَمْ۔ خواہ۔ یا۔ کیا۔ ءَ (ہمزہ) اور اَمْ، گو دونوں استفہام کے لئے آیا کرتے ہیں۔ لیکن یہاں ان کو اس معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ معنی استواء کی تاکید کے لئے مستعمل ہیں۔
لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ لَمْ تُنْذِرْ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔
سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ...... لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ ان کے لئے یکساں ہے کہ آپ ان کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں
لَا يُؤْمِنُوْنَ: مضارع نفی جمع مذکر غائب۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔
اس آیت کی ترکیب نحوی یوں ہوگی! اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَلَّذِيْنَ، اسم موصول كَفَرُوْا جملہ فعلیہ ہو کر اپنے موصول کا صلہ، موصول اور صلہ مل کر اسم اِنَّ۔ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ خبر اِنَّ کی۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ جملہ فعلیہ خبر ثانی اِنَّ کی۔
۲ : ۷ ۔ خَتَمَ ماضی واحد مذکر غائب۔ خَتْمٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اس نے مہر لگائی۔ اس نے مہر لگا دی۔

امام راغبؒ فرماتے ہیں ۔ اَلْخَتْمُ۔ اَلطَّبْعُ کے لفظ دو طرح سے استعمال ہوتے ہیں۔ کبھی تو خَتَمْتُ، اور طَبَعْتُ کے مصدر ہوتے ہیں اور اس کے معنی کسی چیز پر مہر کی طرح نشان لگانے کے ہیں۔ اور کبھی اس نشان کو کہتے ہیں جو مہر لگانے سے بن جاتا ہے۔
اور مجازاً کبھی اس سے کسی چیز کے متعلق وثوق حاصل کر لینا۔ اور اس کا محفوظ کر لینا مراد ہوتا ہے جیسا کہ کتابوں یا دروازوں پر مہر لگا کر انہیں محفوظ کر دیا جاتا ہے کہ کوئی چیز ان کے اندر داخل نہ ہو۔

یہاں آیت ہذا میں بھی خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کے معنیٰ ہیں: خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے (کہ نصیحت و پندار کا ان میں دخل نہیں ہوتا)

وَعَلٰی سَمْعِهِمْ: واؤ عاطفہ ہے۔ عَلٰی سَمْعِهِمْ معطوف ہے عَلٰی قُلُوْبِهِمْ پر۔ اَیْ وَخَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی سَمْعِهِمْ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں پر مہر لگا دی۔ سَمْعٌ اصل میں مصدر ہے اور مصادر جمع کی صورت میں نہیں لائے جاتے اس لئے یہاں لفظ سَمْعٌ مفرد لایا گیا ہے۔ اَبْصَارِهِمْ مضاف مضاف الیہ، ان کی آنکھیں۔ اَبْصَار۔ بَصَرٌ کی جمع ہے۔ اور اس کا معنی ہے کسی چیز کا آنکھ سے ادراک کرنا۔ لیکن کبھی اس کا اطلاق قوتِ باصرہ پر بھی ہوا کرتا ہے۔ کبھی نفس آنکھ کو بھی بصر کہتے ہیں۔

غِشَاوَةٌ۔ غَشِيَ يَغْشٰى (باب سمع) کا مصدر ہے۔ غَشْيَةٌ، غِشَاوَةٌ، وَغِشَاءٌ۔ اس کے پاس اس چیز کی طرح آیا جو اسے چھپائے۔ غِشَاوَةٌ (اسم) وہ پردہ جس سے کوئی چیز ڈھانپ دی جائے۔
وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشَاوَةً۔ (۴۵: ۲۳) اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى (۹۲: ۱) رات کی قسم جو (دن کو) چھپا لے۔

فائدہ: علامہ پانی پتی رح فرماتے ہیں خَتَمَ اللّٰہُ .... الخ۔ یہ اس دعویٰ کی (کہ ان پر ہدایت کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ وعظ کرنا نہ کرنا برابر ہے) دلیل ہے اور یہ دلیل اس لئے بیان ہوئی ہے کہ بظاہر اس دعویٰ کا ثبوت نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے ثبوت میں فرمایا کہ یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے یعنی ان کی جبلت میں تاریکی ہے اور بہیمیت کی اندھیریوں نے ان کو ہر طرف سے محیط ہو کر اس امر کے قابل ہی نہ رکھا۔

(۲: ۸) وَمِنَ النَّاسِ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی بعض ایسے بھی ہیں۔ یہ آیت عبد اللہ بن ابی بن سلول اور معتب بن قشیر، اور جد بن قیس اور ان کے رفقاء کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جن میں اکثر یہودی تھے۔ اور بعض منافق — نَاسٌ اصل میں اُنَاسٌ تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے اس کے عوض حرف تعریف یعنی الف لام لے آئے یہ جمع ہے انسان کی۔ اور بعض کے نزدیک جمع نہیں بلکہ اسم جمع ہے کیونکہ جمع کے اوزان میں فُعَالٌ نہیں آیا۔ یہ یا تو اَنِسَ یَاْنَسُ اُنْسٌ مصدر باب سمع سے۔ بمعنی مانوس ہونا۔ یا اٰنَسَ یُؤْنِسُ اِیْنَاسٌ (باب افعال) سے مشتق ہے، جس کے معنی دور سے دیکھنا یا محسوس کرنے کے ہیں۔ چونکہ آدمی ایک دوسرے کو دکھائی دیتے ہیں اس لئے انہیں نَاسٌ کہتے ہیں۔ جس طرح جنوں کو ان کے مخفی اور پوشیدہ ہونے کی وجہ سے جنّ کہتے ہیں۔

مَنْ یَّقُوْلُ: مَنْ اسم موصول یقول اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ صلہ ہے بِاللّٰہِ معطوف علیہ

ہے اور بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ معطوف۔ ای اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَاٰمَنَّا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔

وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ہ واؤ حالیہ ہے اور جملہ مابعد جملہ حالیہ۔ ترجمہ یوں ہوگا۔ اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو (زبان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ایماندار نہیں ہیں۔

(۹:۲) یُخٰدِعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مُخَادَعَۃٌ۔ (مفاعلۃ) مصدر۔ وہ فریب کرتے ہیں۔ وہ دھوکہ دیتے ہیں اَلْخِدَاعُ کے معنی ہیں کہ جو کچھ دل میں ہو اس کے برعکس ظاہر کرکے کسی کو اس چیز سے پھیر دینا جس کے وہ درپے ہو

امام راغبؒ رقمطراز ہیں: (اس میں) اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے سے مراد اس کے رسول اور اولیاء کو فریب دینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی سا معاملہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے۔ اسی بناء پر فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔ (۴۸: ۱۰) جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔

اَللّٰہَ۔ فعل یُخٰدِعُوْنَ کا مفعول ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ واؤ عطف کا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ موصول وصلہ مل کر معطوف اور اَللّٰہَ معطوف علیہ۔ ای وَیُخٰدِعُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اور وہ دھوکہ دیتے ہیں ایمان لانے والوں کو۔

وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ مَا نافیہ۔ یَخْدَعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ خَدْعٌ۔ مصدر (باب فتح سے) اَنْفُسَھُمْ مضاف، مضاف الیہ مل کر مفعول یَخْدَعُوْنَ کا۔ ترجمہ: حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

اَنْفُسُ جمع ہے نَفْسٌ کی۔ نفس ذات شے کو کہتے ہیں خواہ جوہر ہو یا عرض۔ (جو بذات خود قائم ہو وہ جوہر ہے مثلاً ذات باری تعالیٰ کہ اس کے لئے بھی نفس کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ (۵: ۱۱۶) تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے ضمیر میں ہے) عرض وہ چیز جو دوسری چیز کی وجہ سے قائم ہو۔

وَمَا یَشْعُرُوْنَ ہ واؤ حالیہ، مَا یَشْعُرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ جملہ حالیہ ہے۔ اور یہ یَخْدَعُوْنَ کی ضمیر سے حال ہے۔ یَشْعُرُوْنَ۔ شُعُوْرٌ مصدر، (باب نصر) سے ہے۔ مطلب یہ ہے وہ حواس سے اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ وہ نہیں سمجھتے۔ یہ اَلشَّعْرُ سے ہے جس کے معنی بال ہیں اور اس کی جمع اَشْعَارٌ ہے ــــــ امام راغبؒ لکھتے ہیں، شَعَرْتُ کے معنی بالوں پر مارنے کے ہیں اور اسی سے شَعَرْتُ کَذَا مستعار ہے۔ جس کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کرلینے کے ہیں۔ اور شاعر کو بھی اس کی فطانت اور لطافت نظر کی وجہ سے ہی شاعر کہا جاتا ہے۔ تو لَیْتَ شِعْرِیْ کَذَا کے محاورہ میں شعر اصل میں علم لطیف کا

نام ہے۔ پھر عرف میں موزوں اور مقفیٰ کلام کو شعر کہا جانے لگا۔

(۲: ۱۰) مَرَضٌ ۔ اَلْمَرَضُ ۔ کے معنی ہیں انسان کے مزاجِ خصوصی کا اعتدال اور توازن کی حد سے نکل جانا یہ دو قسم پر ہے (۱) مرض جسمانی جیسا کہ ارشاد ہے ۔ وَلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ (۲۴: ۶۱) اور نہ بیمار پر کچھ گناہ ہے ۔ (۲) مَرَضٌ کا لفظ اخلاق کے بگڑنے پر بھی بولا جاتا ہے اور اس سے اخلاق رذیلہ مثلاً جہالت، شک، بزدلی ۔ بخل، نفاق وغیرہ مراد ہوتے ہیں ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ ۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ (۹: ۱۲۵) اور جن کے دلوں میں مرض ہے ان کے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا۔ آیت ہذا میں یہی دوسرے معنی لئے گئے ہیں ۔ کیونکہ جس طرح مرض جسمانی انسان کے بدن کو کمزور کر دیتا ہے اسی طرح یہ اخلاق رذیلہ بھی انسان کے دین کو ضعیف کر دیتے ہیں ۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ ۔ فَ نتیجہ کے لئے ہے ۔ ای نتیجۃً ۔ زَادَ ۔ یَزِیْدُ ۔ (باب ضرب) زَیْدٌ وَزِیَادَۃٌ مصدر، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ۔ اس نے زیادہ کیا ۔ اس نے بڑھایا ۔ زَادَ ۔ فعل لازم اور متعدی ہر دو طرح استعمال ہوتا ہے ، یہاں یہ بطور فعل متعدی استعمال ہوا ہے ۔ فعل لازم کی مثال قرآن مجید میں ہے ۔ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ (۳۷: ۱۴۷) اور ہم نے اس کو بھیجا ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف (اَوْ یَزِیْدُوْنَ ۔ یا وہ زیادہ تھے)

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ اَللّٰهُ ۔ فاعل ۔ مَرَضًا مفعول ثانی زَادَ فعل کا ۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۔ خدا نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا ۔ مطلب یہ ہے کہ ان منافقین کے دلوں میں شک و نفاق کا مرض ہے ۔ انہوں نے اس مرض کو دفع کرنے کی کوشش نہیں کی حتیٰ کہ وہ جڑ پکڑ گئی اور قانونِ قدرت کے مطابق بڑھتی گئی ۔

عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ موصوف صفت ، اَلِمَ یَاْلَمُ اَلَمٌ (باب سمع) اَلِمٌ ۔ اسم فاعل ۔ فعل لازم قرآن مجید میں ہے یَاْلَمُوْنَ کَمَا تَاْلَمُوْنَ (۴: ۱۰۴) تو جس طرح تم شدید درد پاتے ہو اسی طرح وہ بھی شدید درد پاتے ہیں ۔ اَلَّمَ یُؤْلِمُ اِیْلَامٌ (افعال) دکھ درد دینا ۔ مُؤْلِمٌ ۔ اسم فاعل ۔ یہاں اَلِیْمٌ بمعنی مُؤْلِمٌ ہے ۔ دکھ دینے والا ۔ دردناک ۔ (راغب)

بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ٥ بَ سببیہ ہے ۔ اور مَا مصدریہ ۔ کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب ۔ بسبب اس کے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے ۔ بسبب ان کے کذب کے (کَذَبَ یَکْذِبُ کِذْبٌ جھوٹ بولنا)

۲: ۱۱) وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ ۔ وَاوٌ عاطفہ ہے ۔ اِذَا شرطیہ ۔ قِیْلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ قَوْلٌ (باب نَصَرَ) مصدر، یہ کثیر المعانی لفظ ہے ۔ اور قرآن مجید میں مختلف معانی میں استعمال

ہوا ہے۔ مثلاً بولنا۔ رائے۔ نظریہ۔ کسی کو کوئی بات الہام کرنا۔ حکم دینا۔ روایت کرنا۔ وغیرہ۔

قِیْلَ اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن قرآن مجید میں جس جگہ حرف شرط کے بعد آیا ہے وہاں مضارع کا ترجمہ کیا جائے گا۔ کہیں حال کا کہیں مستقبل کا۔ کہا گیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہا جائے گا۔

لَا تُفْسِدُوْا: فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم فساد نہ کرو، فِی الْاَرْضِ جار مجرور مل کر متعلق لَاتُفْسِدُوْا لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ، مقولہ نائب فاعل قِیْلَ کا ہے۔ سارا جملہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ اگلا جملہ قَالُوْا... مُصْلِحُوْنَ تک۔ اس شرط کی جزاء ہے۔

اِنَّمَا۔ یہ مرکب ہے اِنَّ اور مَا۔ بے شک۔ تحقیق۔ سوائے اس کے نہیں، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا کافہ ہے جو حصر کے لئے آتی ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتی ہے۔

مُصْلِحُوْنَ ہ اسم فاعل جمع مذکر، درست اعمال کرنے والے، نیک، اصلاح کرنے والے۔ بگاڑ کرنے والے۔

۲: ۱۲) اَلَآ۔ خبردار ہو جاؤ، سن لو، جان لو، حرف تنبیہ ہے۔

هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ۔ هُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب، تاکید کے لئے ہے۔ اَلْمُفْسِدُوْنَ ہ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اَلْمُفْسِدُ۔ واحد۔ فساد ڈالنے والے۔ بگاڑ کرنے والے (بے شک) یہی فساد ڈالنے والے ہیں

لَا يَشْعُرُوْنَ ہ مضارع منفی جمع مذکر غائب، وہ شعور نہیں رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے نہیں ہیں، نیز ملاحظہ ہو (۹:۲)۔ اٰمِنُوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، اِیْمَانٌ۔ (افعال) مصدر تم ایمان لاؤ۔

كَمَا مرکب ہے كَ اور مَا سے کَ حرف تشبیہ ہے۔ مَا مصدریہ ہے، ای اٰمِنُوْا اِيْمَانًا مِثْلَ اِيْمَانِ النَّاسِ۔

السُّفَهَآءُ۔ السَّفِيْهُ کی جمع۔ بے وقوف، کم عقل۔ بے سمجھ، احمق۔ السَّفِيْهُ کے اصل معنی جسمانی ہلکا پن کے ہیں۔ عرب بولتے ہیں سَفِهَتِ الرِّيْحُ الشَّيْءَ۔ اس چیز کو ہوا لے اڑی۔ پھر بسبب خفیف ہونے عقل کے اس کا اطلاق بے وقوفی اور حماقت پر ہونے لگا۔ سَفِيْهٌ بروزن فَعِيْلٌ۔ اسم فاعل ہے بمعنی بے وقوف

اَلنَّاسُ ہ (۱) الْ جنس کے لئے ہے۔ جس سے مراد مرد کامل ہے کیونکہ جنس بول کر فرد کامل مراد لیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ہم بولتے ہیں "فلاں انسان ہے" یعنی کامل انسان ہے اس تقدیر پر اَلنَّاسُ سے مراد اہل ایمان ہیں جو صحیح معنی میں انسان ہیں۔ (۲) الْ عہد کا بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم،

(۲: ۱۴) لَقُوْا: ماضی جمع مذکر غائب، لَقِیٌ و لِقَاءٌ (باب سَمِعَ) مصدر، لَقُوْا اصل میں لَقِيُوْا۔ تھا۔ ی پر ضمہ دشوار تھا۔ ماقبل کو دیا۔ ی بسبب اجتماع ساکنین گر گئی۔ لَقُوْا ہو گیا۔ جب وہ ملتے ہیں، جب وہ سامنے آتے ہیں۔ لَقُوْا ماضی کا صیغہ ہے۔ لیکن حرف شرط کے بعد آنے کی وجہ سے بمعنی مضارع آیا ہے۔ ملاحظہ ہو (۲: ۱۱)

اَلَّذِیْنَ: اسم موصول۔ اٰمَنُوْا صلہ۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر لَقُوْا کا مفعول ہے

خَلَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ (ماضی بمعنی مضارع بحوالہ ۲: ۱۱) خَلَا یَخْلُ۔ (باب نَصَرَ) خَلَاءٌ مصدر وہ تنہا ہوا۔ وہ اکیلا ہوا۔ خَلَاءٌ خلوت میں ہونا یا اکیلا ہونا۔ خَلَا اِلٰی۔ کسی کے ساتھ اکیلا ہونا۔ یا خلوت میں ہونا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ اور جب وہ اپنے شیطان ساتھیوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں۔ یعنی جب اہل ایمان ان کے پاس نہیں ہوتے

مُسْتَھْزِءُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِسْتِھْزَاءٌ (استفعال) مصدر، ھَزْءٌ۔ مادہ۔ مذاق کرنے والے۔ ٹھٹھا کرنے والے۔ مذاق بنا کر انکار کرنے والے

(۲: ۱۵) یَسْتَھْزِئُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِسْتِھْزَاءٌ۔ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ عربی زبان میں جب وہی یا ویسا ہی فعل جواباً استعمال کیا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس فعل کی سزا دینا یا اس کی مدافعت کرنا۔ اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِہِمْ۔ کے یہ معنی نہیں کہ اللہ ان سے مذاق کرے گا۔ بلکہ اس کے معنی ہیں یرجع وبال الاستھزاء عَلَیْہِمْ ان کے استہزاء کا بوجھ یا عذاب ان ہی پر لوٹا دے گا۔ (بیضاوی)

بعض علماء نے الفاظ پر مبنی دیگر تاویلات بھی کی ہیں۔ جو کتب تفسیر میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

یَمُدُّھُمْ۔ یَمُدُّ۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ مَدَّ یَمُدُّ۔ (باب نَصَرَ) مَدٌّ۔ مصدر۔ وہ ڈھیل دے رہا ہے۔ وہ مہلت دے رہا ہے۔ ھُمْ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ضمیر کا مرجع وہ لوگ ہیں جو، (۲: ۸) میں مذکور ہوئے۔ جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے لیکن حقیقۃً وہ ایمان نہیں رکھتے۔

اَلْمَدُّ۔ کے اصل معنی (لمبائی میں) کھینچنے کے ہیں۔ اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی سے عرصہ دراز کو مُدَّۃ کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵: ۴۵) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے مَدَدْتُ عَیْنِیْ اِلٰی كَذَا۔ للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا۔ مثلاً۔ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (۱۵-۸۸) اور ہم نے کفار کے کئی جوڑوں کو جو فوائد دنیا سے متمتع کیا ہے۔ تم ان کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنا اور۔ مَدَدْتُهٗ فِیْ غَیِّهٖ بمعنی گمراہی پر مہلت دینا۔ فوراً گرفت نہ کرنا۔ باب افعال سے اَمَدَّ یُمِدُّ بمعنی مدد کرنا وغیرہم۔

طُغْیَانِہِمْ۔ مضاف مضاف الیہ ان کی سرکشی، طَغِیَ یَطْغٰی۔ باب سَمِعَ۔ اور طَغٰی یَطْغٰی (باب فَتَحَ) طُغْیَانٌ۔ اپنی حد سے بڑھ جانا۔ نافرمانی اور معصیت کوشی میں حد سے بڑھ جانا۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ یَعْمَھُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَمَہٌ (باب فتح۔ سمع) مصدر

بمعنی حیرانگی کی وجہ سے سرگرداں ومتردد پھرنا۔ یَعْمَهُوْنَ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر ھِمْ کا حال ہے۔

عَمَهٌ کے معنی لغوی یہ ہیں کہ کسی معاملہ میں سرگشتہ وحیران ہونا جیسا کہ اعمیٰ (اندھے) کا حال ہوتا ہے

ترجمہ یوں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے یعنی انہیں ٹھٹھا کرنے کی سزا دیتا ہے اور اُن کو اُن کی سرکشی میں ڈھیل دیئے جاتا ہے۔ (اور ان کی حالت یہ ہے کہ) وہ حیرانگی کی وجہ سے سرگرداں ومتردّد بہک رہے ہیں۔

(۲: ۱۶) اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ، یہی وہ لوگ ہیں

اِشْتَرَوُا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر، بیچنے اور خریدنے ہر دو معنوں میں آتا ہے اور یہاں بمعنی خرید کرنا ہے۔ انہوں نے خرید کیا۔ انہوں نے مول لیا۔ مُشْتَرِیْ خرید کرنے والا۔

الضَّلٰلَةَ۔ گمراہی، بھٹکنا، گمراہ ہونا۔ ضَلَّ یَضِلُّ (باب ضَرَبَ) کا مصدر ہے بمعنی گمراہ ہونا۔ راہِ حق سے بھٹک جانا۔ هِدَایَة کی ضد ہے اشتروا کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

بِالْهُدٰی۔ بَ عوض اور بدلہ کے لئے ہے۔ هُدٰی۔ بمعنی ہدایت، یعنی انہوں نے ہدایت دے کر اس کے بدلہ میں گمراہی مول لے لی۔

فَمَا۔ فَ۔ تفریعیہ (مستنبط) مَا نافیہ۔ رَبِحَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ رِبْحٌ و رَبَاحٌ۔ (باب سَمِعَ) کا مصدر۔ (تجارت کا نفع دینا (آدمی کا تجارت میں) نفع کمانا۔

تِجَارَتُهُمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کی تجارت (پس ان کی تجارت نفع آور نہ ہوئی)

مُهْتَدِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب۔ ہدایت پانے والے۔

اِسْتَوْقَدَ۔ ماضی، واحد مذکر غائب۔ اِسْتِیْقَادٌ (استفعال) مصدر۔ اس نے آگ جلائی۔ اسی سے ہے وَقُوْدٌ۔ ایندھن جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔

فَلَمَّآ۔ فَآءِ عطف اور ترتیب کے لئے ہے لَمَّا حرف شرط ہے اَضَآءَتْ مَاحَوْلَهٗ جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ اس کی جزاء۔ پس جب۔

اَضَآءَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ ضمیر فاعل۔ نَارًا کی طرف راجع ہے اِضَاءَةٌ (باب افعال) مصدر ض و ء مادّہ۔ روشن کرنا یعنی جب اس نے آگ کو روشن کر دیا۔

مَاحَوْلَهٗ۔ مَآ۔ صلہ حَوْلَهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر موصول۔ حَوْل۔ اردگرد، آس پاس۔ جو اس کے اردگرد یا آس پاس تھا۔ ہٗ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع المستوقد۔ آگ جلانے والا ہے، موصول وصلہ مل کر اضاءت کا مفعول ہے

بِنُوْرِهِمْ۔ بَ حرف جار تعدیہ کا ہے۔ نُوْرِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر، مجرور، جار اور مجرور مل کر متعلق فعل۔ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ۔ (تو) اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو لے گیا۔ ان کی روشنی سلب کر لی۔

وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ واؤ عاطفہ ہے تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ یہ جملہ معطوف ہے جملہ سابقہ پر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب فِيْ ظُلُمٰتٍ متعلق فعل تَرَكَ ۔ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا۔

لَا يُبْصِرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب ۔ اِبْصَارٌ۔ (افعال) مصدر، یہ جملہ حال ہے اپنے ذوالحال هِمْ کا۔ درآں حالیکہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔

فائدہ: آیت ہذا میں الذی بمعنی اَلَّذِيْنَ استعمال ہوا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے بعد ذَهَبَ اللهُ بِنُوْرِهِمْ ۔ میں هِمْ ضمیر جمع لائی گئی ہے الذی کا لفظ جمع کے معنوں میں اور جگہ بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا (۹: ۶۹) اور تم لوگ بھی گھسے جیسا وہ لوگ گھسے تھے اور وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔ (۳۹: ۳۳) اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور (خود بھی) اس کو سچ جانا۔ تو یہی لوگ پرہیز گار ہیں۔

(۲: ۱۸) صُمٌّ ۔ بہرے، اَصَمُّ کی جمع ہے اَفْعَلُ فَعْلَاءُ فُعْلٌ کے وزن پر، صُمٌّ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ واحد مذکر

بُكْمٌ ۔ گونگے۔ اَبْكَمُ کی جمع جس کے معنی پیدائشی گونگے کے ہیں۔

عُمْيٌ ۔ اَعْمٰى کی جمع۔ اَعْمٰى کا استعمال آنکھوں کے اندھے اور دل کے اندھے دونوں کے لئے ہوتا ہے، صُمٌّ خبر اول ہے مبتدا محذوف هُمْ کی بُكْمٌ خبر دوم اور عُمْيٌ خبر سوم، مبتدا محذوف اپنی ہرسہ اخبار سے مل کر جملہ اسمیہ ہے اور یہ معطوف علیہ ہے اگلے جملہ کا۔

فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۔ فاء حرف عطف بمعہ ترتیب کے۔ هُمْ مبتدا۔ لَا يَرْجِعُوْنَ فعل بافاعل جو جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی۔ مبتدا، اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ یہ جملہ معطوف ہے جملہ سابقہ پر۔

وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں۔ اندھے ہیں۔ پس وہ (کسی طرح سیدھے راستہ کی طرف) نہیں لوٹیں گے!

(۲-۱۹) اَوْ ۔ اَوْ ۔ اصل میں شک کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جہاں دو باتوں میں شک کے طور پر برابری ہو وہاں اس کا استعمال ہوتا تھا۔ پھر مطلقاً دو چیزوں کی برابری بیان کرنے میں استعمال ہونے لگا کہ جہاں شک مقصود نہیں جیساکہ بولتے ہیں جَالِسِ الْحَسَنَ اَوِ ابْنَ سِيْرِيْنَ ۔ کہ خواہ تو حسن کے پاس بیٹھ یا ابن سیرین کے، دونوں کے پاس بیٹھنا برابر ہے۔ اس مقام پر (آیت ہذا) بھی یہ کلمہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے کہ منافقوں کو خواہ آگ جلانے والوں سے تشبیہ دو خواہ مینہ سے بھاگنے والوں سے دونوں برابر ہیں (تفسیر حقانی) اَوْ کے معنی یا ہیں یہ حرف عطف ہے۔

كَصَيِّبٍ : كَ تشبیہ کا ہے۔ صَيِّبٍ ۔ صَوْبٌ مصدر (باب نصر) سے مشتق ہے اور فَيْعِلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی بارش یا مینہ برسانے والا بادل ہیں۔

صَيِّبٌ سے پہلے مضاف محذوف ہے ای اَصْحَابِ صَيِّبٍ۔ تقدیر کلام یوں ہوگی: اَوْ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ اَصْحَابِ صَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ یا پھران کی مثال آسمانی بارش والوں کی سی ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ: منافقوں کو دونوں قصوں سے تشبیہ دینا برابر ہے)

السَّمَآءِ۔ (سموّ مادہ) ہر شے کے بالائی حصہ کو سَمَآءٌ کہا جاتا ہے جس طرح اَرْض بول کر کسی چیز کا نیچے کا حصہ مراد لے لیتے ہیں۔ جیسے شاعر نے گھوڑے کی صفت میں کہا ہے، ؎

وَاَحْمَرُ كَالدِّيْبَاجِ اَمَّا سَمَاؤُهٗ - فَرَيَّا وَاَمَّا اَرْضُهٗ فَمَحُوْلُ

(وہ دیبا کی طرح سُرخ ہے اس کا بالائی حصہ موٹا اور گداز ہے۔ اور اس کا زیریں حصہ (یعنی ٹانگیں) لاغر اور سخت ہے)

بعض نے کہا ہے کہ یہ اسمائے نسبیہ سے ہے کہ ہر سماء اپنے ماتحت کے لحاظ سے سَمَاءٌ ہے لیکن اپنے مافوق کے لحاظ سے اَرْضٌ ہے۔ بجز سماء علیا (فلک الافلاک) کے کہ وہ ہر لحاظ سے سَمَاءٌ ہی ہے اور کسی کے لئے ارض نہیں بنتا۔

نیز بارش کو بھی سَمَاء کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی اوپر سے آتی ہے۔ بادل اور آسمان مراد لینا بھی ممکن ہے آیت ہذا میں مراد بادل ہے۔

فِيْهِ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع صَيِّبٌ ہے یا سَمَآءٌ کیونکہ لفظ سماء مذکر و مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے (۱) وَالسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ (۷۳: ۱۸) اور جس سے آسمان پھٹ جائیگا (مذکر) (۲) اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (۸۲: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ (مؤنث)

ظُلُمٰتٌ۔ جمع ہے ظُلْمَةٌ کی تاریکیاں۔ اندھیرے۔

رَعْدٌ۔ گرج کو کہتے ہیں۔ مثلاً بولا جاتا ہے رَعَدَتِ السَّمَآءُ وَبَرَقَتْ۔ بادل گرجا اور چمکا۔

بَرْقٌ۔ بادلوں میں پیدا ہونے والی چمک۔ ملاحظہ ہو رَعْدٌ۔ متذکرہ بالا۔

يَجْعَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ جَعْلٌ (باب فَتَحَ) مصدر۔

جَعَلَ۔ یہ لفظ ہر کام کرنے کے لئے بولا جا سکتا ہے اور فَعَلَ۔ صَنَعَ کی بہ نسبت عام ہے، یہ پانچ طرح پر استعمال ہوتا ہے۔

(۱) بمعنی صَارَ وَطَفِقَ۔ اس صورت میں یہ متعدی نہیں ہوتا۔ مثلاً جَعَلَ زَيْدٌ يَقُوْلُ كَذَا۔ زید یوں کہنے لگا۔

(۲) بمعنی اَوْجَدَ۔ (یعنی ایجاد کرنا۔ پیدا کرنا) جیسے وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (۶: ۱) اور اندھیرے اور روشنی بنائی۔

(۳) ایک شے کو دوسری شے سے پیدا کرنا اور بنانا۔ مثلاً وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (۴۲: ۱۱) اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے۔ اور وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا (۱۶: ۸۱) اور تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔

(۴) بمعنیٰ تصییر۔ یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنا۔ جیسے قرآن میں ہے اَلَّذِی جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (۲: ۲۲) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔

(۵) کسی چیز پر کسی چیز کے ساتھ حکم لگانا۔ عام اس سے کہ وہ حکم حق ہو یا باطل۔ حق کی مثال اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ہ (۲۸: ۷) ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور پھر اسے پیغمبر بنا دیں گے باطل کی مثال۔ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ (۱۶: ۵۷) اور یہ لوگ خدا کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔

اَصَابِعَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ، ان کی انگلیاں اِصْبَعٌ کی جمع۔

اٰذَانِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے کان۔ اُذُنٌ کی جمع۔

مِنَ الصَّوَاعِقِ۔ جار مجرور مل کر اپنے فعل يَجْعَلُوْنَ کے متعلق ہے۔ اَلصَّوَاعِقِ جمع الصَّاعِقَةُ کی۔ کڑک، بجلی کی کڑک، صَاعِقَةٌ یا تو صَعِقَ يَصْعَقُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے جس کے معنیٰ بے ہوش ہونے کے ہیں۔ یا صَعِقٌ سے بمعنی مذکر اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ اور آواز رعد کی صفت ہے یا خود رعد کی صفت ہے اخیر صورت میں ۃ اس میں مبالغہ کے لئے ہوگی۔

حَذَرَ الْمَوْتِ ط مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر اپنے فعل يَجْعَلُوْنَ کا مفعول لہٗ ہیں۔ موت کا ڈر، موت کے ڈر سے، یعنی بجلی کی کڑک کے باعث موت کے خوف سے اپنی انگلیاں کانوں میں دے لیتے ہیں۔

مُحِيْطٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر قیاسی اِحَاطَةٌ۔ مصدر (باب افعال) حوط۔ مادّہ۔ ہر طرف سے احاطہ کر لینے والا ہر طرف سے گھیر لینے والا۔ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ۔ جملہ معترضہ ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ۔ يَكَادُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قریب ہے۔ كَادَ۔ يَكَادُ۔ كَوْدٌ۔ مصدر (باب سمع) افعال مقاربہ میں سے ہے۔ اگرچہ یہ فعل تامّہ ہے لیکن استعمال میں اس کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے۔ جس کے واقع ہونے کے قرب کو كَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے آیت ہذا میں: يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو اچک لے۔ نیز ملاحظہ ہو (۲: ۷۱)

يَخْطَفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ خَطْفٌ مصدر (باب سَمِعَ) اچک لے۔ جھپٹ لے جائے، بَازٍ مُّخْطِفٌ۔ باز جو اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ۔ جملہ مستانفہ ہے۔ گویا کہ کوئی پوچھتا تھا کہ اس کڑک میں ان کا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ گویا بجلی کی چمک سے وہ اندھے ہی ہو جاویں گے۔

كُلَّمَا۔ جب کبھی۔ کلمہ شرط ہے۔ یہ لفظ مرکب ہے کُلٌّ اور مَا سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلٌّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے ۔ کُلَّمَا کے بعد اکثر فعل ماضی آتا ہے۔ جیسے آیت ہذا میں كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ آیا ہے یا جیسے قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے۔ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ (۷:۷۱) جب بھی میں نے ان کو بلایا۔ یا جیسے كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۔ (۳:۳۷) حضرت زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے۔ وغیرہ۔

اَضَآءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِضَاءَةٌ (انعال) مصدر، اس نے روشن کیا۔ ضَوْءٌ مادّہ ، الضَّوْءُ۔ کے معنی نور اور روشنی کے ہیں۔ ضَآءَتِ النَّارُ۔ آگ روشن ہوگئی۔ فعل میں ضمیر فاعل کا مرجع اَلْبَرْقُ ہے۔ اس میں مفعول محذوف ہے ای اضاء الصراط لهم جب بجلی کی روشنی ان کے لئے راستہ کو روشن کرتی ہے۔ مَشَوْا فِيْهِ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مَشْيٌ (باب ضَرَبَ) سے مصدر فِيْهِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الصراط (محذوف) کے لئے ہے۔ اَظْلَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِظْلَامٌ (انعال) کا مصدر، اس نے اندھیرا کیا۔ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ وہ ان پر اندھیرا کرتا ہے، یعنی جب ان پر اندھیرا طاری ہو جاتا ہے (برق کے نہ چمکنے سے)

لَوْ۔ حرف شرط ہے۔ اگر۔ حرف تمنا میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کاش۔

شَآءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مَشِيَّةٌ (باب سمع) سے مصدر۔ چاہنا۔ ارادہ کرنا۔ شَآءَ۔ اصل میں شَيِئَ۔ (سَمِعَ) تھا۔ یَ متحرک ماقبل مفتوح۔ اس لئے یَ کو الف سے بدل دیا گیا۔ شَآءَ ہوگیا۔ اس نے ارادہ کیا۔ اس نے چاہا۔ لَوْشَآءَ اللّٰهُ۔ اگر خدا چاہے۔ اگر خدا چاہتا۔

لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ۔ لام جزا میں تاکید کے لئے ہے بَ تعدیہ کا ہے سَمْعِ ۔ اَلسَّمْعُ کے معنی قوت سامعہ کے ہیں لیکن کبھی بطور مصدر بمعنی سننا۔ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی اس سے خود کان بھی مراد ہوتے ہیں۔ آیت ہذا میں قوت سامعہ مراد لی گئی ہے (یعنی اگر اللہ چاہتا) تو ان کی سننے کی قوت کو لے جاتا یا زائل کر دیتا۔

کان کے معنی میں بھی آیا ہے۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ۔ (۲:۷) اور بطور مصدر اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ۔ (۲۶:۲۱۲) اور وہ (وحی کے) سننے سے محروم کئے جا چکے ہیں۔

وَاَبْصَارِهِمْ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ای لَذَهَبَ بِاَبْصَارِهِمْ۔ اور لے جاتا۔ یا زائل کر دیتا ان کی قوتِ بینائی کو، یا ان کی آنکھوں کو، اَبْصَار۔ بمعنی آنکھیں (۲:۷) میں مستعمل ہے: وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔

قَدِیْرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قَدِیْرٌ۔ اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے مطابق جو کچھ چاہے کرے۔ اسی لئے اللہ کی ذات کے سوا کسی مخلوق کو قَدِیْر نہیں کہہ سکتے۔

۲:۲۱ اُعْبُدُوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، عِبَادَۃٌ وَعُبُوْدَۃٌ مصدر (باب نصر) تم بندگی کرو، تم عبادت کرو

لَعَلَّکُمْ۔ لَعَلَّ کی اصل وضع امید یا اندیشہ کے لئے ہے لیکن جس چیز کی امید کی جائے اس کا ممکن ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے لَعَلَّ الشَّبَابَ یَعُوْدُ۔ کہنا غلط ہے کیونکہ جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں فرعون کا جو قول لَعَلِّیْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ (شاید میں آسمانی اسباب تک پہنچ جاؤں) آیا ہے۔ (حالانکہ اس کا آسمان تک پہنچنا ناممکن تھا) اس کی یہ دو وجوہات دی گئی ہیں۔

(۱) اس کی جہالت کہ وہ جانتا ہی نہ تھا کہ آسمان کہاں ہے اور یہ کہ اس کا وہاں تک پہنچنا ناممکن ہے۔

(۲) فرعون اہل دربار کو دھوکہ دینا چاہتا تھا۔ وہ فریب کے ساتھ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اس کے لئے آسمان تک پہنچنا ممکن ہے۔

اگرچہ لَعَلَّ امید اور اندیشہ کے معنی ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے لیکن جب اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو اس کے معنیٰ میں قطعیت آجاتی ہے۔ کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشہ کے معنی مراد لینا صحیح نہیں۔

لَعَلَّکُمْ: شاید کہ تم۔ امید ہے کہ تم۔

تَتَّقُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر، اِتِّقَآءٌ (افتعال) مصدر۔ تم بچتے ہو۔ تم پرہیز کرتے ہو۔ تم پرہیزگار ہوتے ہو۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ شاید کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

اَلَّذِیْ۔ اسم موصول۔ رَبَّکُمْ کے لئے ہے۔

فِرَاشًا۔ جس کو بچھایا جاتا ہے۔ یعنی بستر

بِنَآءً۔ چھت، عمارت، جو چیز بنائی جائے۔ بناء کہلاتی ہے۔

اَلْاَرْضَ ۔ جعل۔ کا مفعول اول ہے فِرَاشًا مفعول ثانی، دونوں مل کر معطوف علیہ ہوئے السمآء بِنَآءً کے۔ واؤ عاطفہ ہوا۔ اَلسَّمَآءَ مفعول اول اور بِنَآءً مفعول ثانی۔ دونوں مل کر معطوف جملہ سابقہ کے معطوف علیہ معطوف مل کر مفعول اول و دوم ہوئے جَعَلَ کے جعل فاعل اور دونوں مفعول سلہ ہوئے اَلَّذِیْ کا۔

رِزْقًا۔ روزی، رزق، اَخْرَجَ کا مفعول ہے۔

اَنْدَادًا۔ مفعول ہے لَا تَجْعَلُوْا کا۔ بمعنی مقابل، برابر، نِدٌّ کی جمع ہے۔ نِدّ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ یہ جملہ حالیہ ہے۔ یہ حال ہے لا تجعلوا کی ضمیر سے۔

(۲:۲۳) اِنْ كُنْتُمْ - اِنْ شرطیہ ہے۔

رَيْبٍ - رَابَ - يُرِيْبُ - رَيْبٌ (باب ضَرَبَ) کا مصدر ہے بمعنی شک میں ڈالنا۔ اَرَابَ يُرِيْبُ اِرَابَةً (باب افعال) سے بھی شک میں ڈالنا کے معنی آتے ہیں، ریب۔ اس شک یا وہم کو کہتے ہیں جس کا بعد میں ازالہ ہو جاتے۔ جیسے آیت ہذا۔ یا اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ من البعث (۲۲: ۵) اگر تم کو قیامت کے دن پھر جی اٹھنے میں کسی طرح کا شک ہو۔

رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ (۵۲: ۳۰) گردش زمانہ، زمانہ کے حوادث کہ ان کے وقوع میں شک رہتا ہے کہ کب وقوع پذیر ہو جاویں۔

مِمَّا۔ مِنْ اور مَا سے مرکب ہے مِنْ جار ہے اور مَا موصولہ ہے۔ اس کا صلہ اگلا جملہ نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا ہے۔ نَزَّلْنَا۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ تَنْزِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ تَنْزِيْلٌ۔ کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنا۔ اور اِنْزَالٌ کے معنی ہیں یکبارگی نازل کرنا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (۹۷: ۱) بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا ہے۔ یعنی اس شب میں یہ کلام لوح محفوظ سے بیت المعمور تک یکبارگی نازل ہوا۔ اور وہاں سے دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حسب ضرورت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہوتا رہا

فَاْتُوْا: ف۔ جزائیہ ہے (جواب شرط میں) اِئْتُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتْيَانٌ مصدر۔ اَتٰى۔ يَاْتِيْ اِتْيَانٌ (باب ضَرَبَ) ا ت ی۔ مادہ۔ ب کے صلہ کے ساتھ۔ تو لاؤ تم۔

سُوْرَةٍ: سورت (ملاحظہ ہو ابتداء سورۃ الفاتحہ) یہاں سورۃ سے مراد ایک سورۃ کی مقدار ہے (جو کم از کم تین آیات پر مشتمل ہو) نہ کہ فرد سورۃ مراد ہے۔

مِنْ مِّثْلِهٖ۔ یہ سورت کی صفت ہے یعنی قرآن کی سورتوں جیسی کوئی سورت لے آؤ۔ جو بلاغت اور حسن نظم میں قرآن کی سورتوں جیسی ہو۔ اس صورت میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اور مثلہ کی ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا نَزَّلْنَا ہے (یعنی قرآن مجید)

فائدہ - یہ امر، امر تعجیز ہے کہ مخاطب ایسا کرنے سے عاجز رہیگا۔ خود قرآن مجید میں اور جگہ ارشاد ہے۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (۱۷: ۸۸)

کہہ دو، اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں۔ تو اس جیسا نہ لاسکیں گے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

ادعُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر دعوۃٌ مصدر (باب نصر) تم بلاؤ۔
مِنْ دُوْنِ اللہِ ۔ مِنْ حرف جار۔ دُوْنِ اللہِ ۔ مضاف، مضاف الیہ مل کر مِنْ جار کا مجرور۔ دُوْنَ معنی ورے سوائے ۔ جو کسی شے سے چھوٹا اور قاصر ہو وہ دُوْنَ کہلاتا ہے اصل میں دُوْنَ کے معنیٰ پاس اور قریب جگہ کے ہیں ۔ اور اسی لئے کتابوں کے تصنیف کرنے کو تدوین کہتے ہیں کہ ایک مضمون کو دوسرے مضمون کے قریب اور متصل پاس کیا جاتا ہے پھر بطور مجاز کے رتبہ میں بھی اس لفظ کا استعمال ہونے لگا۔ مثلاً زید دُوْنَ عَمرٍو ۔ زید عمرو سے کم رتبہ ہے اسی لئے حقیر چیز کو دُوْنَ یا دَنِیٌّ کہتے ہیں ۔ اس عالم کو کہ حقیر اور ذلیل ہے دُنیا (مؤنث کا صیغہ) کہتے ہیں ۔ یا اس لئے کہ قریب اور پاس ہے اور آخرت عالم بعید ہے ۔ پھر اس میں بھی وسعت دی گئی ہے اور اس کلمہ کا ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری کو اختیار کرنے پر اطلاق ہوا ۔ اور لفظ غیر کے بمعنیٰ ہو گیا ۔ اس مقام پر یعنی آیت ہذا میں) اس کے معنی غیر کے ہیں یعنی خدا کے غیر اور اس کے سوا ۔ (تفسیر حقانی)

اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ جملہ شرطیہ ہے ۔ جواب شرط محذوف ہے ۔ ای فَافْعَلُوْا تو کر دیکھو۔

(۲ : ۲۴) فَاِنْ ۔ ف ۔ عاطفہ ہے ۔ اِنْ شرطیہ ۔ لَمْ تَفْعَلُوْا ۔ فعل مضارع نفی جحد بلَمْ (بمعنیٰ ماضی) تم نہ کر سکے ۔ تم نے نہ کیا ۔

وَ لَنْ تَفْعَلُوْا (اور ہرگز نہ بنا سکو گے) یہ جملہ معترضہ ہے لن تفعلوا ۔ مضارع نفی تاکید بلَنْ ۔ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ ۔ فَ جزائیہ ہے ، جملہ جواب شرط ہے (جزائیہ) اِتَّقُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ، اتقاء (افتعال) مصدر ۔ تم ڈرو ، تم بچو ، تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

وقُوْد ۔ ایندھن جس سے آگ جلائی جاتی ہے ۔ وَقَدَ یَقِدُ (باب ضرب) آگ کا سلگنا ۔ باب افعال سے اَوْقَدَ یُوْقِدُ آگ جلانا ۔ روشن کرنا ۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۔ النَّار کے لئے ہے

اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ۔ جملہ خبریہ ہے اور النَّارَ سے موضع حال میں ہے اُعِدَّتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب ۔ اِعْدَادٌ (باب افعال) سے مصدر ۔ وہ تیار کی گئی ۔ ع د د ۔ مادّہ ۔

(۲ : ۲۵) وَبَشِّرِ ۔ فعل امر ۔ واحد مذکر حاضر تَبْشِیْر (تفعیل) سے مصدر ۔ تو خوشخبری دے ، تو بشارت دے ۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ صلہ اور موصول مل کر جملہ ۔ فعل بَشِّرْ کا مفعول ہے ۔
اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ۔ یہ جملہ اپنے فعل بَشِّرْ کے متعلق ہے ۔ اس کی اپنی ترکیب یہ ہے ۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل جَنّٰتٍ موصوف ۔ تجری من تحتھا الانھر جملہ فعلیہ ہو کر جَنّٰتٍ کی صفت ۔ موصوف صفت مل کر اَنَّ کا اسم ۔ لَھُمْ ۔ اَنَّ کی خبر ۔

ترجمہ:۔ کہ ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔
(۱) نہریں ان باغوں کے نیچے زیرزمین بہتی ہیں۔ اور درختوں کی جڑیں ان سے مطلوبہ نمی حاصل کرتی ہیں اصل عبارت تَحْتَ اَشْجَارِھَا ہے۔ مضاف حذف کر دیا گیا ہے۔ اور مضاف الیہ اس کا قائمقام بنایا گیا ہے۔ یعنی باغات کے درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جیساکہ عام طریقہ آبپاشی ہے۔
(۳) تَحْتِھَا بمعنی تَحْتَ اَوَامِرِ اَھْلِھَا۔ یعنی ان باغات میں نہریں ہیں جو باغات میں رہنے والوں کے حکم کے تحت چلتی ہیں۔ انہی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِہٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ۔ (۴۳ : ۵۱)
اور فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر کہا اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں اور کیا یہ نہریں میرے (حکم کے) تحت نہیں بہہ رہیں۔
(۴) یہ نہریں نہ صرف باغات کی آبپاشی کی ضروریات کے لئے ہوں گی۔ ان کی دیگر صفات بھی قرآن میں مذکور ہیں۔ مثلاً:۔
(۱) فِیْھَا اَنْھٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ (۴۷ : ۱۵) (جنت) میں پانی کی نہریں ہیں جو بو نہیں کریگا۔
(۲) وَاَنْھٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُہٗ (ایضاً) اور دودھ کی نہریں جس کا مزہ نہیں بدلے گا۔
(۳) وَاَنْھٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ۔ (ایضاً) اور شراب کی نہریں جو پینے والوں کے لئے (سراسر) لذت ہیں۔
(۴) وَاَنْھٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی (ایضاً) اور شہد مصفیٰ کی نہریں ہیں۔
جَنّٰتٍ جمع ہے جَنَّۃٍ کی، جنتیں، بہشتیں۔ باغات۔ یہ مشتق ہے اَلْجَنُّ (باب نصر) سے جس کے اصل معنیٰ کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْہِ الَّیْلُ (۶ : ۷۶) جب رات نے ان کو (اپنے پردہ تاریکی سے) چھپالیا۔ اَلْجَنَّۃُ۔ ہر وہ باغ جس کی زمین درختوں کی وجہ سے نظر نہ آئے۔ بہشت کو جنت یا تو دنیوی باغات سے تشبیہ دے کر کہا گیا ہے۔ اگرچہ دونوں میں بُعدِ بعید ہے۔ اور یا اس لئے کہ بہشت کی نعمتیں ہم سے مخفی رکھی گئی ہیں۔ جیساکہ فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ (۳۲ : ۱۷) کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ جَنّٰتٍ بوجہ اسم اَنَّ ہونے کے منصوب ہے بسبب جمع مؤنث سالم کے نصب تابع جر کے آئی ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:۔
جنّٰتٍ: جمع لانے کی وجہ یہ ہے کہ بہشت سات ہیں (۱) جنت الفردوس (۲) جنت عدن

(۳) جنت النعیم (۴) دار الخلد (۵) جنت الماویٰ (۶) دار السلام (۷) علیین۔

تَجْرِیْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ جَرْیٌ وَجَرَیَانٌ (باب ضَرَبَ) سے مصدر۔ وہ بہتی ہے، وہ جاری ہے (یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔

تَحْتِھَا۔ مضاف، مضاف الیہ، تَحْتِ بمعنی نیچے۔ اسم ظرف ہے یہ فوقٌ کی ضد ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَنّٰتٍ کے لئے ہے۔

کُلَّمَا۔ جب بھی۔ جس بار بھی۔ یہ لفظ مرکب ہے کُلَّ اور مَا سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلَّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے یا اسم نکرہ ہے بمعنی وقت کے، اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے

مِنْھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنّٰتٍ ہے۔

رِزْقًا۔ رُزِقُوْا کا مفعول بہ ہے، جب بھی ان کو ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائے گا۔

کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْھَا مِنْ ثَمَرَۃٍ رِّزْقًا۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اور اگلا جملہ قَالُوْا ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ جواب شرط ہے۔

ھٰذَا کا اشارہ نوع رزق کی طرف ہے اور اَلَّذِیْ رُزِقْنَا سے قبل مِثْلَ محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ ھٰذَا مِثْلُ الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ یہ پہلے رزق کی مثل ہے لفظ مثل تشبیہ بلیغ کرنے کے لئے حذف کر دیا گیا۔ گویا یہ دوسری دفعہ کا میوہ بعینہٖ پہلا ہی ہے۔

مِنْ قَبْلُ۔ سے مراد دنیا کے میوے ہیں یا بہشت کے میوے جو کہ صورۃً سب یکساں نظر آئیں گے۔ لیکن ذائقہ اور لذت میں مختلف۔

قَبْلُ۔ ظرف زمان اور ظرف مکان ہر دو طرح مستعمل ہے۔ بَعْدُ کی ضد ہے اضافت اس کو لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئے تو ضمہ پر مبنی ہوگا جیسے آیت ہذا میں ہے۔

اُتُوْا بِہٖ۔ اُتُوْا۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِتْیَانٌ۔ مصدر (باب ضرب) بآ کے صلہ کے ساتھ بمعنی لانا۔ ان کے پاس لایا جائے گا۔ (ماضی بمعنی مستقبل) ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب۔ رُزِقُوْا کی طرف راجع ہے۔

مُتَشَابِھًا۔ اسم فاعل واحد مذکر، منصوب، اَلتَّشْبِیْہُ، اَلشَّبَہُ، اَلشِّبْہُ۔ کے اصل معنی مماثلت بلحاظ کیف کے ہیں۔ اس کا استعمال ان چیزوں میں ہوتا ہے جو اندرونی یا بیرونی کیفیت میں ایک جیسی ہوں مثلاً رنگ۔ شکل، انصاف۔ ظلم۔ وغیرہ۔ اگر دو چیزیں محض ایک ہی طرح کی ہوں۔ تو ایک چیز دوسری چیز کی شبیہ کہلائے گی۔ لیکن اگر حسی یا معنوی تماثل اتنا گہرا ہو کہ دونوں چیزوں میں امتیاز نہ ہو سکے۔ تو

اس کو شُبْهَةٌ کہاجائے گا۔ پس مُتَشَابِهًا (باہم ملتا جلتا۔ ایک دوسرے کی مانند) کا مطلب یہ ہے کہ (اور) ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دیئے جائیں گے۔ جو اصل اور مزہ میں مختلف ہونے کے باوجود۔ رنگت اور شکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے (راغب) وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا جملہ معترضہ ہے

أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ۔ موصوف، صفت، أَزْوَاجٌ، زَوْجٌ کی جمع ہے بمعنی جوڑے ہم مثل چیزیں اقران حیوانات کے جوڑے میں سے نر ہو یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حیوانات میں ہر اس شئے کو جو دوسری شئے کے قرین ہو۔ خواہ مماثل ہو یا متضاد زوج کہتے ہیں۔

یہاں آیت میں ازواجٌ سے مراد بیبیاں، عورتیں، مراد ہیں۔

مُطَهَّرَةٌ ۔ تَطْهِيرٌ (تفعیل) مادہ طہر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے، پاک کی ہوئی، پاکیزہ، ازواج مطھرۃ۔ پاکیزہ بیبیاں۔

وَهُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ٥ واؤ حالیہ ہے هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۔ جملہ اسمیہ ہے اور لَهُمْ سے حال ہے اور حال یہ ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فِيهَا ۔ ای فِي جَنّٰتٍ ۔ خٰلِدُوْنَ ۔ خُلُوْدٌ ۔ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ کسی شئے کے بربادی سے بچنے اور اپنی اصلی حالت پر باقی رہنے کا نام خُلُوْدٌ ہے۔ اسی بناء پر اہل عرب عام طور پر خلود کا استعمال اس چیز کے لئے کرتے ہیں جو دیرپا ہو۔ اور اس میں تغیّر و فساد مدت کے بعد پیدا ہو۔

۲: ۲۶) لَا يَسْتَحْيِيْ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ استحیاءٌ (استفعال) سے مصدر۔ وہ نہیں جھجکتا وہ نہیں شرماتا۔ وہ نہیں جھینپتا۔

اَنْ يَّضْرِبَ : اَنْ مصدریہ ہے۔ يَضْرِبَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ہے۔ کہ وہ بیان کرے۔

مَثَلًا مَّا ۔ مَثَلًا ۔ مفعول ہے فعل يَضْرِبَ کا۔ مَا ۔ ابہامیہ ہے جو نکرہ کے ابہام کو زیادہ کرتا ہے۔ کوئی سی مثال۔ جیسے کہتے ہیں اَعْطِنِيْ كِتَابًا مَّا (ای اَیَّ کتابًا) مجھے کوئی سی کتاب دیدو۔

بَعُوْضَةً ۔ واحد اس کی جمع بَعُوْضٌ ہے بمعنی مچھر، یہ بَعْضٌ سے مشتق ہے۔ چونکہ حیوانات کی نسبت اس کا جسم ذرا سا ہوتا ہے اس لئے اس کو بَعُوْضَةً کہنے لگے۔ یہ مَثَلًا کا عطف بیان ہے۔

فَمَا فَوْقَهَا ۔ فاء عطف کے لئے ہے۔ مَا موصولہ، اور فَوْقَهَا مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ، موصول وصلہ مل کر معطوف ہے بَعُوْضَةً معطوف علیہ کا۔ یا وہ بیان کرے مثال اس سے کسی بڑی شئے کی۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ

فاء تعقیبیہ ہے اَمَّا شرطیہ تفصیلیہ ہے۔ (اَمَّا وہ حرف ہے کہ جو کسی امر مجمل کی تفصیل کے لئے آتا ہے اور اس میں شرط کے معنی بھی پائے جاتے ہیں اس لئے اس کے جواب میں فاء آتی ہے۔ اس کے بعد جو اسم آتا ہے اس کو

مبتدا، اور جس پر فآء داخل ہوتی ہے اس کو خبر کہتے ہیں، پس اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا موصول وصلہ مل کر مبتدا اور فَیَعْلَمُوْنَ .... مِنْ رَّبِّھِمْ (تمام ترکیبی تفصیلات کے ساتھ) اس کی خبر ہوئی۔

اَنَّہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَثَلًا کے لئے ہے۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا ط اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا..... الخ پر ہے۔ جملہ سابقہ کی طرح اَمَّا شرطیہ تفصیلیہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ مبتدا متضمن بمعنٰی شرط ہے۔ باقی جملہ اپنی تمام تفصیلات ترکیبی کے ساتھ خبر ہے اپنے مبتدا کی۔

(مَا استفہامیہ ذَا بمعنی اَلَّذِیْ۔ اور جملہ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا ط مقولہ ہے اپنے قول کا)

ترجمہ: اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں اس مثال سے خدا کی مراد ہی کیا ہے؟

یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا۔ معطوف علیہ ومعطوف مل کر جملہ مستانفہ (اپنا جملہ ہے) یا جواب ہے مَاذَا کا یا ان دونوں جملوں کا۔ کہ جن کے ابتدا میں اَمَّا ہے) بیان ہے۔

الفٰسِقِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ اَلْفَاسِقُ۔ واحد۔ فَسَقَ یَفْسِقُ (باب ضَرَبَ) فَسَقَ یَفْسُقُ (باب نَصَرَ) فِسْقٌ وَفُسُوْقٌ مصدر۔ فِسْقٌ کے معنی نکلنے کے ہیں۔ عرب بولتے ہیں فَسَقَ الرُّطَبُ عَنْ قِشْرِہٖ: چھوہارہ اپنے چھلکے سے باہر نکل آیا۔ عرف شرع میں فسق خدا کی فرمانبرداری سے گناہ کر کے خارج ہونے کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ ط (۱۸:۵۰) اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا پس اپنے پروردگار کے حکم سے باہر نکل گیا۔

شرع میں فسق کے تین درجے ہیں (۱) تغابی۔ باوجودیکہ گناہ کو برا سمجھتا ہے مگر کبھی خواہش نفسانی سے اس کا مرتکب ہوجاتا ہے (۲) انہماک یعنی گناہ کرنے کی عادت کرلے اور کچھ پرواہ نہ کرے (۳) جحود۔ یہ کہ گناہ کو اچھا جان کر عمل میں لاوے۔ اور خدا اور رسول کے فرمان کی کچھ حقیقت نہ سمجھے۔ اس تیسرے درجے میں انسان کافر ہوجاتا ہے۔

(۲-۲۷) یَنْقُضُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ نَقْضٌ مصدر (باب نَصَرَ) وہ توڑتے ہیں۔

مِیْثَاقِہٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْمِیْثَاقُ۔ اس عہد کو کہتے ہیں جو قسموں کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہو، اسم۔ واحد مذکر۔ اس کی جمع مواثیق ہے۔ بمعنٰی عہد۔ اَوْثَقَ یُوْثِقُ (باب افعال) رسی سے مضبوط باندھنا۔ زنجیر میں جکڑنا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَلَا یُوْثِقُ وَثَاقَہٗٓ اَحَدٌ (۸۹-۲۶) اور نہ کوئی ایسا جکڑنا جکڑے گا: اور وَثِقَ یَثِقُ (ضَرَبَ) وُثُوْقٌ.... بِفُلَانٍ۔ اعتبار کرنا، بھروسہ کرنا۔ ثِقَۃٌ قابل بھروسہ آدمی۔

ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عہد ہے۔ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ اس (عہد) کو پختہ اور مضبوط باندھنے کے بعد

یَقْطَعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب، قَطْعٌ مصدر باب فتح ۔ وہ کاٹتے ہیں ۔

مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ ۔ مَا ۔ موصولہ ۔ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ اَنْ یُّوْصَلَ ۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ۔ اَنْ مصدریہ ہے ۔ یُوْصَلَ مضارع مجہول واحد مذکر غائب ۔ اِیْصَالٌ (افعال) مصدر بمعنی جوڑا جانا ۔ اَنْ یُّوْصَلَ کہ اس کو جوڑا جائے ۔ مطلب یہ کہ جس چیز کے لئے اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو قطع کرتے ہیں (مثلاً صلہ رحمی)

اَلْخٰسِرُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر ۔ گھاٹا پانے والے ۔ نقصان اٹھانے والے ۔ خُسْرٌ و خُسْرَانٌ مصدر (باب سمع) سے ۔

(۲ : ۲۸) کَیْفَ حرف استفہام ہے ۔ کیسے، کیونکر، کس طرح ۔ یہاں سوال سے مقصود کفار کی جرأت انکار پر استعجاب ہے یا برائے زجر و توبیخ آیا ہے ۔ کَیْفَ کا استعمال قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی آیا ہے سیاق ہمیشہ توبیخ و تنبیہ ہی رہا ہے ۔

وَكُنْتُمْ ..... الخ ۔ جملہ حالیہ ہے ۔ جملہ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ سے حال ہے (توجیہہ کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر حقانی آیۃ ہذا)

الف : كُنْتُمْ اَمْوَاتًا ۔ (حالانکہ) تم بے جان تھے ۔ پیدائش سے پہلے، صلب پدر میں تشکیل سے پہلے ۔

ثُمَّ ۔ حرف عطف ہے ما قبل سے ما بعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو ۔ مثلاً ۔ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِہٖ (۱۰ : ۵۱) کیا جب وہ آواقع ہو گا تب اس پر ایمان لاؤ گے ۔

یا یہ متاخر ہونا رتبہ یا مرتبے کے لحاظ سے ہو ایسے موقع پر اس کے معنی ہوتے ہیں : اس سے بھی بڑھ کر مثلاً اگلی ہی آیت (۲ : ۲۹) میں ارشاد ہوتا ہے ۔ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ اس کے معنیٰ یہ ہیں (اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ) وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں سات آسمان درست کر کے بنا دیئے ۔ زمین و مافیہا کی خلقت کے بعد آسمانوں کی تخلیق کا ذکر مؤخر الذکر کی عظمت و تفضل کے لئے ہے ۔ ورنہ قرآن مجید میں آسمانوں کے بنائے جانے کے بعد زمین کا بنایا جانا صاف ظاہر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰھَا (۷۹ : ۳۰) اور اس کے بعد اس نے زمین کو پھیلایا ۔

تراخی فی المرتبہ کی دوسری مثال وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ (۷) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (۸) ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (۹) (۳۲ : ۷-۹) اور اس نے انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا ۔ پھر اس کی نسل خلاصے سے (یعنی) حقیر پانی

سے پیدا کیا۔ پھر اس کو درست کیا۔ پھر اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔ اس میں تراخی فی الوقت بھی ہے۔

تراخی فی المرتبہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شعر ہے۔

فَعَارٌ ثُمَّ عَارٌ ثُمَّ عَارٌ — شِقَاءُ الْمَرْءِ مِنْ اَكْلِ الطَّعَامِ۔

شرم کی بات ہے۔ بہت ہی شرم کی بات ہے بہت ہی شرم کی بات ہے۔ کہ آدمی کھانا کھاکر بیمار ہو جائے یا متاخر ہونا وقت کے لحاظ سے ہو۔ مثلاً ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ٥ (۲: ۵۲) پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کر دیا تاکہ تم شکر کرو،

ثُمَّ عام طور پر تراخی وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی پھر۔ اس کے بعد۔

(ب) ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ۔ پھر تمہیں مار یگا دنیوی زندگی ختم ہونے پر۔

(ج) ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ۔ پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ یعنی جس دن صور پھونکا جائیگا۔ تو پھر تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

(د) ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ پھر تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے (حساب و کتاب اور سزا و جزاء کے لئے)

تُرْجَعُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَجْعٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔

(۲: ۲۹) ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔

ثُمَّ کی بحث کے لئے آیت (۲: ۲۸) متذکرہ بالا ملاحظہ ہو۔ یہاں تراخی فی المرتبہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اس سے بڑھ کر، مزید برآں۔

اِسْتَوٰى۔ اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ چڑھا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا اِسْتِوَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

اِسْتَوٰى کے جب دو فاعل ہوتے تو اس کے معنی دونوں کے برابر اور مساوی ہونے کے آتے ہیں جیسے لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ (۵۹: ۲۰) اہل دوزخ اور اہل جنت برابر نہیں۔ اور اگر فاعل دو نہ ہوں تو سنبھلنے، درست ہونے، اور سیدھے ہونے کے معنی آتے ہیں جیسے فَاسْتَوٰى (۶) وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى (۷) (۵۳: ۶-۷) پھر سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔ اور وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰى۔ (۲۸: ۱۴) جب وہ پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھل گیا۔ اس صورت میں اِسْتَوٰى کے معنی کسی شے کا اعتدال ذاتی مراد ہے۔

جب اس کا تعدیہ عَلٰى کے ساتھ ہو تو اس کے معنی چڑھنے، قرار پکڑنے اور قائم ہونے کے آتے ہیں جیسے وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ (۱۱: ۴۴) اور وہ (کشتی) جودی پہاڑ پر جا ٹھہری یا جا لگی۔ اور لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ (۴۳: ۱۳) تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو۔

اور جب اس کا تعدیہ اِلیٰ کے ساتھ ہو تو اس کے معنی قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں۔ جیسے آیۃ ہذا میں۔
ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ۔ پھر اس نے قصد کیا آسمان کی طرف۔ پھر اس نے توجہ کی آسمان کی طرف۔
فَسَوّٰھُنَّ۔ فَ نتیجہ کا ہے سَوّٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ تَسْوِیَۃٌ (تفعیل) مصدر اس نے پورا پورا بنایا۔ ھُنَّ۔ ضمیر جمع مؤنث غائب جس کا مرجع السَّمَآءِ ہے۔
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان۔ یہ ھُنَّ کا بدل ہے۔
(۲: ۳۰) وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اِذْ۔ بالعموم بطور اسم ظرفِ زمان مستعمل ہے۔ لیکن بطور ظرف مکان یا حرف مفاجات یا حرفِ مؤکد بھی استعمال ہوتا ہے۔
قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی وَاِذْ آیا ہے تو وہاں لفظ اُذْکُرْ محذوف ہے۔ ای وَاذْکُرْ اِذْ۔ اور آپ ان سے بیان کر دیجئے کہ جب (یا جبکہ۔ جس وقت) آپ کے رب نے فرمایا۔
اَلْمَلٰٓئِکَۃِ۔ مَلْاَکٌ سے جمع ہے، جیسے شَمْئَلٌ کی جمع شَمَآئِلُ ہے اَلْمَلٰٓئِکَۃُ میں ۃ تانیث الجمع کی ہے۔ مَلَکٌ وَ مَلَاکٌ بھی بصیغہ واحد بمعنی فرشتہ ہے
اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً یہ جملہ مقولہ ہے قول قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ کا۔ جَاعِلٌ۔ واحد مذکر اسم فاعل۔ جَعْلٌ سے۔ بنانے والا۔ کرنے والا۔ خَلِیْفَۃً مفعول بہ ہے جَاعِلٌ کا۔ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں، مقرر کرنے والا ہوں۔
خَلِیْفَۃً۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر (خَلِیْفٌ ہے اس لئے اس کی جمع خُلَفَاءُ آتی ہے۔ مگر مبالغہ کے لئے ۃ کو زیادہ کر کے خلیفۃ بنایا گیا ہے۔ اس کے معنی نائب کے ہیں کہ جو پیچھے کام کرے۔ خَلْفٌ سے مشتق ہے
فِیْهَا۔ میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْاَرْضَ کی طرف راجع ہے۔
مَنْ موصولہ ہے۔ جو
یَسْفِکُ الدِّمَآءَ۔ یَسْفِکُ مضارع واحد مذکر غائب۔ سَفْکٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ بہانا۔ الدِّمَآءَ خون۔ واحد دَمٌ۔ مفعول ہے اپنے فعل یَسْفِکُ کا۔ (جو) خون بہائے گا۔ یعنی قتل و خون کریگا۔ خون ریزیاں کریگا۔
نُسَبِّحُ۔ مضارع جمع متکلم۔ تَسْبِیْحٌ مصدر۔ (باب تفعیل) ہم پاکی بیان کرتے ہیں۔ تسبیح خدا تعالیٰ کی جمیع عیوب سے پاکی بیان کرنا ہے، خواہ زبان سے ہو یا دل سے ہو۔ دلالت حال سے بیان کی جاتے
نُقَدِّسُ۔ مضارع جمع متکلم۔ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ تَقْدِیْسٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ تقدیس کے معنیٰ اس تطہیر الٰہی کے ہیں جو آیت وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا (۳۳: ۳۳) میں مذکور ہے (اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے) اس تطہیر کے معنیٰ ازالہ نجاستِ محبوسہ کے نہیں۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم تیرے

سجاآوری میں اشیاء کو پاک وصاف کرتے ہیں۔
مَالَا تَعْلَمُوْنَ ہ مَا موصولہ ہے اور لَا تَعْلَمُوْنَ (مضارع منفی جمع مذکر حاضر) اس کا صلہ۔ جو تم نہیں جانتے ہو۔

(۲: ۳۱) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ (اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے۔ یہاں اسماء سے مراد محض چیزوں کے نام ہی نہیں بلکہ کلمۃ کی انواع ثلٰثہ یعنی مخبر عنہ (اسم) خبر۔ اور رابطہ (حرف) تینوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہٰذا اس آیت میں اسماء سے کلام کی انواع ثلٰثہ۔ ان کی صورتیں بمعہ ان کی ذوات وخصوصیات مُراد ہیں
کُلَّھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے موکد الاسماء کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ سب، تمام، (جملہ تفصیلات)
عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ۔ عَرَضَ عَلٰی دکھلانا، پیش کرنا۔ سامنے کرنا۔ (پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کیا) ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب راجع ہے طرف مسمیات کے جو کہ ضمناً سمجھی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ تقدیر کلام یہ ہے۔ اَسْمَاءَ الْمُسَمَّیَاتِ۔ مضاف الیہ کو حذف کردیا۔
فَقَالَ۔ فَاء عاطفہ ہے قَالَ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔
اَنْبِئُوْنِیْ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ نْ وقایہ۔ اور یْ ضمیر واحد متکلم (مفعول بہٖ اپنے فعل اَنْبِئُوْا کا) اِنْبَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ مجھے بتاؤ۔ مادّہ ن ب و۔
اَسْمَاءِ ھٰٓؤُلَآءِ۔ مضاف مضاف الیہ ھٰٓؤُلَآءِ۔ اسم اشارہ جمع۔ اس کا اشارہ چیزوں کی طرف ہے۔
(۲-۳۲) سُبْحٰنَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تو پاک ہے۔
اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ اِلَّا حرف استثناء۔ مَا موصولہ عَلَّمْتَنَا فعل فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ موصول وصلہ مل کر مستثنیٰ اپنے مستثنیٰ منہ (عِلْمَ) کا (ہمیں تو کچھ علم نہیں) مگر وہی جو تو نے ہمیں علم دیا۔
اَلْعَلِیْمُ بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔
اَلْحَکِیْمُ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے حکمت والا۔
(۲: ۳۳) مَا تُبْدُوْنَ۔ مَا موصولہ تُبْدُوْنَ جملہ فعلیہ ہو کر اس کا صلہ۔ تُبْدُوْنَ تم ظاہر کرتے ہو۔ تم ظاہر کرو گے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِبْدَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی نمایاں طور پر ظاہر کرنا۔ یا ظاہر ہونا۔ بدء۔ مادّہ
کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ ہ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر، تم چھپاتے تھے۔ کِتْمَانٌ۔ کَتْمٌ (باب نصر)۔ چھپانا۔ پوشیدہ کرنا۔

(۲-۳۴) وَاِذْ قُلْنَا۔ ملاحظہ ہو (۲: ۳۰)
اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ: یہ جملہ مقولہ ہے قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ کا۔ اُسْجُدُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، سُجُوْدٌ

باب نصر سے مصدر تم سجدہ کرو

اِبْلِیْسُ شیطان کا نام ہے بوجہ معرفہ وعجمہ کے غیر منصرف ہے۔ بعض نے اسے اِبْلَاسٌ (اِفْعَالٌ) بمعنی سخت ناامیدی کے باعث غمگین ہونا سے مشتق کہا ہے۔

اَبٰی۔ ماضی، واحد مذکر غائب۔ اِبَاءٌ (باب ضَرَبَ و فتح) مصدر اس نے سختی سے انکار کیا۔

اِسْتَکْبَرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسْتِکْبَارًا (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر اس نے تکبر کیا۔ اس نے گھمنڈ کیا۔ اس نے غرور کیا۔

کَانَ ماضی واحد مذکر غائب۔ کَوْنٌ (باب نصر) مصدر، یہ بطور فعل ناقص وفعل تام آتا ہے۔ یہاں بطور فعل تام آیا ہے۔ بمعنی صَارَ۔ ہو گیا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ وَسُیِّرَتِ الجبالُ فَکَانَتْ سَرَابًا (۷۸ : ۲۰) اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔

۲ : ۳۵ اُسْکُنْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَنْتَ ضمیر اُسْکُنْ کی تاکید کے لئے ہے۔ اَلْجَنَّۃَ مفعول فیہ اُسْکُنْ کا۔ یعنی تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔

اَنْتَ وَزَوْجُکَ۔ اَنْتَ معطوف علیہ۔ وَ حرف عطف۔ زَوْجُکَ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف تو اور تیری بیوی۔

کُلَا۔ امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر، تم دونوں کھاؤ۔ مِنْهَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْجَنَّۃَ کے لئے ہے۔

حَیْثُ، جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے مبنی بر ضمہ، مکان مبہم کے لئے آتا ہے جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے

شِئْتُمَا۔ ماضی تثنیہ مذکر حاضر، مَشِیَّۃٌ (باب سمع) مصدر سے شَاءَ، یَشَاءُ۔ شَاءَ اصل میں شَیِئَ تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح اس لئے ی کو الف سے بدل دیا گیا۔ تم دونوں نے چاہا۔ حَیْثُ شِئْتُمَا۔ جہاں سے چاہو حَیْثُ مضاف شِئْتُمَا جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ کُلَا کا۔

رَغَدًا۔ بافراغت، وسیع۔ خوب۔ یہ اصل میں باب سَمِعَ سے مصدر ہے۔ رَاغِدًا کی جمع بھی ہو سکتی ہے جیسے خُدَّمٌ کی جمع خَدَمٌ ہے رَغَدًا صفت ہے اَکْلًا (مصدر محذوف کی) ای وَکُلَا مِنْهَا اَکْلًا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا اور وہاں (جنت میں) جہاں سے چاہو دل بھر کر خوب کھاؤ۔

لَا تَقْرَبَا۔ فعل نہی تثنیہ مذکر حاضر۔ قُرْبٌ (باب سمع) مصدر تم دونوں مت قریب جاؤ۔

فَتَکُوْنَا۔ فَ جواب نہی کے لئے ہے تَکُوْنَا مضارع تثنیہ مذکر حاضر۔ قُرْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تم دونوں ہو جاؤ گے گنہگاروں میں سے۔

اَزَلَّهُمَا۔ اَزَلَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اِزْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ اَلزَّلَّۃُ کے اصل معنی بلاقصد کے قدم پھسل جانے کے ہیں۔ جو گناہ بلا قصد سرزد ہو جائے اسے بھی بطور تشبیہ زَلَّۃٌ سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ

قرآن مجید میں ہے فَاِنْ زَلَلْتُمْ (۲: ۲۰۹) اگر تم لغزش کھا جاؤ۔ هُمَا ضمیر مفعول بہ تثنیہ غائب۔ حضرت آدم اور حضرت حوا کے لئے ہے یعنی اس نے (شیطان نے) ان دونوں کو پھسلا دیا ان دونوں کے قدم ڈگمگا دیئے۔

عَنْهَا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب شَجَرَةَ کی طرف راجع ہے بعض کے نزدیک اس کا مرجع جنت ہے۔

مِمَّا كَانَا فِيْهِ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَا اسم موصول سے۔ كَانَا فِيْهِ صلہ ہے موصول کا۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب یا الجنۃ کے لئے ہے یا جنت کی نعمتوں اور راحتوں کے لئے۔ اگلے جملہ میں لفظ اِهْبِطُوْا (تم اترو۔ تم اتر جاؤ) آیا ہے اس کی رعایت سے یہاں ہٖ کا مرجع الجنۃ زیادہ موزوں ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور اس نے نکلوا دیا ان دونوں کو وہاں سے جہاں وہ تھے۔

اِهْبِطُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُبُوْط (باب ضَرَبَ) مصدر جس کے معنی کسی چیز کے بے اختیاری حالت میں نیچے اترنے کے ہیں۔ جیسا کہ پتھر بلندی سے گر پڑتا ہے۔

اِهْبِطُوْا (تم سب نیچے اترو) جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت آدم، اور حضرت اور شیطان ہر سہ کو جنت سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ یا ہبوط آدم کے ان کی نسل ان کے ساتھ شامل ہوگئی۔ اس لئے صیغہ جمع کا استعمال ہوا ہے

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔ (تم ایک دوسرے کے دشمن رہوگے) یہ جملہ اِهْبِطُوْا سے موضع حال میں ہے۔ یعنی تمہاری نسل میں باہم عداوت، حسد، بغض، خود غرضی وغیرہ رہیگی۔

مُسْتَقَرٌّ۔ اسم ظرف مکان (استفعال) قرار گاہ، ٹھہرنے کی جگہ، یہ مصدر میمی بھی ہو سکتا ہے

مَتَاعٌ۔ اسم مفرد اَمْتِعَةٌ جمع۔ معین اور طویل مدت تک فائدہ اٹھانا۔ معاش، فائدہ، نفع، وہ سامان جو کام میں آتا ہے۔ جس سے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ محاورہ ہے۔ متع اللہ بکذا۔ وامتعہ اللہ اسے دیر تک فائدہ اٹھانے کا موقع دے۔

حِيْنٍ، وقت، زمانہ، مدت۔ اَحْيَانٌ جمع۔ اِلٰى حِيْنٍ ایک مدت تک

تَلَقّٰى، ف۔ محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ تَلَقّٰى باب تفعل۔ اور التقی (باب افتعال) الشیئ منہ بمعنی اخذہ منہ۔ پانا، وصول کرنا، جب بہشت سے نکل جانے کا حکم ہوا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام فرط ندامت سے مدت مدید وعرصہ بعید تک روتے اور اتنا روئے کہ رحمت خداوندی کو ترس آگیا۔ یا رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پر کلمات القار کئے جو حضرت آدمؑ نے اخذ کر لئے، اور ان پر عمل کرتے ہوئے توبہ کی وہ کلمات کون سے تھے؟ جمہور کا خیال ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (۷: ۲۳) اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشےگا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو یقیناً ہم گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ یہی حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ وہ کلمات یہ تھے
سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ۔ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ
فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ ۔ اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں تیری حمد کے ساتھ
تیرا نام بڑا بابرکت ہے اور تیری شان بہت بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنی جان پر ظلم
کیا۔ مجھے بخش دے۔ بے شک تیرے سوا کوئی گناہ کو بخشنے والا نہیں۔

فَتَابَ عَلَيْهِ ۔ پس اس نے اس کی توبہ قبول کی۔

فَائِدَہ ۔ یہاں بھی محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ جب خداوند تعالیٰ نے کلمات مغفرت حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر القا کئے انہوں نے یہ کلمات اخذ کر لئے۔ ان پر عمل کرتے ہوئے ان کلمات سے دعائے مغفرت شروع کر دی۔ خداوند تعالیٰ کو اپنے بندہ کی گریہ وزاری پر رحم آیا اور اس کا گناہ (لغزش) معاف کر دیا۔

تَابَ عَلٰى ۔ تَوْبٌ وَتَوْبَةٌ مصدر سے تَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے التَّوْبُ یا التَّوْبَةُ کے معنی گناہ سے باز آنے کے ہیں۔ امام خطابی فرماتے ہیں التوبة عود العبد الی التوبة بعد المعصیة (توبہ کے معنی گناہ کے بعد بندہ کا نیکی کی طرف پلٹنا۔ امام راغب فرماتے ہیں (گناہ کا باحسن وجوہ چھوڑ دینے کا نام توبہ ہے یہ تَابَ يَتُوْبُ کا مصدر ہے باب نَصَرَ سے اور لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے جب اس کا تعدیہ الیٰ کے ساتھ آئے تو بندہ کا اللہ کی طرف توجہ کرنا اور رجوع کرنا کے معنی ہوتے ہیں اور بندہ کے گناہ سے باز آنے کے ہیں۔ اور جب اس کا تعدیہ علیٰ کے ساتھ آئے تو اللہ تعالیٰ کا بندہ کی توبہ قبول کرنا یا توبہ کی توفیق دینے کے معنی ہوتے ہیں تَابَ بمعنی: اس نے توبہ کی، وہ پھر آیا۔ وہ گناہ سے باز آیا۔ وہ متوجہ ہوا اس نے معاف کیا۔

فائدہ ۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کا توبہ اور اس کی توبہ قبول کرنا بیان فرمایا ہے حضرت حوّا کا توبہ کرنا ذکر نہیں کیا۔ یہ اس لئے کہ عورت احکام میں تابع ہے مرد کے۔ اسی لئے قرآن مجید میں اکثر مرد ہی مخاطب ہیں
اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ط یہ جملہ اسمیہ معترضہ ہے۔

اَلتَّوَّابُ ۔ تَوْبَةٌ سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت توبہ کرنے والا۔ بہت معاف کرنے والا بہت توبہ قبول کرنے والا۔ لغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو توّاب کہتے ہیں۔
بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والے بندہ کے ہوں گے۔ اور جب اللہ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے بار بار بندوں کی توبہ قبول کرنے والے کے ہیں۔ قرآن مجید میں توّاب کا لفظ جہاں بھی آیا ہے خداوند تعالیٰ کی

صفت کے لئے آیا ہے

۲ : ۳۸ ۔ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا ۚ قُلْنَا۔ ہم نے کہا (ماضی جمع متکلم) قول ہے۔ اور اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا۔ اس کا مقولہ۔ اگلی عبارت تا اختتام آیت ۳۹ قُلْنَا کا مقولہ ہے اھبطوا۔ آیۃ (۲ : ۳۶) میں بھی آیا ہے اس آیت میں اس کا اعادہ پھر کیا گیا ہے تاکہ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ .... الخ کا پورا پورا ارتباط اس کے ساتھ ہو جائے جَمِیْعًا۔ لفظاً اھبطوا سے حال ہے اور معنًی تاکید ہے یعنی سب اترو مجتمع ہو کر یا الگ الگ۔ ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔

فَاِمَّا۔ فاء عطف اور ترتیب کے لئے آیا ہے اِنْ شرطیہ اور مَا زائدہ للتاکید سے مرکب ہے۔ پھر اگر!

یَاْتِیَنَّکُمْ۔ یَاْتِیَنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ واحد مذکر غائب۔ اِتْیَانٌ مصدر (باب ضرب) کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، کُمْ ضمیر جمع کی، آدم وحوّا اور بشمول ابلیس لائی گئی ہے یا آدم وحوّا اور ان کی اولاد کے لئے کہ وہ احکام ہدایت منجانب اللہ کی مکلف ہے۔

فَمَنْ۔ فَ ربط کے لئے ہے اور مَنْ شرطیہ ہے۔

هُدَایَ، مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر تَبِعَ کا مفعول۔ فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ۔ جملہ شرطیہ اس سے اگلا جملہ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ جواب شرط (جملہ جزائیہ) یہ جملہ شرط وجزاء دونوں مل کر شرط اول۔ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی کی جزاء۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ معطوف علیہ اور وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥ معطوف ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔

وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ واوَ عطف کا ہے لَا مشابہ بلَیْسَ منفی ہے هُمْ مبتدا۔ یَحْزَنُوْنَ فعل با فاعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ حزنٌ باب سمع مصدر۔ غمگین ہونا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(۲ : ۳۹) خٰلِدُوْنَ ٥ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ خُلُوْدٌ باب نصر سے مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔

(۲ : ۴۰) یٰبَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ۔ یاء حرف ندا۔ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ مضاف، مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ اصل میں بَنِیْنَ تھا۔ ن جمع اضافت کے سبب گر گیا۔ اِسْرَآءِیْلَ منصوب بوجہ غیر منصرف عجمہ و معرفہ ہونے کے ہے۔ اِسْرَآءِیْلَ کے معنی عَبْدُ اللہِ۔ یعنی اللہ کا بندہ ہے یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ اے اسرائیل کے بیٹو، یا اے اسرائیل کی اولاد۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔

اُذْکُرُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ذِکْرٌ باب نَصَرَ تم یاد کرو،

نِعْمَتِیَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری نعمتیں، میرے احسان۔ یہاں نعمت لفظاً واحد ہے لیکن اس کے معنی جمع کے ہیں کیونکہ نعمت ایک نہ تھی بلکہ غیر متناہی تھیں۔ یَ ضمیر واحد متکلم کی ہے۔ میری نعمتیں۔

اَوْفُوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، اِیْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) تم پورا کرو۔

عَہْدِیْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ میرا عہد۔

اُوْفِ ۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ اِیْفَاءٌ (افعال) مصدر، میں پورا کروں گا۔

بِعَہْدِکُمْ ۔ یعنی وہ وعدہ جو میں نے تم سے کیا ہے اُوْفِ اصل میں اُوْفِیْ تھا۔ لیکن اُوْفِ بِعَہْدِکُمْ جملہ جزاء ہے جیساکہ جملہ اولیٰ شرطیہ کی خبر دے رہا ہے اس لئے اُوْفِ میں یٓ حذف ہوگئی۔

وَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ ۔ واؤ عاطفہ ہے اِیَّایَ میں فعل محذوف ہے گویا عبارت یوں ہے اِیَّایَ ارْھَبُوْا اِیَّایَ ۔ ضمیر منصوب منفصل مفعول ہے۔ اور حصر کا فائدہ دیتی ہے، اور مفعول کو تخصیص کے لئے فعل سے مقدم لایا گیا ہے (ملاحظہ ہو ۲:۴۰) اِرْھَبُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور تم صرف مجھ ہی سے ڈرو،

فَارْھَبُوْنِ ۔ دوسرا جملہ ہے ف جزا کا ہے۔ اس سے قبل جملہ شرطیہ محذوف ہے گویا کلام یوں ہے ان کنتم راھبین شیئًا فَارْھَبُوْنِیْ ۔ اگر تم کسی شے سے ڈرتے ہو تو مجھ سے ڈرو۔ اِرْھَبُوْنِ ۔ اِرْھَبُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ن وقایہ اور ی متکلم محذوف ہے اِرْھَبُوْا رَھْبَۃً ۔ مصدر باب سَمِعَ سے ہے رَھْبَۃً ایسے خوف یا ڈر کو کہتے ہیں۔ جس میں احتیاط اور اضطراب دیے چینی شامل ہو۔

(۲:۴۱) مَا اَنْزَلْتُ ما موصولہ اور اَنْزَلْتُ اس کا صلہ۔ اس کی تقدیر یوں ہے بِمَا اَنْزَلْتُہٗ جو میں نے نازل کیا ہے۔ یعنی قرآن مجید

مُصَدِّقًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب تَصْدِیْقٌ (تفعیل) مصدر سے۔ سچا ماننے والا، سچا کہنے والا۔ تصدیق کرنے والا۔ یہ حال مؤکد ہے حال محذوفہ سے جو کہ اَنْزَلْتُ میں ہے ای اَنْزَلْتُہٗ مُصَدِّقًا۔

مَا مَعَکُمْ ، مَا موصولہ مَعَکُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ اپنے موصول کا۔ مراد اس سے تورات ہے۔

بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب۔ کا مرجع مَا اَنْزَلْتُہٗ ہے، یعنی قرآن مجید۔

لَا تَشْتَرُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم مت خریدو، تم مت مول لو وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اور میری آیات میں (تحریف کرکے) ان کے بدلے تھوڑی قیمت (یعنی دنیاوی منفعت) نہ حاصل کرو،

اس کا یہ مطلب نہیں کہ زیادہ قیمت کے عوض ایسا کرنا روا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرکے جو قیمت بھی وصول کروگے وہ حقیر ہے۔ کیونکہ دنیا کا مال خواہ کتنا ہی ہو۔ آخرت کی لذات کے مقابلہ میں وہ لاشی اور حقیر ہے۔ قرآن مجید میں ہے فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ ۔ (۹:۳۸) سو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلہ میں تو بہت ہی قلیل ہے

وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ۔ اور مجھ ہی سے ڈرتے رہا کرو (ملاحظہ ہو ۲:۴۰) پہلی آیت میں فَارْھَبُوْنِ فرمایا کیونکہ خطاب بنی اسرائیل کے لوگوں سے تھا۔ اور یہود میں جو خدا ترس تھے ان کو راہب کہتے تھے۔ بعد میں اِیَّایَ

فَاتَّقُوۡنِ ۔ ارشاد ہوا کیونکہ جب وہ راہب ایمان لا کر امت محمدیہ میں داخل ہو جائیں گے ۔ تو امت محمدیہ میں خدا ترس کو متقی کہتے ہیں۔

۲:۴۲ لا تلبسوا الحق ۔ لا تلبسوا فعل نہی جمع مذکر حاضر، لَبْسٌ مصدر (باب ضَرَبَ) سے دراصل لَبْسٌ کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں لیکن دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (۶: ۸۲) جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم سے مخلوط نہیں کیا۔ یا آیت ہذا لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ مت ملاؤ۔

لَبِسَ الثَّوْبَ کے معنی کپڑا پہننے کے ہیں۔ اور جو چیز پہنی جائے اسے لباس کہتے ہیں۔ تمثیل اور تشبیہ کے طور پر تقویٰ کو بھی لباس کہا ہے مثلاً وَلِبَاسُ التَّقْوٰی (۷: ۲۶) اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے۔

وَ تَکْتُمُوا الْحَقَّ ای و لا تکتموا الحق اور حق بات کو نہ چھپاؤ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ پر ہے وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: جملہ حالیہ ہے۔ درآں حالیکہ تم اس بات کا علم رکھتے ہو۔ اس سے خوب واقف ہو، اس کو خوب جانتے ہو۔

۲:۴۳ ۔ اقیموا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِقَامَۃٌ (افعال) جس کے معنی ٹھہرنے قائم کرنے اور درست رکھنے کے ہیں نماز کے ساتھ اَقَامَ یُقِیْمُ کا مطلب ہے نماز پر دوام اور اس کے ارکان کی حفاظت کرنا۔ سو اقیموا الصلوٰۃ کے معنی ہوئے نماز کو باقاعدہ اور ہمیشگی کے ساتھ ادا کیا کرو۔

ق و م مادہ سے مختلف مشتقات مختلف معانی میں استعمال ہوئے ہیں

اٰتُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ایتاءٌ (افعال) مصدر، تم دو۔

الزکوٰۃ ۔ مادہ ۔ ز ک ی ۔ اس کے اصل معنی اس نمو (افزونی، بڑھوتری) کے ہیں جو برکتِ الٰہیہ سے حاصل ہو اور اس کا تعلق دنیاوی چیزوں سے بھی ہے اور اخروی امور کے ساتھ بھی۔ شرع میں زکوٰۃ وہ حصہ مال ہے جو مال سے حق الٰہی کے طور پر نکال کر فقراء کو دیا جاتا ہے اور اسے زکوٰۃ یا تو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں برکت کی امید ہوتی ہے اور یا اس لئے کہ اس سے نفس پاکیزہ ہوتا ہے۔ یعنی خیرات و برکات کے ذریعے اس میں نمو ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کے تسمیہ میں ان ہر دو امور کا لحاظ کیا گیا ہو۔ کیونکہ یہ دونوں خوبیاں زکوٰۃ میں موجود ہیں۔

زَکّٰی یُزَکِّیْ تَزْکِیَۃً (باب تفعیل)، پاک کرنا، اصلاح کرنا۔ مثلاً قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا (۹۱: ۹) جس نے اپنے نفس کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا۔

وَارْکَعُوْا ۔ واؤ عطف کا ہے اِرْکَعُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، الرُّکُوْعُ (باب فَتَحَ) مصدر سے جس کے معنی جھک جانے کے ہیں۔ اور نماز میں خاص شکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے پھر کل کو جزء کے ساتھ تعبیر کرکے رکوع سے

مراد نماز بھی لی جاتی ہے اور یہاں اشارہ نماز باجماعت ادا کرنے کی طرف ہے، محض عاجزی اور انکساری کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ مثلاً لبید کا شعر ہے۔

اُخَبِّرُ اَخْبَارَ الْقُرُوْنِ الَّتِیْ مَضَتْ۔
اَدِبُّ کَاَنِّیْ کُلَّمَا قُمْتُ رَاکِعُ ،

میں گذشتہ لوگوں کی خبر دیتا ہوں (میں سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے) رینگ کر چلتا ہوں اور خمیدہ پشت کھڑا ہوتا ہوں۔

۲: ۴۴۔ اَتَاْمُرُوْنَ۔ الف استفہامیہ ہے اور جملہ تَاْمُرُوْنَ النَّاسَ ... الخ پر داخل ہے یہ استفہام انکاری ہے یعنی الیا مت کرو۔ تَاْمُرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اَمْرٌ مصدر (باب نَصَرَ) تم حکم دیتے ہو۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو (اور ..... الخ) اَلْبِرَّ۔ نیکی کرنا۔ بھلائی کرنا۔ نیکوکاری مصدر ہے۔

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ۔ یہ جملہ حال ہے ضمیر فاعل تَنْسَوْنَ۔ سے۔

تَتْلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر تِلَاوَۃٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ تم پڑھتے ہو، تم تلاوت کرتے ہو۔ اَلْکِتٰبَ سے مراد یہاں توراۃ ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ الف استفہامیہ ہے اور فاء عاطفہ ہے۔ اس صورت کی مندرجہ ذیل توجیہات ہیں۔

(۱) جیسا کہ اجزائے جملہ معطوفہ کا عام قاعدہ ہے کہ حرف استفہام حرف عطف کے بعد آتا ہے مثلاً فَاَیْنَ تَذْھَبُوْنَ فَکَیْفَ تَتَّقُوْنَ۔ وغیرہ۔ لیکن ہمزہ استفہامیہ حرف عطف پر اس امر پر آگاہ کرنے کے لئے پہلے لایا جاتا ہے کہ صدر کلام میں آنے کے واسطے اصلی حرف یہی ہے۔ اس کی چند اور مثالیں قرآن مجید میں یہ ہیں۔ اَوَکُلَّمَا عٰھَدُوْا عَھْدًا۔ (۲: ۱۰۰) اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰی (۷: ۹۷) اور اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ (۱۰: ۵۱)

(۲) ہمزہ استفہامیہ کے بعد عبارت مقدر ہے جو اگلے جملہ معطوف کے لئے معطوف علیہ ہے۔ یعنی تقدیر کلام یہ ہے اَتَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ فَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ کیا تم کتاب پڑھتے ہو۔ پھر کیوں نہیں سمجھتے؟

(۲: ۴۵) اِسْتَعِیْنُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِعَانَۃٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ تم مدد طلب کرو۔ ملاحظہ ہو (۱: ۴)

اِنَّھَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الصَّلٰوۃ ہے۔

لَکَبِیْرَۃٌ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے کَبِیْرَۃٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ الصَّلٰوۃ کی صفت ہے بمعنی شاق، دشوار۔

اَلْخٰشِعِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُشُوْعٌ مصدر (باب فتح) ڈرنے والے۔ عاجزی کرنے والے۔ فروتنی کرنے

والے۔

۲ : ۴۶ اَلَّذِیْنَ ..... اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ہ اپنی جملہ تراکیب نحوی کے ساتھ صفت ہے اپنے موصوف الخٰشِعِیْنَ کی۔

مُلٰقُوْا رَبِّہِمْ۔ مُلٰقُوْا۔ اسم فاعل جمع مذکر مضاف، رَبِّہِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ (اضافت کی وجہ سے مُلٰقُوْنَ کا نون جمع گر گیا ہے) اپنے رب کو پہنچنے والے، اپنے رب کو پانے والے۔

رٰجِعُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر رُجُوْعٌ مصدر رَاجِعٌ واحد، لوٹنے والے۔ پھر آنے والے۔

۲ : ۴۷۔ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ تمام عالموں پر، تمام جہانوں پر۔ اگرچہ عالم کا اطلاق ماسوی اللہ کے جمیع مخلوق پر ہوتا ہے۔ اور جب اس کو جمع کر کے عالمین بولا جاتے تو اور بھی شمول اور عموم کا فائدہ دیتا ہے لیکن یہ ایک محاورہ ہے جس سے مراد اکثر لوگ ہیں، یعنی ہم نے تم کو دنیا کے اکثر لوگوں پر فضیلت بخشی ہے۔

اسی طرح کُلّ بول کر اکثر چیزیں مراد لی جاتی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ملکہ بلقیس کے متعلق وارد ہے وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اور اسے دیا گیا تھا ہر چیز سے حصہ۔ حالانکہ بہت سی چیزیں اس کو نہ ملی تھیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ اسے اکثر چیزیں دی گئی تھیں۔

۲ : ۴۸۔ لَا تَجْزِیْ۔ فعل نہی واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع نَفْسٌ ہے) جَزَآء (باب ضَرَبَ) وہ کام آئے گی۔ وہ بدلہ ہوگی۔

شَیْئًا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) اگر شَیْئًا سے مراد حق ہو تو اس وقت لفظ شَیْئًا آیہ میں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اور آیہ کے معنی ہوں گے۔ کہ کوئی کسی کے لئے حق کا بدلہ نہ دے گا۔

(۲) اگر شَیْئًا سے مراد جزا ہو تو مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ اور آیت کے معنی ہوں گے، کہ کوئی کسی کو بدلہ نہ دے گا۔ خواہ کسی قسم کا بدلہ دینا ہو

(۳) بعض نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ کوئی کسی کے کچھ کام نہ آوے گا۔

(۴) یہ بھی کہا ہے کہ کوئی قیامت کی سختیوں اور عذاب میں کسی کے لئے کفایت نہ کرے گا۔

لَا تَجْزِیْ..... الخ یَوْمًا کی صفت ہے

شَفَاعَۃٌ۔ شفاعت شفع بمعنی جفت ہے۔ یعنی طاق کی ضد۔ گویا شفاعت کرنے والا، اپنے آپ کو اس کے ساتھ ملا کر (کہ جس کی یہ سفارش کرتا ہے) اس اکیلے کو جوڑا کرتا ہے۔

لَا یُؤْخَذُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب اَخْذٌ (باب نَصَرَ) مصدر وہ نہیں لیا جائے گا۔

منہا۔ ضمیر ھا کا مرجع نفس عاصیہ (گنہگار شخص بھی ہو سکتا ہے اور نفس شافعہ (سفارش کرنے والا شخص)

بھی، راجح قول نفس عاصیہ ہے۔
عَدْلٌ کے معنی برابری کے ہیں۔ چونکہ معاوضہ اور فدیہ دے کر دونوں برابر ہو جاتے ہیں اس لئے معاوضہ اور فدیہ اور بدل کو بھی عدل کہنے لگے۔ اور اسی لئے انصاف کو بھی عدل کہتے ہیں۔
وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ہ واؤ عاطفہ لَا يُنْصَرُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب۔ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

۲ : ۴۹۔ وَاِذْ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اِذْ بمعنی جب۔ جبکہ۔ جس وقت، چونکہ۔ اسم ظرف ہے اِذْ کبھی مفاجات یعنی کسی بات کے اچانک واقع ہونے کے لئے بھی آتا ہے) اس سے قبل عبارت مقدر ہے تقدیر یوں ہے۔ وَاذْكُرْ اِذْ ..... اور یاد کیجئے (یا ان سے ذکر کیجئے جب ..... قرآن مجید میں جہاں بھی وَاِذْ آیا ہے وہاں لفظ اُذْكُرْ محذوف ہے۔ یہاں یہ جملہ اُذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ (۲ : ۴۷) کا معطوف ہے۔ اور اسی طرح وَاِذْ فَرَقْنَا (۲ : ۵۰) وَاِذْ وٰعَدْنَا (۲ : ۵۱) وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى (۲ : ۵۳) وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى (۲ : ۵۴) وَاِذْ قُلْتُمْ (۲ : ۵۵) وغیرہ کا عطف اُذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ پر ہے۔
نَجَّيْنٰكُمْ۔ نَجَّيْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَنْجِيَةٌ (تفعیل) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم نے تم کو بچایا۔ ہم نے تم کو نجات دی۔
يَسُوْمُوْنَكُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول سَوْمٌ۔ باب نَصَرَ مصدر۔ وہ تم کو تکلیف دیتے تھے وہ تم کو مجبور کرتے تھے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۴ - ۶)
سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر يَسُوْمُوْنَ کا مفعول ثانی۔ سُوْٓء۔ برائی، برا کام سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ عذاب کی سختی یعنی سخت عذاب۔
جملہ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ حال ہے اٰلِ فِرْعَوْنَ سے یا ضمیر نَجَّيْنٰكُمْ یا دونوں سے۔ دونوں جملے يَسُوْمُوْنَكُمْ سے حال ہیں
ذٰلِكُمْ۔ یہ۔ یہی۔ ذَا اسم اشارہ بعید ہے اور كُمْ ضمیر جمع خطاب کے لئے ہے۔ اس کا اشارہ التذبیح اور الاستحیاء (بیٹوں کا ذبح کرنا اور عورتوں کو زندہ رکھنا) کی طرف ہے
يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ۔ جملہ معطوف علیہ ہے۔ اور جملہ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ معطوف۔
بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ۔ بَلَآءٌ موصوف، عَظِيْمٌ صفت مِنْ جار۔ رَبِّكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق موصوف،

(۲ : ۵۰) وَاِذْ ..... ملاحظہ ہو ۲ : ۴۹
فَرَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم ہم نے پھاڑ دیا۔ ہم نے الگ الگ کر دیا۔ فَرْقٌ مصدر بمعنی الگ الگ ہونا

الگ الگ ہونا۔ اسی سے فرقہ ہے جو جماعت سے الگ ہو گیا ہو۔ بِ بمعنی لَ ہے۔ وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ۔ جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا فَلَقَ بھی قریب قریب انہی معنوں میں آتا ہے قرآن مجید میں ہے فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ۔ (۲۶ : ۶۳) تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا یوں ہو گیا۔ گویا بڑا پہاڑ ہے البحر سے مراد بحیرۂ قلزم ہے جسے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم نے مصر سے ہجرت کے وقت طے کیا تھا۔

فَاَنْجَیْنٰکُمْ۔ فَ تعقیب کی ہے اَنْجَیْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ اِنْجَآءٌ (افعال) مصدر نجو مادہ۔ بچالینا، نجات دینا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ پس ہم نے تم کو بچالیا دریا میں ڈوبنے سے، یا فرعون اور اس کی فوج کے ہاتھوں پکڑے جانے سے

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے اَغْرَقْنَا سے درآں حالیکہ تم ان کا غرق ہونا دیکھ رہے تھے۔

۲ : ۵۱ ۔ وٰعَدْنَا ماضی جمع متکلم مواعدۃ (مفاعلۃ) مصدر، باب مفاعلہ اگرچہ اشتراک عمل چاہتا ہے لیکن اہل عرب کے روزمرہ میں واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں دَاوَیْتُ الْعَلِیْلَ۔ میں نے بیمار کا علاج کیا۔ عَاقَبْتُ اللِّصَّ میں نے چور کو سزا دی۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ ہم نے (موسیٰ سے) وعدہ کیا

اشتراک کی صورت ... یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ کیا۔ اور حضرت موسیٰ نے اسے قبول کیا۔ گویا حضرت موسیٰ کا وعدہ کو قبول کرنا وعدہ سے مشابہ فعل ہونے کی وجہ سے وعدہ ہی کے ضمن میں آتا ہے

فائدہ :۔ جب بنی اسرائیل غلامی کی لعنت سے نجات حاصل کر کے آزادی کی نعمت سے سرفراز کئے گئے۔ تو مشیت ایزدی یہ ہوئی کہ انہیں ایک کتاب شریعت دی جائے جس میں پورا نظام شریعت اور دستور زندگی مندرج ہو جس پر عمل کر کے وہ بے راہ روی سے بچتے رہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر چالیس روز کا چلہ پورا کرنے کا حکم ہوا۔ جسے حضرت موسیٰ نے تسلیم کیا۔ یہی یہ وعدہ ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

اربعین لَیْلَۃً ۔ چالیس راتیں۔ مراد چالیس دن اور رات۔

ثُمَّ ۔ پھر۔ تراخی زمان کے لئے ہے۔

اِتَّخَذْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، اتخاذ (افتعال) مصدر تم نے اختیار کیا۔ تم نے بنا لیا۔ اَلْعِجْلَ بچھڑا۔ گائے کا بچہ۔ اس کی جمع عُجُوْلٌ اور مونث عِجْلَۃٌ ہے اِتَّخَذْتُمْ کا مفعول ہے۔

اس جملہ اتخذتم العجل میں مفعول ثانی محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اِتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ اِلٰھًا تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا۔

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے فاعل اِتَّخَذْتُمْ سے اور حال یہ ہے کہ ایسا کرنے سے تم نے عبادت کو اس کی غلط جگہ پر ٹھہرایا لہٰذا اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے مرتکب ہوئے۔

۲: ۵۲ - عَفَوْنَا عَنْكُمْ - عَفَوْنَا (الصلۃ عَنْ) ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے - عَفْوٌ (باب نصر) سے مصدر عن کے صلہ کے ساتھ - بمعنی معاف کرنا - عَفَا عَنْ ذَنْبِهٖ - اس نے اس کا گناہ معاف کر دیا عَفَا اللّٰہُ عَنْهُ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرے۔

لَعَلَّكُمْ - لَعَلَّ - حرف مشابہ بالفعل ہے امید یا خوف پر دلالت کرنے کے لئے لایا جاتا ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے جیسے لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ (۴۲: ۱۷) شاید قیامت قریب ہی آپہنچی ہو، کُمْ اسم ہے لَعَلَّ کا - شاید تم۔

تَشْكُرُوْنَ - مضارع جمع مذکر حاضر، شُكْرٌ وَشُكُوْرٌ (باب نصر) مصدر - شکر ادا کرنا - لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ شاید کہ تم شکرگذار بن جاؤ۔

(۲: ۵۳) اَلْكِتٰبَ - سے مراد - تورات ہے۔

اَلْفُرْقَانَ کے لغوی معنی ہیں وہ چیز جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جاسکے - راغب اصفہانی لکھتے ہیں - اَلْفُرْقَانُ فَرْقٌ سے ابلغ ہے کیونکہ یہ حق اور باطل کو الگ الگ کر دینا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے فَرْقٌ کا لفظ عام ہے جو حق اور باطل کو الگ الگ کرنے کے لئے بھی آتا ہے اور دوسری چیزوں کے متعلق بھی آتا ہے۔

علماء کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں - (۱) اَلْكِتٰبُ اور اَلْفُرْقَانُ کے درمیان عطف تفسیری ہے - اور مراد دونوں سے ایک ہی ہے (۲) اس سے مراد یہاں توریت اپنے احکام و شرائع کے لحاظ سے ہے۔ (۳) اس سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوتے تھے۔ (۴) اس سے مراد وہ فتح و غلبہ ہے جو بنی اسرائیل کو حکومت فرعونی کے مقابلہ میں عطا ہوا تھا۔

۲: ۵۴ - وَاِذْ قَالَ - ملاحظہ ہو ۲: ۴۹ - يٰقَوْمِ - یا حرف ندا، قَوْمِ منادیٰ - قَوْمِ اصل میں قَوْمِيْ تھا۔ یٓ متکلم حذف کر کے کسرہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔

بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ - باء سببیہ ہے اِتِّخَاذِ مصدر - (ملاحظہ ہو ۲: ۵۱) مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ - اَلْعِجْلَ مفعول اِتِّخَاذُ مصدر کا - اپنی گئوسالہ گیری کے سبب سے - یعنی گائے کے بچھڑے کو بطور معبود کے اپنا لینے کے سبب سے تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

فَتُوْبُوْا - فَ سببیہ ہے - تُوْبُوْا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے - پس تم توبہ کرو۔

بَارِئِكُمْ مضاف مضاف الیہ - بَارِئٌ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے - ایجاد و اختراع کرنے والا۔ پیدا کرنے والا - اس کا مادہ بُرْءٌ ہے - اَلْبُرْءُ وَالْبَرَاءُ وَالْبَرَاءُ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں یا بیزاری ظاہر کرنے کے - مثلاً بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ میں نے بیماری سے

نجات پائی یعنی میں تندرست ہو گیا۔ اور بَرِئْتُ مِنْ فُلَانٍ وَتَبَرَّءْتُ میں فلاں سے بیزار ہوں قرآن مجید میں ہے بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (۹:۱) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔

بَارِئِکُمْ تمہارا خالق، تمہارا پیدا کرنے والا

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ۔ فَاءَ تعقیب کا ہے اُقْتُلُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ قَتْلٌ مصدر (باب نصر) سے۔ اَنْفُسَکُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اُقْتُلُوْا کا۔ پس قتل کرو اپنی جانوں کو، یعنی تم میں سے جو بری ہیں وہ مجرموں کو قتل کریں (خواہ وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں)

ذٰلِکُمْ۔ یہی یعنی التوبۃ والقتل۔ توبہ اور قتل (جو اوپر مذکور ہے)

خَیْرٌ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے ہمزہ محذوف ہے ای ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنَ العصیان والاصرار علی الذنب یعنی عصیان اور اصرار گناہ کے مقابلہ میں یہ توبہ اور قتل تمہارے لئے بہتر ہے

فَتَابَ عَلَیْکُمْ۔ اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے تو اس کا جملہ شرطیہ محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے ان فعلتم ما اُمرتم بہ فقد تاب علیکم۔ اگر تم نے وہی کیا جس کا تمہیں حکم ملا تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کر لیگا

(۲) اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے تو فَتَابَ عَلَیْکُمْ جملہ معطوف ہے جس کا عطف محذوف عبارت پر ہے ای فعلتم ما امرتم بہ فتاب علیکم۔ تم نے وہی کیا جس کا تم کو حکم ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی

۲ : ۵۵۔ وَاِذْ قُلْتُمْ .... (ملاحظہ ہو ۲ : ۴۹)

لَنْ نُّؤْمِنَ۔ مضارع منفی تاکید بلن۔ لَنْ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہے صیغہ جمع متکلم۔ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

جَهْرَةً۔ جَهَرَ يَجْهَرُ۔ (باب فتح) سے مصدر ہے، جس کا مطلب آواز کو بلند کرنا ہے۔ جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ میں نے پڑھنے میں آواز کو اٹھایا۔ یا بلند کیا۔ مگر یہاں دیکھنے کے معنی میں مستعار لیا گیا ہے کھلم کھلا یا روبرو دیکھنا جَهْرَةً یا تو نَرٰی کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ جَهْرَةً میں بھی ایک قسم کی رؤیت پائی جاتی ہے یا فاعل ضمیر فاعل نری یا مفعول بہ اللہ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الصّٰعِقَةُ۔ بجلی کی کڑک، ہولناک دھماکہ، بعض علماء کے نزدیک صاعقہ تین قسم پر ہے۔ (۱) بمعنی موت وہلاکت، جیسے فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ (۳۹ : ۶۸) اور جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب مر جائیں گے۔ (۲) بمعنی عذاب مثلاً اَنْذَرْتُکُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (۴۱ : ۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا۔ (۳) بمعنی آگ اور بجلی کی کڑک جیسے وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ (۱۳ : ۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی

دیتا ہے۔

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ جملہ حالیہ ہے۔

۲ : ۵۶ بَعَثْنٰکُمْ ۔ بَعَثْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ بَعْثٌ (باب فتح) مصدر۔ اٹھا کھڑا کرنا۔ دوبارہ زندہ کرنا۔

چنانچہ یَوْمُ الْبَعْثِ اس سے ہے یعنی دوبارہ اٹھنے کا دن۔

لَعَلَّکُمْ شاید کہ تم۔ (ملاحظہ ہو ۲ : ۲۱، ۲ : ۵۲)

(۲ : ۵۷) ۔ وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ ۔ اور اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ہر دو جملوں کا عطف بَعَثْنٰکُمْ پر ہے۔ ظَلَّلْنَا ۔ ماضی جمع متکلم تَظْلِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے، ہم نے سایہ کیا۔ ہم نے سایہ فگن کر دیا۔

عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ ۔ عَلَیْکُمْ ۔ جار مجرور مل کر متعلق فعل ہے اور اَلْغَمَامَ اسم جنس ہے اور فعل ظَلَّلْنَا کا مفعول ہے بمعنی ابر، یا دل۔ اَلْمَنَّ اسم ہے شبنمی گوند جو وادی تیہ میں بھٹکنے والے اسرائیلیوں کے کھانے کے لئے اللہ تعالیٰ روزانہ درختوں پر جما دیتا تھا۔

اَلسَّلْوٰی ۔ ایک پرندہ ہے جس کو بٹیر کہتے ہیں

کُلُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اَکْلٌ (باب نصر) مصدر سے اصل میں اُءْکُلُوْا تھا۔ تم کھاؤ۔

طَیِّبٰتِ، ستھری چیزیں۔ پاکیزہ چیزیں۔ طَیِّبَۃٌ کی جمع طَیِّبٰت مضاف ہے مَا رَزَقْنٰکُمْ ما موصولہ رَزَقْنٰکُمْ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے موصول اور صلہ مل کر مضاف الیہ طَیِّبٰت کا۔

جو بطور رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں کا صاف ستھرا و پاکیزہ حصہ۔

وَمَا ظَلَمُوْنَا ۔ ما نافیہ ہے جملہ کا عطف محذوف عبارت پر ہے

فَظَلَمُوْا وَلَمْ یُقَابِلُوْا النِّعَمَ بِالشُّکْرِ ۔ پس انہوں نے ظلم کیا اور نعمتوں کو شکر کے ساتھ قبول نہ کیا۔ وَمَا ظَلَمُوْنَا (اس ناشکری سے) انہوں نے ہم پر تو ظلم نہ کیا (یعنی ہمارا تو کچھ نہ بگاڑا) وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ لیکن اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے رہے۔ یعنی اپنا ہی کچھ بگاڑتے رہے۔ کَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔

فائدہ مَا رَزَقْنٰکُمْ تک مخاطبین سے بلاواسطہ خطاب تھا۔ اب ان کی اہانت کے لئے ضمیر غائب لائی گئی ہے کہ تم نے ہماری نعمتوں کی قدردانی نہ کی اور کفران نعمت کے مرتکب ہوئے لہٰذا تم خطاب کے لائق نہیں رہے۔

اس التفاتِ ضمائر کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

۲ : ۵۸ ۔ منہا ۔ ھَا ، ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْقَرْیَۃِ کی طرف راجع ہے ای من طعام القریۃ و ثمارھا یعنی اس قریہ میں جو طرح طرح کی نعمتیں اور میوے ہیں وہ کھاؤ۔

اَلْقَرْیَۃِ بستی۔ منصوب بوجہ ظرفیت یا بوجہ مفعول ہے اس کی جمع اَلْقُرٰی ہے۔ یہ کونسی بستی تھی اس کے متعلق

مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس سے مراد اریحا ہے بعض کے نزدیک اس سے بیت المقدس مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایلیا ہے۔ اور بعض اس سے شام مراد لیتے ہیں۔

حَيْثُ شِئْتُمْ۔ حَيْثُ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے مبنی برضمہ ہے شِئْتُمْ۔ شَاءَ يَشَاءُ مَشِيَّةٌ (باب سمع) ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اصل میں شَيِئْتُمْ تھا۔ یِ کی حرکت ماقبل کو دی۔ اور ی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گرگیا۔ شِئْتُمْ ہوگیا۔ تم نے چاہا۔ حَيْثُ شِئْتُمْ جہاں سے چاہو۔

رَغَدًا بافراغت، خوب، اچھی طرح۔ وسیع۔ یہ اصل میں رَغِدَ يَرْغَدُ (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے بمعنی بہت نعمت ہونے کے۔ اور صفت مشبہ ہوکر مستعمل ہے رَاغِدٌ کی جمع بھی ہوسکتی ہے۔ جیسے خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ۔ مطلب یہ کہ کھاتے پھرو، اس میں جہاں چاہو محظوظ ہوکر (رغبت سے خوب اچھی طرح) منصوب بوجہ مصدر کے ہے یا ضمیر فکلوا سے حال ہے۔

اَلْبَابَ۔ دروازہ اَلْبَابَ معرفہ لایا گیا ہے کہ اس سے مراد القریۃ کا دروازہ ہے جو اَلْقَرْيَةَ سے اریحا مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک، الباب سے مراد اس شہر کا کوئی بھی دروازہ ہے اور اس کے سات دروازے بتائے جاتے ہیں فمن قال ان القریۃ اریحا قال ادخلوا من ای باب کان من ابوابھا وکان لھا سبعۃ ابواب، اور جن کے نزدیک القریۃ سے مراد بیت المقدس ہے الباب سے مراد بیت المقدس کا خاص دروازہ ہے جسے باب حطہ کہتے ہیں و من قال ان القریۃ ھی بیت المقدس قال ھو باب حطۃ۔

سُجَّدًا ضمیر ادخلوا سے حال ہے سجدہ کرتے ہوئے۔ سُجَّدًا سَاجِدٌ کی جمع ہے۔ بعض نے سجدہ کے یہاں لغوی معنی مراد لئے ہیں یعنی تذلیل و انکسار، خشوع و خضوع۔ اور جملہ کا مطلب ہے کہ جب تم دروازے سے داخل ہو تو نہایت انکساری اور تواضع سے مطیع اور فرمانبرداروں کی طرح داخل ہو۔

اور جنہوں نے اس کے شرعی معنی لئے ہیں ان کے نزدیک مطلب یہ ہوگا کہ جب تم دروازہ کے اندر داخل ہوجاؤ تو سجدہ شکر بجالاؤ۔ بعض نے اس سے جھکنا اور رکوع مراد لیا ہے

حِطَّةٌ۔ حَطَّ يَحُطُّ (باب نَصَرَ) حَطٌّ مصدر، اترنا، نازل ہونا۔ ای اَنْزَلَهٗ۔ اس نے اسے اونچی جگہ سے نیچی جگہ رکھا چنانچہ کہتے ہیں حَطَطْتُ الرَّحْلَ میں نے سواری سے پاؤں اتار کر نیچے رکھ دیا۔ اور یہاں حِطَّةٌ سے مراد یہ ہے حُطَّ عَنَّا ذُنُوْبَنَا۔ (اے اللہ، ہمارے گناہ ہم سے اتار دے لیعنی اپنے گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی دعا کرو)

بعض کے نزدیک اس کے معنی معلوم نہیں محض امتثال امر مقصود تھا۔ بعض نے اسے توبہ کے معنی میں لیا ہے۔ اور یہ قُوْلُوْا کا مفعول بھی ہوسکتا ہے یعنی تم حِطَّةٌ حِطَّةٌ کہتے ہوئے داخل ہو۔

نَغْفِرْ لَكُمْ مضارع مجزوم جمع متکلم۔ بوجہ جواب امر کے مجزوم ہے۔ تو ہم تمہیں معاف کردیں گے۔

خَطٰيٰكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری خطائیں۔

سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ۔ سَ مضارع پر داخل ہوکر اسے مستقبل کے معنی دیتا ہے مُحْسِنِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر مُحْسِنٌ واحد، نیکوکار مرد۔ احسان کرنے والے۔ بھلائی کرنے والے۔ یعنی اس حکم کی تعمیل پر تم میں سے جو گنہگار ہیں ان کی توبہ قبول ہوگی اور ان کو مغفرۃ عطا ہوگی، اور جو تم میں پہلے ہی نیک اور فرمانبردار ہیں ان کے لئے ثواب بڑھا دیں گے۔

۲ : ۵۹۔ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ۔ فاء عاطفہ ہے بَدَّلَ فعل الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا یہ جملہ فاعل ہے فعل بَدَّلَ کا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ اپنی جملہ تراکیب نحوی کے ساتھ مفعول ہے فعل بَدَّلَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ ہے۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا۔ (یعنی جو نافرمانی کرنے والے تھے) اس قول کو جو ان سے کہا گیا تھا بدل کر کوئی غیر قول بولنے لگے۔ یعنی جو الفاظ ان کو تلقین کئے گئے تھے۔ انہیں ترک کر کے ازراہ استہزاء اور کلمات بکنے لگے۔ اس امر میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ کلمات کیا تھے لیکن حاصل یہی ہے کہ بجائے توبہ و انابت کے وہ تمسخر سے کام لینے لگے۔

فَاَنْزَلْنَا۔ فاء ترتیب کی ہے اس پر۔ تو۔ پس ہم نے اتارا یا نازل کیا

رِجْزًا۔ عذاب، بلا، عقوبت۔ آفت۔ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ ایک آسمانی آفت۔

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ، باء سببیہ ہے مَا موصولہ اور كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ۔ كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ، ماضی استمراری جمع مذکر غائب فِسْقٌ (باب نصر) مصدر سے، بسبب اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے یا کرتے رہے تھے۔

۲ : ۶۰۔ وَاِذْ یاد کرو، جب۔ (نیز ملاحظہ ہو۔ ۲-۴۹)

اِسْتَسْقٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسْتِسْقَاءٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر اس نے پانی مانگا۔ اس نے پانی طلب کیا سَقْیٌ مادہ۔ السَّقْیُ وَالسُّقْيَا کے معنی پانی پینے کی چیز دینے کے ہیں (مثلاً پانی۔ شربت، شراب وغیرہ)۔ سَقٰى يَسْقِيْ (باب ضَرَبَ)، وَاَسْقٰى يُسْقِيْ (باب افعال) پانی پینے کے لئے دینا۔ قرآن مجید میں اس کی مثالیں۔ (۱) باب ضَرَبَ سے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔ (۷۶-۲۱) اور اُن کا پروردگار اُن کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (۲) باب افعال سے وَاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا (۷۷-۲۷) اور تم کو میٹھا پانی پلایا۔ السِّقَايَةُ پینے کا برتن۔ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ (۱۲: ۷۰) اس نے اپنے بھائی کے شلیتے یا پالان میں پینے کا برتن رکھ دیا۔

اَلْحَجَرَ۔ پتھر۔ اس میں الف لام عہد کا ہے (یعنی خاص پتھر مراد ہے) بعض کے نزدیک الف لام جنس کا ہے کوئی خاص پتھر نہ تھا۔ بلکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ جس پتھر پر عصا مارتے اس میں سے چشمے ابل پڑتے

فَانْفَجَرَتْ۔ فَا سببیہ ہے۔ فَانْفَجَرَتْ سے قبل عبارت محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَضَرَبَ فَانْفَجَرَتْ۔

اِنْفَجَرَتْ ماضی واحد مؤنث غائب اِنْفِجَارٌ (اِنْفِعَالٌ) مصدر۔ خوب پھوٹ نکلنا۔ اَلْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔ مثلاً بولتے ہیں فَجَرْتُہٗ فَانْفَجَرَ میں نے پانی کو پھاڑ کر بہایا تو وہ بہہ گیا۔ صبح کو فجر اس لئے بولتے ہیں کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے .... اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (۷: ۱۶۰) تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی کو پتھر پر مار دو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

اِنْفِجَارٌ اور اِنْبِجَاسٌ میں فرق یہ ہے کہ انبجاس صرف کسی تنگ چیز سے بہہ نکلنے کا نام ہے اور انفجار کا استعمال تنگ مقام ہو یا فراخ دونوں کے متعلق ہوتا ہے۔

كُلُّ اُنَاسٍ۔ اُنَاسٌ جمع جس کی لفظی طور پر واحد نہیں ہے بعض کے نزدیک غیر لفظی طور پر اِنْسَانٌ کی جمع ہے یا اِنْسٌ کی۔ اس کے معنی ہیں لوگ۔ یہاں كُلُّ اُنَاسٍ کے معنی كُلُّ سِبْطٍ ہر قبیلہ نے ہر گروہ نے۔

مَشْرَبَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مَشْرَبَ اسم ظرف مکان ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے بنی اسرائیل قوم موسیٰ کے لئے ہے۔

لَا تَعْثَوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ عِثِيٌّ اور عُثِيٌّ (باب سمع) مصدر ہے۔ جس کے معنی فساد کرنے کے ہیں۔

مُفْسِدِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، فساد ڈالنے والے، فساد کرنے والے۔ یہ لَا تَعْثَوْا کا حال مؤکدہ ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ :۔ ای وَاذْكُرِ الْوَقْتَ اِذْ قُلْتُمْ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تم نے کہا۔

طَعَامٍ وَّاحِدٍ۔ مراد اس سے وہ خوراک تھی جو صحرائے تیہ میں ان کو بصورت من و سلویٰ ملتی تھی۔ طَعَامٍ وَّاحِدٍ اس لئے کہا کہ روز یہی دو چیزیں ایک ہی قسم کی بلا تنوع ملتی تھیں اور بس۔

فَادْعُ لَنَا۔ فاء عاطفہ سببیہ ہے۔ ہمارے عدم صبر کے سبب سے ہمارے لئے مانگو۔ اُدْعُ فعل امر واحد مذکر حاضر دَعْوَةٌ باب نَصَرَ۔ مصدر سے۔ تو مانگ۔ تو دعا کر۔

يُخْرِجْ لَنَا۔ يُخْرِجْ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر، صیغہ واحد مذکر غائب۔ ضمیر کا مرجع رَبَّكَ (تیرا رب) ہے کہ ہمارے لئے پیدا کرے۔ يُخْرِجْ لَنَا کے بعد شَيْئًا محذوف ہے کہ کوئی ایسی شے پیدا کرے۔

مِمَّا مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصولہ سے۔

تُنْبِتُ الْاَرْضُ۔ تُنْبِتُ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِنْبَاتٌ (اِنْعَالٌ) مصدر۔ جو زمین اگاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اپنے رب سے دعا کرو کسی ایسی چیز کے پیدا کرنے کی جو زمین سے اُگتی ہو لہٰذا از قسم ساگ .... الخ۔

مِنْ بَقْلِهَا۔ مِنْ بیانیہ ہے بَقْل ساگ، ترکاری۔ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (الارض کے لئے) مضاف الیہ۔

قِثَّآئِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ قِثَّآء۔ اسم جنس ہے۔ اس کی جمع نہیں آتی۔ ککڑی۔ یا ککڑیاں۔

فُوْمِهَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ فُوْمٌ ۔ گیہوں ۔ (راغب ، ابن عباس) بنو ہاشم کی زبان میں بھی فُوْم گیہوں کے معنی میں استعمال ہوتا تھا ۔ بعض کے نزدیک جس اناج کی روٹی پکتی ہو اسے فُوم کہتے ہیں ۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ اصل میں ثُوم تھا جس کے معنی لہسن کے ہیں ۔ ثاء کو فاء سے بدل دیا ہے اور یہ جائز ہے ۔ جیسا کہ مَغَاثِیْرُ (مُغْثُرٌ کی جمع ایک قسم کی گوند ہے) مَغَافِیْرُ (مِغْفَرٌ کی جمع ایک درخت کی گوند) کہا جاتا ہے

عَدَسِهَا مضاف مضاف الیہ عَدَسٌ بمعنی مسور ۔

بَصَلِهَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ بَصَلٌ بمعنی پیاز ۔

ان سب میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْاَرْضُ کے لئے ہے ۔

قَالَ ای قَالَ مُوْسٰی او قال اللہ ۔ اس سے اگلی عبارت مَا سَاَلْتُمْ تک اس قول کا مقولہ ہے ۔

اَتَسْتَبْدِلُوْنَ ۔ الف استفہامیہ ہے ۔ تَسْتَبْدِلُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۔ اِسْتِبْدَالٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر سے ۔ تم بدلتے ہو ۔

اَلَّذِیْ ھُوَ اَدْنٰی ۔ اپنی جملہ تراکیب کے ساتھ یہ جملہ مفعول بہ ہے فعل تَسْتَبْدِلُوْنَ کا ۔ اور بِالَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ متعلق فعل تَسْتَبْدِلُوْنَ کا ۔

اَدْنٰی مادہ دَنُوٌّ سے مشتق ہے ۔ اور حانٍ دَدَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہے اس کے استعمال کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں ۔ (۱) اگر اَقْصٰی کے بالمقابل آئے تو اَقْرَبُ کے معنی دیتا ہے مثلاً اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَھُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی (۸-۴۲) جب تم (مدینے کے) قریب کے ناکے پر تھے ۔ اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر (دُنْیَا مؤنث ہے ۔ اَدْنٰی کی اور قُصْوٰی مؤنث ہے اقصٰی کی ۔

(۲) اگر اکبر کے مقابلہ میں آئے تو بمعنی اَصْغَر آتا ہے ۔ مثلاً ۔ وَلَنُذِیْقَنَّھُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ ۔ (۳۲-۲۱) اور ہم ان کو (قیامت کے دن) بڑے عذاب کے سوا عذاب اصغر (دنیا کے عذاب) کا بھی مزہ چکھائیں گے ۔ (۳) کبھی بمعنی اول (النشاۃ اولیٰ) استعمال ہوتا ہے اور اَلْاٰخِرِ (النشاۃ ثانیہ) کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے ۔ مثلاً خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ (۲۲-۱۱) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی ۔

(۴) کبھی اَدْنٰی بمعنی اَرْذَلُ بھی آتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ ھُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ (۲:۶۱) بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو ۔

جب اَدْنٰی بمعنی ارذل ہو تو دَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہوگا ۔ دوسری صورتوں میں دَانٍ سے ۔

اِھْبِطُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۔ ھُبُوْطٌ (باب ضَرَبَ) تم سب اترو ، (نیز ملاحظہ ہو ۲:۳۶ متذکرۃ الصدر)

مِصْرًا ۔ اسم نکرہ با تنوین بمعنی کوئی شہر ۔ مَصْرٌ (باب نَصَرَ) شہر بنانا ۔ شہر کو آباد کرنا ۔ اِھْبِطُوْا مِصْرًا ۔ جاؤ کسی شہر میں جا رہو ۔

فَاِنَّ لَكُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ یہ جملہ امر بالہبوط کی علت ہے یا جواب امر ہے۔ پس بے شک جو تم مانگتے ہو تم کو مل جائیگا
ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ۔ اَلضَّرۡبُ کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنے یعنی مارنے کے ہیں۔
اور مختلف اعتبارات سے یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱) ہاتھ۔ لاٹھی تلوار وغیرہ سے مارنا۔
جیسے فَضَرۡبَ الرِّقَابِ (۴۷:۴) تو ان کی گردنیں اڑادو، یا۔ اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ (۲: ۶۰) اپنی لاٹھی پتھر
پر مارو، وغیرہ (۲) ضَرۡبُ الۡاَرۡضِ بِالۡمَطَرِ۔ بارش کا برسنا۔ (۳) ضَرۡبُ الدَّرَاهِمِ، دراہم کو ڈھالنا۔ (۴)
ضَرَبَ فِي الۡاَرۡضِ۔ سفر کرنا۔ (۵) ضَرۡبُ الۡخَيۡمَةِ خیمہ لگانا وغیرہ۔

ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ۔ یا ضَرۡبُ الۡخَيۡمَةِ سے ماخوذ ہے۔ مطلب یہ کہ ذلت اور ناداری نے انہیں اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا جیساکہ کسی شخص پر خیمہ لگاہوا ہوتا ہے یا یہ محاورہ ضُرِبَتِ الطِّيۡنُ عَلَى الۡحَائِطِ (مٹی دیوار پر لیس دی گئی) سے مشتق ہے یعنی ذلت اور ناداری کو ان پر لیس دیا گیا یا چپکا دیا گیا۔ اَلۡمَسۡكَنَةُ کو فقر یا ناداری اس لئے کہتے ہیں کہ فقر آدمی کو نچلا بٹھا دیتا ہے اور چلبلا پن اور اکڑ سب جاتی رہتی ہے۔ ترجمہ ہے۔ اور ان پر ذلت و غربت مسلط کر دی گئی

بَآءُوۡ۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے کمایا۔ وہ لوٹے، وہ پھرے۔ بَوَآءٌ باب نَصَرَ مصدر سے جس کے اصل معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مَكَانٌ بَوَآءٌ اس مقام کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ بَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وہ ایسی جگہ اترے کہ ان کے ساتھ اللہ کا غضب ہے یہاں بِغَضَبٍ موضع حال میں ہے جیسے خَرَجَ بِسَيۡفِهٖ میں ہے اور مَرَّ بِزَيۡدٍ کی طرح مفعول نہیں ہے اور بِغَضَبٍ پر باء لاکر تنبیہ کی ہے کہ موافق جگہ میں ہونے کے باوجود وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہیں تو ناموافق جگہ میں تو بالاولیٰ ان پر غضب ہوگا۔ اس کا مادہ بَاءٌ ہے۔

ذٰلِكَ کا مشار الیہ غَضَب ہے۔ یا ذلت و فقر و غضب ہر سہ کی طرف اشارہ ہے
بِاَنَّهُمۡ میں باء سببیہ ہے۔ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (سبب اول) وَيَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ (سبب دوم) یعنی اس ذلت و فقر و غضب کا سبب ان کا آیات اللہ سے انکار اور نبیوں کا ناحق قتل تھا

فائدہ۔ نبیوں کا قتل تو ہمیشہ ناحق ہی ہوتا ہے۔ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ کا لفظ زور دینے کیلئے بڑھایا گیا ہے گویا ان کے فعل کے ناحق ہونے کو تکراراً بیان کیا ہے، جن نبیوں کو قتل کیا گیا ان میں حضرت شعیار، حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہم السلام بھی ہیں۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوۡا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ ۝ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱) اگر ذٰلِكَ کا اشارہ آیات اللہ سے انکار اور قتل انبیاء کی طرف ہے تو بِمَا میں باء سببیہ ہے اور مَا موصولہ اور مطلب یہ ہوگا کہ ان کا آیات اللہ سے انکار اور انبیاء کا ناحق قتل کا سبب ان کی نافرمانی اور حدود اللہ سے

تجاوز تھا۔ یعنی ان کا مسلسل کفر اور تجاوزِ حدود اللہ ان کو آہستہ آہستہ قتلِ انبیاء جیسے گھناؤنے جرم کے ارتکاب تک لے گیا۔

(۲) بعض کے نزدیک اسم اشارہ ذٰلِكَ تکراراً مضمون کو پُرزور بنانے کے لئے آیا ہے اور بآء بمعنی مع ہے اور مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ان پر ذلت و فقر چسپاں کر دیا۔ اور وہ مورد غضب الٰہی اس لئے ہوئے کہ وہ آیاتِ الٰہی سے منکر ہوئے۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا۔ مسلسل نافرمانی کے مرتکب ہوئے اور تجاوز حدود اللہ پر مصر رہتے۔

عَصَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب عِصْيَانٌ مَعْصِيَةٌ (باب ضرب) انہوں نے نافرمانی کی۔ عَصَوْا۔ اصل میں عَصَيُوْا تھا۔ یاء متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس لئے یاء کو الف سے بدلا۔ واؤ اور یآء ہر دو ساکن ہوتے الف اجتماعِ ساکنین سے گر گیا۔ عَصَوْا رہ گیا۔

كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب اِعْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر وہ زیادتی کیا کرتے تھے۔ وہ حدود شرعیہ سے تجاوز کیا کرتے تھے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان لاچکے ہیں۔ اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ صاحب تفسیر ماجدی رقم طراز ہیں۔ جو آخری رسول اور آخری کتاب پر (ایمان لا چکے ہیں) یعنی مسلمان ہو چکے ہیں۔ ایمان لانے کے معنیٰ۔ کل عقائد ضروریہ کے تسلیم کر لینے کے ہیں۔ توحید پر ایمان۔ رسالت پر ایمان۔ فرشتوں پر ایمان۔ آسمانی کتابوں پر ایمان، سب کچھ اس میں شامل ہے۔ اور اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مطلق صورت میں قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی آیا ہے مراد اس سے مسلمان ہی ہیں

اَلَّذِيْنَ هَادُوْا۔ جو یہودی ہوئے۔ هَادُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے هُوْدٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے اَلنَّصٰرٰى۔ جمع معرفہ۔ عیسائی لوگ۔ یہ نَصْرَانُ کی جمع ہے جیسے نَدَامٰى جمع ہے نَدْمَانُ کی

اَلصّٰبِئِيْنَ۔ ایک مذہبی فرقہ کا نام۔ جس کے عقائد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

عراق، روم، شام، الجزیرہ میں آباد تھے۔ لیکن ان ممالک میں جب دوسرے مذاہب کا غلبہ ہوا یہ نصاریٰ سے جا ملے لیکن خفیہ طور پر بت پرستی کرتے رہے۔ اب بھی اس لادینی بت پرستی کے پیرو کار کہیں کہیں موجود ہیں لیکن اپنے اعتقادات کو نہایت سختی سے چھپا کر رکھتے ہیں۔ لفظ صَابِئٌ کے عربی ہونے میں علماء میں اختلاف ہے

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ۔ میں مَنْ موصولہ ہے اور اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ اپنی جملہ تراکیب نحوی کے ساتھ اس کا صلہ ہے۔ مطلب یہ کہ مسلمانوں میں سے (جو بیشتر ایمان لاچکے ای اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) یہودیوں میں سے نصاریٰ میں سے۔ اور صابئین میں سے جو مسلمان آئندہ زمانہ میں بھی اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیگا اور جو یہودی۔ نصاریٰ یا صابئین اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے۔ ان کو ان کے رب کے ہاں اجر ملیگا۔ اور ان کے لئے نہ کوئی اندیشہ ہوگا۔ اور نہ وہ کوئی غم کریں گے۔ (اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب تفسیر

لکھتے ہیں کہ: یعنی اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لائے جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے۔ اور وہ ایمان ہر قسم کی شرکت آمیزی سے پاک ہو۔ اس ایمان باللہ کے تحت میں اس کے سارے لوازم و تضمنات بھی داخل ہیں ورنہ خدا پر مطلق ایمان تو کسی نہ کسی صورت میں تقریبًا ہر انسان کا ہے۔ اور ان لوازم توحید میں سب سے اونچے نمبر پر ایمان بالرُّسُل ہے کہ بندوں کا صحیح تعلق اللہ کے ساتھ قائم کرنے والی اور اس کا سیدھا راستہ بتاتے والی ذات رسول ہی کی ہوتی ہے۔

یوم آخرت پر ایمان لانے کے معنٰی ہی یہ ہیں کہ سارے احکاماتِ آخرت پر ایمان لایا جائے۔

فائدہ۔ جلالین میں ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ ای امنوا بالانبیاء من قبل۔ بیضاوی اس کے معنی لکھتے ہیں۔ الذین اٰمَنُوْا بِاَلْسِنَتِھِمْ جو محض زبانی ایمان لائے۔ اس کے علاوہ مفسرین کے اور اقوال بھی ہیں (ملاحظہ ہو روح المعانی

فَلَھُمْ میں فاء جزائیہ ہے۔ اس سے قبل جملہ مَنْ اٰمَنَ ..... عَمِلَ صَالِحًا جملہ شرطیہ ہے اور بعد کی عبارت ... یَحْزَنُوْنَ تک جزائیہ ہے۔

فائدہ:۔ صابئین۔ صابی فرقہ کے لوگ، یہ ایک ستارہ پرست قوم تھی جو بابل اور بلادِ عراق میں آباد تھی۔ اس لفظ کے عربی ہونے میں اختلاف ہے عراق پر مختلف ادوار میں بیرونی اقوام کی فتح یابی کی صورت میں ان میں سے بعض فاتح قوم کا مذہب اختیار کر لیتے رہے۔ جب عراق، شام اور مصر میں اسلام کا غلبہ ہوا تو ان میں سے اکثر نے اسلام قبول کر لیا۔ کچھ کھلم کھلا اپنے مذہب پر قائم رہے۔ اور کچھ اپنے قدیم دستور پر تقیہ کا پردہ ڈال کر کافرانہ اعمال میں مصروف ہو گئے۔ فرقہ اسماعیلیہ کی حیلہ گری اسی فرقہ کے تقیہ کی ایک نمود ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو احکام القرآن للجصاص)

وَاِذْ اَخَذْنَا۔ ای وَاذْکُرُوْا اِذْ اَخَذْنَا۔ اور یاد کرو وہ وقت (جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا)

مِیْثَاقَکُمْ، مضاف، مضاف الیہ، مِیْثَاقٌ پختہ عہد، قول وقرار جس پر قسم کھائی گئی ہو۔ یا پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کا ذریعہ (وِثَاقَۃٌ سے اسم آلہ) یا پختگی اور مضبوطی بمعنی مصدر جیسے اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللہِ من بعد میثاقہٖ (۲:۲۷) وہ جو توڑتے رہتے ہیں عہد خداوندی کو اسے پختہ باندھنے کے بعد (نیز ملاحظہ ہو ۲:۲۷)

یہ عہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع اور تورات پر عمل کرنے کا تھا۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ۔ واؤ عاطفہ ہے فَوْقَ۔ اسم ظرف اوپر۔ تَحْتُ کی ضد ہے اَلطُّوْرُ عربی زبان میں طُور پہاڑ کو کہتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں طور کا استعمال ایک مخصوص اور متعین پہاڑ کے لئے ہوا ہے چنانچہ الطور میں الف لام عہد کا ہے جو اس پر دلالت کر رہا ہے۔

جملہ کا ترجمہ ہے اور ہم نے طور کو تم پر بلند کیا اور کھڑا کیا۔ اس کی فی الواقع کیا صورت تھی اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے حکم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہاڑ اپنی جگہ سے الگ کر کے بنی اسرائیل کے سروں پر سائبان کی طرح لا کھڑا کیا۔ اور بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اگر تم تورات کو نہ مانو گے تو یہ پہاڑ تم پر چھوڑ

دیا جائے گا۔ بعض نے توریت کے اس بیان سے ملتی جلتی رائے کا اظہار کیا ہے کہ وہ پہاڑ کے نیچے آ کھڑے ہوتے اور کوہِ سینا پر زیر و بالا دھواں تھا۔ کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کر اس پر اترا اور سارا پہاڑ متزلزل ہو گیا۔ (باب خروج ۱۹ آیت ۱۸-۱۶) اور ان کو حکم ہوا کہ توریت کو قبول کرو۔ ورنہ پہاڑ کو تم پر گرا دیا جائے گا۔ اور تم اس کے نیچے دفن ہو کر رہ جاؤ گے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ۔ خُذُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم لو، تم پکڑو۔ مَا موصولہ اور اٰتَیْنٰکُمْ جملہ فعلیہ ہو کر اس کا صلہ۔ موصول و صلہ مل کر خُذُوْا کا مفعول ہوا۔ مراد توریت۔

بِقُوَّۃٍ۔ جار مجرور۔ مضبوطی سے

لَعَلَّکُمْ۔ لَعَلَّ۔ حرف مشبہ بالفعل کُمْ اس کا اسم۔ شاید تم۔ تاکہ تم (یہاں مؤخر الذکر معنی مراد ہیں)

تَتَّقُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم پرہیزگار بنتے ہو۔

لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ شاید تم پرہیزگار بن جاؤ۔ تاکہ تم بچ جاؤ۔

ثُمَّ۔ پھر، ازاں بعد۔ حرف عطف ہے۔ تراخی فی الوقت کے لئے آیا ہے۔

تَوَلَّیْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، تَوَلِّیٌ (تفعّل) تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑا

لَوْلَا۔ امتناعیہ ہے۔ اور لَوْ حرف شرط اور لَا نافیہ سے مرکب ہے

فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ۔ فَضْلُ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ عَلَیْکُمْ جار مجرور مل کر متعلق فَضْلُ۔ فَضْلُ اپنے متعلق اور مضاف الیہ (اللہ) سے مل کر معطوف علیہ ہے اپنے معطوف وَرَحْمَتُہٗ کا۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا۔ جس کی خبر حَاضِرٌ محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ: اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی۔

لَکُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ لام تاکید کا ہے جوابِ شرط میں آیا ہے۔ یہ جملہ جملہ فعلیہ ہو کر جواب شرط ہے۔ تو تم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہوتے۔

(۲ : ۶۵) وَلَقَدْ۔ واؤ۔ عاطفہ ہے لام تاکید کا۔ قَدْ، ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ سو لام تاکید اور قَدْ فعل عَلِمْتُمْ پر داخل ہونے پر معنی ہوں گے۔ تحقیق تم خوب جانتے ہو۔ تاکید بالائے تاکید۔

اِعْتَدَوْا۔ انہوں نے زیادتی کی۔ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود سے گذر گئے۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ حق سے تجاوز کرنے کو اِعْتِدَاءٌ کہتے ہیں۔

فِی السَّبْتِ۔ ہفتہ کے دن کے دوران سَبْتٌ کے اصل معنی قطع کرنے کے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں سَبَتَ اَنْفَہٗ اس نے اس کی ناک کاٹ ڈالی۔ پھر اس کے معنی ہفتہ کا دن ہے۔ کیونکہ اہل یہود اس روز کاروبار چھوڑ دیتے تھے اس لئے اس روز کا دوسرے کاروباری ایام سے رشتہ کٹ گیا۔ اس طرح آیت وَجَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا (۷۸ : ۹) اور ہم نے تمہاری نیند کو موجب راحت بنایا۔ اس میں سُبَات کے معنی حرکت و عمل سے کٹ کر آرام کرنا کے ہیں،

بعض کہتے ہیں کہ ہفتہ کو سبت اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو قطع کیا یعنی پیدا کیا۔ یا اس لئے کہ یہود کو اس دن عبادت کے سوا اور کل کاموں سے قطع تعلق کرنے کا حکم ہوا تھا۔

قِرَدَۃً۔ بندر۔ جمع کا صیغہ ہے۔ قِرْدٌ واحد ہے یہ منصوب بوجہ کُوْنُوْا کی خبر کے ہے۔

خٰسِئِیْنَ۔ خَسْئًا سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ ذلیل و خوار۔ خَسْئًا کسی کو دھتکارنے کے لئے آتا ہے۔ مثلاً خَسَأْتُ الْکَلْبَ۔ میں نے کتے کو دھتکارا۔ خٰسِئِیْنَ۔ کُنْتُمْ کی ضمیر سے حال ہے یا قِرَدَۃً کی صفت

فَجَعَلْنٰھَا۔ میں ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ یا اَلْقَرْیَۃ کے لئے جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ یا خِسْیَانْ کے لئے ہے یا واقعہ کے لئے ہے یا اس قصہ کے لئے۔

نَکَالًا۔ نَکْلٌ جانور کی بیڑی اور لوہے کی لگام کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَنْکَالٌ ہے۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ لَدَیْنَا اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا (۷۳:۱۲) بے شک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ۔ نَکَالًا۔ مفعول ثانی ہے جَعَلْنَا کا مَابَیْنَ یَدَیْھَا۔ جو اس کے سامنے ہے وَمَا خَلْفَھَا۔ اور جو اس کے بعد میں ہے۔ ہر دو جملہ میں مَا بمعنی مَنْ ہے اور مراد اس وقت کے موجود لوگ اور اس زمانہ کے بعد میں آنے والے لوگ ہیں ھَا ضمیر کا مرجع وہی ہے جو جَعَلْنَا ھَا میں اوپر بیان ہوا۔

وَمَوْعِظَۃً۔ ای وَجَعَلْنٰھَا مَوْعِظَۃً۔ اور ہم نے بنا دیا اس واقعہ کو متقیوں پرہیزگاروں کے لئے نصیحت۔ مَوْعِظَۃً اسم مصدر بمعنی نصیحت ہے۔ قاموس القرآن میں ہے مَوْعِظَۃً اس نصیحت کو کہتے ہیں جس میں مخاطب کو ڈرایا جائے۔ خلیل نحوی کا قول یہ ہے کہ کسی شخص کو بھلائی کی یاددہانی کرانا اس طرح پر کہ اس کے دل پر اثر ہو موعظۃ اور وعظ کہلاتا ہے اور بقول بعضے موعظہ وہ کلام ہے جس میں ترغیب و ترہیب کے ذریعہ خیر و صلاح کی دعوت دی گئی ہو۔ (تفسیر خازن)

علامہ عبداللہ بن احمد نسفیؒ لکھتے ہیں۔ موعظہ وہ نصیحت ہے جس میں محبوب و مرغوب چیز کی طرف دعوت دی جائے اور ہر مکروہ و ناپسند چیز سے روکا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صفت موعظہ فرمائی ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ (۱۰:۵۷) اے لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت آچکی ہے۔

اَلْمُتَّقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ پرہیزگار۔ تقویٰ والے۔ اِتِّقَآءٌ مصدر۔

(۲:۶۷) اَنْ تَذْبَحُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ تَذْبَحُوْا۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ذَبْحٌ (باب فتح) مصدر سے کہ تم ذبح کرو۔

اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا۔ اَ ہمزہ استفہامیہ تَتَّخِذُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر سے تو بناتا ہے۔ تو پکڑتا ہے نَا۔ ضمیر مفعول جمع متکلم۔ ھُزُوًا۔ مفعول ثانی۔ مصدر باب فتح۔ بمعنی اسم مفعول۔ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ مسخرہ۔ کیا تو ہمارا مذاق اڑاتا ہے۔

اَعُوْذُ ۔ مضارع واحد متکلم عَوْذٌ (باب نصر) مصدر سے۔ جس کا معنی دوسرے سے التجا کرنا اور پناہ مانگنا ہے میں پناہ چاہتا ہوں بِاللّٰہِ اللہ کی۔

اَنْ اَکُوْنَ ۔ اَنْ مصدریہ اَکُوْنَ مضارع منصوب واحد متکلم۔ کَوْنٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے، کہ میں ہو جاؤں۔

اَلْجَاھِلِیْنَ ۔ جَاھِلٌ کی جمع بحالت جر اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر حاضر، جہالت تین قسم پر ہے (۱) انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا اور یہی اس کے اصل معنی ہیں (۲) کسی چیز کے خلاف واقع یقین وا عتماد کر لینا (۳) کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہئے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ عام اس سے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہو یا غلط۔ اسی لحاظ سے آیت ہذا میں ھُزُوًا کو جہالت قرار دیا ہے۔ جہالت کے معنی ناواقفیت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲: ۲۷۳) نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے۔

۲: ۶۸ ۔ اُدْعُ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر دَعْوَۃٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے۔ تو دعا کر، تو مانگ۔

یُبَیِّنْ ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب، تبیین (تفعیل) مصدر سے۔ وہ کھول کر بیان کرے

مَا ھِیَ ۔ وہ کیسی ہے؟ یہاں گائے کی ماہیت یا جنس دریافت نہیں کی گئی۔ کیونکہ یہ تو ان کو معلوم ہی تھا صرف تجاہل عارفاً سے بال کی کھال اتارنے لگے تھے۔

فَارِضٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر، فَرْضٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔ جس کے معنی لکڑی کاٹنا۔ یا کسی ٹھوس چیز کو کاٹنا ہے۔ فَارِضٌ ۔ وہ بیل یا گائے جس نے اپنی جوانی کی عمر کاٹ دی ہو اور عمر رسیدہ ہو گئی ہو، یا زمین کو جوتنے والا بیل یا گائے

بِکْرٌ ۔ بن بیاہی۔ کنواری۔ جس نے ابھی بچہ نہ جنا ہو۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا (۵۶: ۳۶) تو ہم نے ان کو کنواریاں بنایا۔

عَوَانٌ ۔ میانہ عمر۔ عورتوں اور مویشیوں میں جو درمیانی عمر کی ہو اس کو عوان کہتے ہیں اس کی جمع عُوْنٌ ہے۔

بَقَرَۃٌ صَفْرَاءُ ۔ موصوف صفت، زرد رنگ کی گائے۔ صَفْرَاءُ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے اس کی جمع بروزن فَعْلَاءُ، فُعْلٌ، صُفْرٌ ہے۔ صَفْرَاءُ صفت اول ہے بَقَرَۃٌ کی۔

فَاقِعٌ لَّوْنُھَا ۔ فَاقِعٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ لَوْنُھَا مضاف مضاف الیہ مل کر فَاقِعٌ کا فاعل۔ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر بقرہ کی صفت ثانی ہے۔ فَاقِعٌ شوخ زرد رنگ۔

تَسُرُّ ۔ مضارع واحد مذکر غائب، سُرُوْرٌ (باب نَصَرَ) وہ بھاتی ہے۔ خوش آتی ہے۔ تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ دیکھنے والوں کو بھاتی ہے، بھلی لگتی ہے۔ یہ صفت سوم ہے بقرۃ کی۔

تَشٰبَہَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَشَابُہٌ (تفاعل) مصدر بمعنی باہم مشابہ و مماثل ہونا۔ تَشٰبَہَ وہ مشابہ ہوا۔ وہ مشتبہ ہوا اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَہَ عَلَیْنَا ۔ بے شک ہمیں گایوں میں شبہ پڑ گیا۔ یہ مکرر سوال کرنے کا عذر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن صفات کی گائے ارشاد ہوئی اس جیسی بکثرت پائی جاتی ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کونسی گائے سے ہمارا مقصود حاصل

ہوگا۔ یہاں تشابہتْ مؤنث کا صیغہ اس لئے استعمال نہیں کیا کہ لفظ البقر مذکر ہے (اگرچہ مراد مؤنث ہے)
لَمُهْتَدُوْنَ ہ ای لمھتدون الی البقرۃ المراد بذ بحہا۔ ہم ضرور راہ پالیں گے (یعنی تلاش کرلیں گے)
وہ گائے جس کا ذبح کرنا مقصود ہے۔ لام تاکید کا ہے۔
مُهْتَدُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِهْتِدَاءٌ (افتعالٌ) مصدر، ہدایت پاتے والے، راہ راست پانے والے
(۲: ۷۱) ذَلُوْلٌ ۔ نرم، مطیع ۔ ہموار، پست، ذِلٌّ ۔ اور ذُلٌّ ۔ سے، (باب ضَرَبَ) منہ زوری کے بعد سواری
کا مطیع ہونا۔ اس قسم کی مطیع اور منقاد سواری کو ذَلُوْلٌ کہا جاتا ہے۔
تُثِيْرُ : مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِثَارَةٌ ۔ (باب افعال) مصدر بمعنی برانگیختہ کرنا۔ ابھارنا۔ زمین کے
جوتنے اور ہواؤں کے بادلوں کو لانے میں چونکہ یہ معنیٰ موجود ہیں اس لئے ان دونوں کے لئے بھی اس کا استعمال
ہوتا ہے۔ مثلاً جوتنے کے لئے آیت ہذا۔ اور ہواؤں کے بادلوں کو لانے کے لئے اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ
فَتُثِيْرُ سَحَابًا۔ (۳۰: ۴۸) خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں (اوپر اٹھاتی ہیں)
وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۔ لَا تَسْقِيْ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ سَقْيٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ نہ وہ پانی
پلاتی ہے۔ نہ وہ سیراب کرتی ہے۔ اَلْحَرْثَ ۔ کھیتی، زراعت حَرَثَ يَحْرِثُ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔
بمعنی بیج ڈالنا۔ کھیتی کرنا۔ کھیت کو بھی حَرْث کہتے ہیں۔
لَا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ نہ (ایسی) مطیع و منقاد کہ زمین جوتے۔ یہ صفت ہے بَقَرَةٌ کی۔ وَلَا تَسْقِي
الْحَرْثَ ۔ اور نہ کھیت سیراب کرتی ہے یہ صفت دوم ہے بَقَرَةٌ کی۔
مُسَلَّمَةٌ اسم مفعول واحد مؤنث تَسْلِيْمٌ (تفعیل) مصدر سے۔ سالم، بے داغ۔ یہ صفت سوم ہے بَقَرَةٌ کی۔
شِيَةٌ ۔ داغ۔ نشان، علامت۔ شِيَاتٌ ۔ جمع شِيَةٌ اصل میں وَشِيَةٌ تھا۔ اور وَشْيٌ يَشِيْ باب
ضَرَبَ کا مصدر ہے۔ اس کی ھا واؤ محذوف کے عوض میں ہے وَشْيٌ کے اصل معنی کسی چیز میں اس کے
تمام رنگوں کے خلاف اور رنگ لگانے کے ہیں۔ یعنی ایسا رنگ جو سارے بدن کے رنگ کے خلاف ہو، وَشْيٌ
مادہ۔ لَا شِيَةَ فِيْهَا اس میں اپنے رنگوں کے علاوہ کوئی خلاف رنگ نہ ہو۔ یعنی بے داغ ہو، یہ صفت چہارم
ہوئی بَقَرَةٌ کی۔
اَلْـٰٔنَ ۔ اب۔ ظرف زمان ہے۔ مبنی بر فتح ہے، الف لام بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک
زائدہ اور لازم ہے، راغب اصفہانی المفردات میں لکھتے ہیں اَلْـٰٔنَ ۔ ہر وہ لحہ جو ماضی اور مستقبل کے درمیان فرض
کیا جاوے۔ اسے اَلْـٰٔنَ کہتے ہیں۔ جیسے اَلْـٰٔنَ اَفْعَلُ كَذَا ۔ میں اب کرتا ہوں۔ اور اَلْـٰٔنَ کا لفظ ہمیشہ الف لام
تعریف کے ساتھ آتا ہے۔ ا و ن مادہ ہے۔
اَلْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۔ اب تو لایا ہے صحیح پتہ۔ یعنی اب پوری حقیقت اس گائے کی بیان کی ہے۔

وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ كَادَ يَكَادُ كَوْدٌ (باب سَمِعَ) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے کَادَ افعال مقاربہ میں سے ہے اور فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے (ا) کَادَ۔ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ مثلاً یَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ (۲ : ۲۰) قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی ہی اچک لے جائے (گو ابھی اس نے ان کی بینائی اچکی نہیں ہے لیکن قریب ہے کہ ایسا ہو جائے) (ب) اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن قریب تھا کہ واقع نہ ہی ہوتا۔ جیسے آیت ہذا میں ہے فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ پھر انہوں نے گائے کو ذبح کیا اور قریب تھا کہ وہ ذبح نہ ہی کرتے۔ یعنی ذبح کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے (نیز ملاحظہ ہو (۲ : ۲۰) كَوْدٌ۔ بمعنی ارادہ اور خواہش بھی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى (۲۰ : ۱۵) بے شک قیامت آنے والی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت) کو پوشیدہ رکھوں تاکہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے۔

(۲ : ۷۲) فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا۔ فاء عاطفہ ہے۔ اِدّٰرَأْتُمْ اصل میں تَدَارَءْتُمْ تھا تَدَارُءٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر جس کے معنی لڑائی میں ایک دوسرے پر سے ہٹانا۔ متفق نہ ہونا۔ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالنا اَیْ تَدَافُعٌ۔ تَدَارَءْتُمْ۔ کی تاء کو دال میں بدل کر دال مابعد میں مدغم کر دیا۔ پھر ابتداء بالسکون کی دشواری کی وجہ سے شروع میں ہمزہ وصل لائے۔ اِدّٰرَأْتُمْ ہو گیا۔ معنی یہ ہے کہ۔ تم ایک دوسرے پر (اس قتل کا) الزام لگانے لگے۔

فِيْهَا اَیْ فِیْ قَتْلِ نَفْسٍ۔ هَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسًا ہے۔

مُخْرِجٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِخْرَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ نکالنے والا۔ باہر نکالنے والا۔ ظاہر کرنے والا۔ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۔ مَا موصولہ، كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ اس کا صلہ۔ جو تم چھپائے ہے تھے۔ اور موصول وصلہ مل کر مُخْرِجٌ کا مفعول بہ ہے۔ یعنی جو تم چھپائے ہے تھے اللہ اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔ كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ كِتْمَانٌ یا كَتْمٌ مصدر۔

(۲ : ۷۳) فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا۔ هٗ ضمیر واحد مذکر کا مرجع نَفْسٌ ہے، چونکہ مقتول شخص آدمی تھا اس لئے ضمیر مذکر لائی گئی ہے۔ بِبَعْضِهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب بَقَرَةٌ کے لئے ہے۔ پس ہم نے کہا کہ مقتول کی میت کو گائے کے کسی ٹکڑے سے مارو، یا اس کا کوئی پارچہ مقتول کی لاش پر رکھ دو۔

فائدہ: بِبَعْضِهَا۔ کے بعد عبارت مقدر ہے۔ اَیْ فَضَرَبُوْهُ فَحَيِيَ۔ پس انہوں نے مقتول کو (گائے کے جسم کا ایک ٹکڑا لگایا۔ تو وہ زندہ ہو گیا۔

كَذٰلِكَ۔ کاف حرف تشبیہ ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ۔ اس طرح۔ یعنی مقتول کے زندہ ہونے کی طرح۔ جس طرح یہ مقتول زندہ ہو گیا اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ - يُرِيْ - مضارع واحد مذکر غائب . اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر سے - وہ دکھاتا ہے - فعل بافاعل - کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر - مفعول اوّل اٰيٰتِهٖ مضاف مضاف الیہ - مفعول ثانی - وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے - یہاں خطاب ان لوگوں سے ہے جو یا تو اس قتل کے وقت کے تھے - یا نزول آیت کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں -

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ - لَعَلَّكُمْ - شاید تم سمجھ جاؤ - تاکہ تم عقل سے کام لو - (نیز ملاحظہ ہو ۲۱ : ۵) تَعْقِلُوْنَ - مضارع جمع مذکر حاضر - عَقْلٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے جس کے معنی سمجھنے اور عقل رکھنے کے ہیں -

ثُمَّ - پھر - تب ، (ملاحظہ ہو ۲ : ۲۸) یہاں ثُمَّ استبعادِ قسوۃ کے لئے ہے - یعنی اتنی رقت اور نرمی کے اسباب دیکھنے پر یہ قساوت ہے جو نہایت بعید ہے - بہت بڑی قساوت ہے - قساوۃ اصل میں اس موٹائی کو کہتے ہیں جو سختی اور کرختگی لئے ہوئے ہو - اور یہاں رحمت اور نرمی اور خیر کا دلوں سے نکل جانا مراد ہے -

بعض کے نزدیک یہ تراخیٔ زمان کے لئے ہے روح المعانی میں ہے وقیل انہا للتراخی فی الزمان لانہم قست قلوبہم بعد مدۃ حین قالوا ان المیت کذب علیہم - یہ تراخی زمان کے لئے ہے کیونکہ ان کے دل کچھ مدت کے بعد سخت ہوگئے ، جب وہ یہ کہنے لگے کہ میت نے ان کے خلاف جھوٹ کہا ہے -

قَسَتْ - ماضی - واحد مؤنث غائب قَسْوَةٌ وَقَسَاوَةٌ (باب نصر) بمعنی دل کا سخت ہونا - بے رحم ہونا - سنگ دل ہونا - حَجَرٌ قَاسٍ - سخت پتھر - قَسِيُّ الْقَلْبِ ، سخت دل ، پتھر دل -

فَهِيَ - فَاءَ عاطفہ هِيَ ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع قلوب ہے

كَالْحِجَارَةِ - کاف تشبیہ کے لئے ہے - پتھر کی طرح (سخت)

اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً - اَوْ بمعنی یا ، اور بمعنی بَلْ - اَشَدُّ افعل التفضیل کا صیغہ ہے - زیادہ شدید قَسْوَةً (نیز) سختی اور غلظت کے لحاظ سے -

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا - اَوْ کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں -

(۱) بمعنی یا - تشبیہ میں اختیار دینے کے لئے - یعنی مخاطب کو اختیار ہے کہ ان کے دلوں کو تو اہ پتھر سے تشبیہ دے یا پتھر سے بھی زیادہ سخت سے - دونوں صورتیں صحیح ہیں

(۲) بمعنی بَلْ - بلکہ - ان کے دل سختی میں گویا پتھر ہیں - بلکہ سختی میں پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں -

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ - واوٗ عاطفہ ، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل مِنَ الْحِجَارَةِ جار مجرور - مل کر اِنَّ کی خبر مقدم لَمَا میں لام تاکید کی ہے - اور مَا اسم موصول (بمعنی الَّذِيْ) يَتَفَجَّرُ - فعل مِنْهُ جار مجرور مل کر متعلق فعل - الْاَنْهٰرُ فاعل - فعل ، متعلق فعل اور فاعل مل کر صلہ اپنے موصول کا ہے موصول اور صلہ مل کر اِنَّ کا اسم مؤخر ہے اِنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا - ترجمہ ہوگا - بے شک جن میں سے

دریا یا نہریں پھوٹتی ہیں۔ وہ پتھروں میں سے ہی تو ہیں یا پتھروں سے ایسے پتھر بھی تو ہیں جن سے دریا پھوٹ کر نکلتے ہیں۔ یَتَفَجَّرُ، مضارع واحد مذکر غائب۔ تفجُّرٌ (تفعّلٌ) مصدر، پھوٹ کر نکلتی ہے اَلْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔

صبح کو فجر کہا جاتا ہے کیونکہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔

فُجُوْرٌ کے معنی دین کی پردہ دری یعنی نافرمانی کرنے کے ہیں۔ بدکردار اور کاذب کو فاجر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بدکرداری اور کذب بیانی بھی فجور کی ایک قسم ہے۔ اور فَجَّرَ کے معنی پانی یا چشمہ جاری کرنے کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا (۵۴:۱۲) اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کر دیئے۔

یَشَّقَّقُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَشَقُّقٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ یَشَّقَّقُ اصل میں یَتَشَقَّقُ تھا۔ ت کو ش میں بدل کر ش کو ش میں مدغم کر دیا۔ وہ پھٹ جاتا ہے وہ شق ہو جاتا ہے۔ اَلشِّقَّۃُ پھاڑا ہوا ٹکٹ۔ جملہ کا ترجمہ ہوگا اور بعض ایسے پتھر ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلنے لگتا ہے۔

یَهْبِطُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر ھُبُوْطٌ، مصدر (باب ضرب) وہ اُوپر سے نیچے کو گر پڑتا ہے۔ وہ اترتا ہے، یعنی ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ خدا کے خوف سے (اوپر سے) نیچے گر پڑتے ہیں۔ مِنْھَا میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اور ھَا ضمیر کا مرجع الحجارۃُ ہے۔

عَمَّا۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے عَنْ حرف جار اور مَا موصولہ، عَمَّ اور عَمَّا میں فرق صرف یہ ہے کہ اول الذکر میں مَا کے الف کو ادغام کے وقت حذف کر دیا گیا ہے اور مؤخر الذکر میں اسے بحال رکھا گیا ہے۔ تاکہ مَا استفہامیہ (اول الذکر) اور ما موصولہ خبریہ (مؤخر الذکر) میں تمیز ہو سکے۔ قرآن مجید میں ہے عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ (۷۸:۱) یہ لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں۔

(۲:۷۵) اَفَتَطْمَعُوْنَ، ہمزہ استفہامیہ۔ فَا عاطفہ (ملاحظہ ہو ۲-۴۴) تَطْمَعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر طَمَعٌ۔ مصدر (باب فتح) تم توقع رکھتے ہو۔ تم طمع رکھتے ہو۔

اَنْ یُّؤْمِنُوْا۔ اس سے قبل حرف جر محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے فِیْ اَنْ یُّؤْمِنُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ یُؤْمِنُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر، تقدیر کلام اَفَتَطْمَعُوْنَ فِیْ اِیْمَانِھِمْ۔ جملہ اَنْ یُّؤْمِنُوْا.... وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ؁ اپنی تمام تراکیب نحوی کے ساتھ مفعول ہے تَطْمَعُوْنَ کا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اگلا صفحہ) آیت میں خطاب مسلمانوں سے ہے اور بیان یہودیوں کا ہے۔

کَلَامَ اللّٰہِ ای التوراۃ۔

یُحَرِّفُوْنَهٗ۔ یُحَرِّفُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَحْرِیْفٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے۔ بگاڑ دیتے ہیں، بدل دیتے ہیں۔ یہ تحریف معنوی بھی ہو سکتی ہے اور لفظی بھی۔ یَسْمَعُوْنَ کَلَامَ اللّٰہِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ۔ ای یَسْمَعُوْنَ

التَّوْرَاةَ وَيُؤَوِّلُوْنَهَا تَاوِيْلًا فَاسِدًا حَسَبَ اَغْرَاضِهِمْ. توراۃ کو سنتے پھر اپنی اغراض کے مطابق اس کی مختلف فاسد تاویلیں کرتے ہیں۔

(۲ : ۷۶) لَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ لُقِیٌّ وَلِقَاءٌ (باب سمع) مصدر، وہ ملے۔ مطلب یہ کہ۔ جب وہ ملتے ہیں۔ جب وہ سامنے آتے ہیں۔ لَقُوْا اصل میں لَقِیُوْا تھا۔ ی پر ضمہ دشوار تھا ماقبل کو دیا۔ ی بسبب اجتماع ساکنین گرگئی۔ لقی مادہ۔

خَلَا۔ ماضی واحد مذکر غائب خَلَاءٌ (باب نَصَرَ) مصدر بمعنی خلوت میں ہونا۔ اکیلے ہونا۔ خَلَا۔ وہ تنہا ہوا۔ وہ اکیلا ہوا۔ وہ خلوت میں ہوا۔ مطلب۔ جب ان میں سے بعض دوسرے کے پاس خلوت میں ہوتے ہیں۔

۲ : ۷۵ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

اَ ہمزہ استفہامیہ۔ ف۔ حرف عطف۔ تَطْمَعُوْنَ۔ فعل بافاعل۔ اَنْ مصدریہ۔ يُؤْمِنُوْا فعل اس میں ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر ذوالحال لَكُمْ جار مجرور متعلق ہوا يُؤْمِنُوْا فعل کے۔ واؤ حالیہ قَدْ تحقیق کا۔ كَانَ فعل ناقص۔ فَرِيْقٌ موصوف مِنْهُمْ جار مجرور متعلق کَائِنٌ محذوف کے کَائِنٌ اپنے متعلق سے مل کر صفت ہوئی فَرِيْقٌ موصوف کی۔ صفت موصوف سے مل کر اسم ہوا کَانَ کا۔

يَسْمَعُوْنَ فعل اس میں ھُمْ ضمیر اس کا فاعل كَلَامَ مضاف اللّٰهِ مضاف الیہ۔ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول ہوا فعل يَسْمَعُوْنَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ ثُمَّ حرف عطف يُحَرِّفُوْنَ۔ فعل مضارع ھُمْ ضمیر اس کا فاعل ہٗ ضمیر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر ذوالحال مِنْ حرف جار بَعْدِ مضاف مَا مصدریہ عَقَلُوْا فعل ھُمْ ضمیر فاعل ہٗ ضمیر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر بتاویل مصدر مضاف الیہ ہوا بَعْدِ مضاف کا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ہوا جار کا۔ جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا يُحَرِّفُوْنَ کا۔

وَ۔ حالیہ ھُمْ ضمیر مبتدا۔ يَعْلَمُوْنَ فعل بافاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر ہوئی مبتدا کی مبتدا خبر سے مل کر حال ہوا ذوالحال يُحَرِّفُوْنَ کا۔ يُحَرِّفُوْنَ فعل اپنے فاعل (ھُمْ) اور مفعول (ہٗ) اور متعلق (مِنْۢ بَعْدِ) سے مل کر معطوف ہوا۔ معطوف علیہ يَسْمَعُوْنَ کا۔

معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر ہوئی کَانَ کی۔ كَانَ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر حال ہوا ذوالحال (اَنْ يُّؤْمِنُوْا) کا۔ اَنْ يُّؤْمِنُوْا فعل اپنے فاعل (ھُمْ) اور متعلق (لَكُمْ) سے مل کر بتاویل مصدر مفعول ہوا تَطْمَعُوْنَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ: الف استفہامیہ، تُحَدِّثُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تَحْدِیْث (تفعیل) مصدر بمعنیٰ باتیں کرنا۔ بیان کرنا، کہنا۔ ھُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب (ضمیر کا مرجع مسلمان ہیں) کیا تم ان کو (مسلمانوں کو بتا دیتے ہو۔

بِمَا۔ بَ حرف جار ہے مَا موصولہ فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ صلہ ہے اپنے موصول کا۔ موصول وصلہ مل کر مجرور بَ کا۔ جار مجرور مل کر فعل تُحَدِّثُوْنَ کے متعلق۔

لِیُحَآجُّوْکُمْ میں لام کَیْ کا ہے بمعنیٰ تاکہ۔ یُحَآجُّوْا فعل مضارع منصوب جمع مذکر غائب، مُحَاجَّۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تاکہ وہ (یعنی مسلمان) جھگڑا کریں تم سے (یعنی اہل یہود سے)

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ الف استفہامیہ ہے فَ عاطفہ۔ حرف استفہامیہ کے حرف عطف سے متقدم ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو۔ (۲:۴۴) کیا تم نہیں سمجھتے۔

قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَھُمْ ...... تَعْقِلُوْنَ ۔ وہ (یعنی اہل یہود) کہتے ہیں (اپنے ساتھیوں سے خلوت میں) کیا تم ان کو (یعنی مسلمانوں کو) وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں (یعنی توراۃ میں جو باتیں دین اسلام کے برحق ہونے کے متعلق آئی ہیں) تاکہ وہ (یعنی مسلمان) تمہارے مقابلہ میں تمہارے رب کے حضور قیامت کے روز بطور حجت پیش کر سکیں۔ کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔

۲:۷۷۔ اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ۔ الف۔ استفہامیہ واؤ عاطفہ (ملاحظہ ہو ۲:۴۴) یَعْلَمُوْنَ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اہل یہود کے لئے ہے۔

مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ۔ ما موصولہ۔ یُسِرُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْرَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر (صلہ اپنے موصول کا) جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔

یُعْلِنُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِعْلَانٌ (اِفْعَالٌ) جو وہ ظاہر کرتے ہیں

۲:۷۸۔ مِنْھُمْ۔ میں ضمیر ھُمْ جمع مذکر غائب الیہود کے لئے ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔

اُمِّیُّوْنَ۔ بے پڑھے لکھے۔ اُمِّیٌّ کی جمع۔ اُمِّیٌّ۔ اُمٌّ (ماں) کی طرف منسوب ہے یعنی وہ جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ویسا ہی رہا۔ کچھ لکھا پڑھا نہ ہو۔ عرب والوں کو اہل یہود اس واسطے اُمِّیُّوْن کہتے تھے کیونکہ وہ قوم پڑھی لکھی نہ تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اُمّی کہا گیا ہے تو یا تو اس لئے کہ آپ قوم اُمِّیِّین کے ایک فرد تھے یا اس لئے کہ آپ نے کسی مخلوق کی شاگردی کر کے علوم متعارفہ حاصل نہیں کئے تھے۔ اگرچہ بواسطہ وحیِ الٰہی آپ کو وہ علوم حاصل ہوئے جو آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی مخلوق کو نہ حاصل ہوئے نہ ہوں گے۔

اَلْکِتٰبَ :۔ ای التوراۃ۔ جیسا کہ کلام کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے۔ اس میں ال عہد کا ہے۔

اَمَانِیَّ۔ جھوٹی آرزوئیں۔ خیالات کے اندازے۔ اَمَانِیُّ بروزن اَفَاعِیْل (بتشدید یاء) ہے اُمْنِیَّۃٌ کی جمع

م ن ی حروف مادّہ۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصَارٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ (۲: ۱۱۱) اور وہ (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا اور کوئی بہشت میں نہ جائے گا۔ یہ ان لوگوں کے خیالات باطلہ ہیں اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ (۲۲: ۵۲) اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر (اس کا حال یہ تھا کہ) جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اس کی آرزو میں (وسوسہ) ڈال دیتا تھا۔ نیز قرآن مجید میں ہے وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ.... (۴: ۱۱۹) اور میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اور ان کو (جھوٹی) امیدیں دلاتا رہوں گا۔

المفردات میں ہے۔ کہ کسی چیز کی تمنا سے جو صورت ذہن میں آتی ہے اسے اُمنیۃ کہا جاتا ہے۔ اور کذب چونکہ کسی غیر واقعی چیز کا تصور کرکے لفظوں میں بیان کر دینے کو کہتے ہیں گویا تمنّیٰ جھوٹ کا مبدأ ہے لہٰذا جھوٹ کو تمنّیٰ سے تعبیر کرنا بھی صحیح ہے۔ اسی معنیٰ میں حضرت عثمانؓ کا قول ہے مَا تَغَنَّيْتُ وَلَا تَمَنَّيْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ (میں نے جب سے مسلمان ہوا نہ راگ گایا ہے نہ جھوٹ بولا ہے۔

وَاِنْ هُمْ اِلَّا۔ میں ان نافیہ ہے۔ اور اِلَّا حرف استثناء

يَظُنُّوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب ظَنٌّ (باب نَصَرَ) سے مصدر۔ وہ گمان کرتے ہیں۔ مطلب، اور وہ محض اٹکل پچو باتیں بناتے ہیں۔

ظَنٌّ: کسی چیز کی علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظنّ کہتے ہیں، یہ علامات قوی ہوں تو اُن سے علم کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے، مگر جب بہت کمزور ہوں تو وہ نتیجہ وہم کی حد سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ نتیجہ قوی ہو جائے اور علم کا درجہ حاصل کر لے یا اسے علم کے درجہ میں فرض کر لیا جائے تو اس کے بعد اَنَّ یا اَنْ استعمال ہوتا ہے مثلاً يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ (۲: ۲۴۹) جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے، مگر جب وہ ظن کمزور رہو اور وہم کے درجہ سے آگے نہ بڑھے تو پھر اس کے ساتھ صرف اَنْ استعمال ہوتا ہے جو کسی قول یا فعل کے عدم کے ساتھ مختص ہوتا ہے مثلاً وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (۲۱: ۸۷) اور ذوالنون کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم ان پر قابو نہیں پا سکیں گے۔

۲: ۷۹۔ وَيْلٌ۔ اسم مرفوع۔ ہلاکت، عذاب، دوزخ کی ایک وادی کا نام، عذاب کی شدت، رسوائی، کلمہ حسرت وندامت، اگر وَيْلٌ: وَيْلَةٌ کی اضافت ضمیر کی جانب ہو تو غیبت، خطاب اور تکلم کی علامات بدلتی رہتی ہیں۔ مثلاً وَيْلَتَنَا مضاف مضاف الیہ (ہائے ہماری ہلاکت) (۱۸: ۴۹) وَيْلَكَ۔ مضاف مضاف الیہ، تو مرے وَيْلَنَا (۲۱: ۱۴) ہائے ہماری موت (کلمہ حسرت)۔

تفسیر حقانی میں ہے وَیْلٌ زبانِ عرب میں ناراضگی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ہماری زبان میں تُف اور پھٹے منہ بولتے ہیں پس وہ جو امام احمد اور ترمذی اور ابویعلیٰ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ویل جہنم میں ایک کنواں ہے اور ابن جریرؒ نے روایت کیا ہے کہ وہ جہنم میں پہاڑ ہے۔ سو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ چیزیں خدا تعالیٰ کے کلمہ ویل کا مظہر ہیں یعنی ان کی ناراضگی ان صورتوں میں ظہور کرے گی۔ سو یہ سب سچ ہے

مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ تعلیلیہ (متعلق بہ ویل) اور مَا موصولہ ہے۔ یعنی تُف ہے ان کے لئے بوجہ اس کے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا۔

کَتَبَتْ اَیْدِیْہِمْ۔ اَیْدِیْ جمع یَدٌ کی۔ مضاف، ھِمْ مضاف الیہ مضاف الیہ مل کر فاعل کَتَبَتْ کا ان کے ہاتھوں نے لکھا۔ یہ جملہ صلہ ہے اپنے موصول کا۔

باوجودیکہ لکھتے ہاتھوں ہی سے ہیں نہ کہ پاؤں سے۔ پھر اس کو جو ذکر کیا تو تاکید کے لئے ہے۔

مِمَّا یَکْسِبُوْنَ۔ بوجہ اس کے جو انہوں نے کمایا۔ مِمَّا کے لئے اوپر تحریر ہو چکا

یَکْسِبُوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے کَسْبٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔ وہ کماتے ہیں۔ وہ کمائی کرتے ہیں۔

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ۔ لَنْ تَمَسَّ۔ فعل مضارع نفی تاکید بلَنْ واحد مؤنث غائب کا صیغہ۔ مَسٌّ باب نَصَرَ ضَرَبَ) سے۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ وہ ہم کو ہرگز نہ چھوئے گی۔

اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً۔ موصوف وصفت اَیَّامٌ۔ یَوْمٌ کی جمع ہے۔ اصل میں اَیْوَامٌ تھا۔ واؤ کو یا بنایا اور یا کو یاء میں مدغم کیا۔ اَیَّامٌ ہو گیا۔ اَیَّامًا بوجہ ظرف منصوب ہے اور مَعْدُوْدَۃً اپنے موصوف کی نسبت سے منصوب ہے۔ مَعْدُوْدَۃً۔ اسم مفعول واحد مؤنث ہے۔ اور اس کی جمع مَعْدُوْدَاتٍ ہے۔ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً گنتی کے چند دن۔ عَدٌّ (باب نَصَرَ) مصدر بمعنی شمار کرنا۔ عَدَدٌ۔ گنتی۔ شمار۔

اَتَّخَذْتُمْ۔ اصل میں اَاِتَّخَذْتُمْ تھا۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے اور ہمزہ وصل محذوف ہے۔ اِتَّخَذْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اِتِّخَاذٌ مصدر (افتعال) سے۔ کیا تم نے اختیار کیا ہے یا لے رکھا ہے عَھْدًا مفعول عِنْدَ اللّٰہِ اللہ کے حضور، اللہ کے پاس۔ یعنی اللہ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے۔

فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ عَھْدَہٗ۔ یہ جملہ جواب شرط میں ہے اس سے قبل شرط مقدر ہے ای اِنِ اتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰہِ عَھْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ عَھْدَہٗ۔ اگر تم نے اللہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے تو وہ اپنے وعدہ کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ فَاءٌ جواب شرط مقدرہ کے لئے ہے۔ لَنْ یُّخْلِفَ۔ مضارع نفی تاکید بلَنْ منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ اِخْلَافٌ (افعال) مصدر۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ۔ میں اَمْ متصلہ اور منقطعہ دونوں ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت میں اسے اَمْ مُعَادِلَۃ کہیں گے اور

یہ ہمزہ استفہامیہ کے معنی دے گا۔ تقدیر کلام یوں ہوگی اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ہ ام تَقُوْلُوْنَ عَلَیْہِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔ دوسری صورت میں (یعنی بصورت منقطعہ) بمعنی بَلْ ہوگا۔ ای بَلْ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔ یا کیا تم اللہ پر وہ باتیں بناتے ہو جن کو تم خود بھی نہیں جانتے۔ صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں اَمْ متصلہ یا اس کو منقطعہ کہا جاوے بمعنی بَلْ ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۸: ۹)

مَالَا تَعْلَمُوْنَ ہ اس میں ما موصولہ ہے اور لَا تَعْلَمُوْنَ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے۔ جسے تم خود نہیں جانتے

۲: ۸۱۔ بَلٰی۔ ہاں۔ حرف ایجاب ہے اور کلام مخاطب کی نفی اور اس کے ابطال کے واسطے استعمال ہوتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۷۶)

مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً ۔۔۔۔ خٰلِدُوْنَ۔

مَنْ موصولہ ہے۔ کَسَبَ سَیِّئَۃً جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ وَ اَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْئَتُہٗ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف اور معطوف علیہ و معطوف مل کر صلہ (مَنْ موصولہ کا) صلہ اور موصول مل کر مبتدا۔ متضمن بمعنی شرط۔ فَ جزائیہ۔

اُولٰٓئِكَ، مبتدا، اَصْحٰبُ النَّارِ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر اول۔

هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ۔ هُمْ مبتدا فِیْهَا متعلق خَالِدُوْنَ۔ جو خبر ہے مبتدا کی۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی ہے مبتدا اُولٰٓئِكَ کی۔ یہ مبتدا اپنی دونوں خبروں کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا متذکرہ بالا کی۔ اب مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اپنے معطوف (آیۃ ۸۲) کا

نقشہ یوں ہوگا۔

مَنْ — موصولہ

کَسَبَ سَیِّئَۃً — جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ } دونوں مل کر صلہ اپنے موصول کا } موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مبتدا (۲)

وَاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْئَتُہٗ۔ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف

فَ۔ حرف جزاء

اُولٰٓئِكَ — مبتدا

اَصْحٰبُ النَّارِ — خبر اول

هُمْ۔ — مبتدا

فِیْهَا — متعلق خٰلِدُوْنَ } جملہ اسمیہ ہو کر خبر ثانی مبتدا اُولٰٓئِكَ کی } مبتدا اپنی دونوں خبروں کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا (۲) کی

خَالِدُوْنَ — خبر

} مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ اپنے معطوف (آیۃ ۸۲) کا

کَسَبَ کے معنی لغت میں نفع حاصل کرنے کے ہیں۔ سَیِّئَۃً (گناہ) کے ساتھ اس کا تعلق بطور استہزاء کے ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد بار ایسا استعمال آیا ہے مثلاً بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔ (۴: ۱۳۸)

اے پیغمبر بالبشارت سنادو منافقوں کو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے

وَ اَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْئَتُہٗ۔ اور اس کے گناہ نے اس کا احاطہ کر لیا ہو۔ یعنی وہ اپنے گناہوں میں گھر گیا ہو اور اسے توبہ نصیب نہ ہوئی ہو۔

فَاُولٰٓئِکَ۔ پس وہی لوگ۔

خٰلِدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُلُوْدٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔

۲: ۸۲۔ اس آیت کا عطف سابقہ آیت پر ہے۔

۲: ۸۳۔ اِذْ فعل محذوف۔ اُذْکُرْ کے متعلق ہے اسم ظرفِ زمان ہے۔ بطور اسم ظرفِ مکان یا حرفِ مفاجاۃ بھی آتا ہے۔

مِیْثَاقٌ بروزن مِفْعَالٌ اسم آلہ ہے۔ پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کا ذریعہ۔ وَثَاقَۃٌ سے۔ یا پختگی اور مضبوطی (بمعنی مصدر) جیسے اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ (۲: ۲۷) وہ جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو توڑتے ہیں۔ مِیْثَاقٌ اس عہد کو بھی کہتے ہیں جو قسموں کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہو (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۷) مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بنی اسرائیل سے لیا گیا عہد۔ اَخَذْنَا کا مفعول ہے۔

لَا تَعْبُدُوْنَ سے لے کر وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ تک میثاق کا مضمون ہے۔

لَا تَعْبُدُوْنَ (مضارع منفی جمع مذکر حاضر) خبر بمعنی نہی ہے (تم پرستش نہیں کرو گے بمعنی تم پرستش مت کرو) یہ صریح امر یا نہی ہے۔ ابلغ ہے۔ ایسے ہی اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَھِیْدٌ (۲: ۲۸۲) اور نہ نقصان پہنچایا جاوے لکھنے والا اور نہ گواہ۔ لَا یُضَآرَّ بمعنی نہی ہے یعنی کاتب اور گواہ کو نقصان مت پہنچاؤ۔

اسی بنا پر یہ اَحْسِنُوْا (جو بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا سے قبل محذوف ہے) اور قُوْلُوْا (جو آگے آ رہا ہے) کا عطف لَا تَعْبُدُوْنَ پر مستحسن ہو گیا۔

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ای وَاَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (اور ماں باپ سے بھلائی کرتے رہنا)

وَذِی الْقُرْبٰی۔ اس کا عطف جملہ ماقبل میں اَلْوَالِدَیْنَ پر ہے۔ یعنی اور قرابت داروں کے ساتھ (بھی) حسن سلوک کرنا۔ اَلْقُرْبٰی مثل الحُسْنٰی یا الرُّجْعٰی مصدر ہے۔

وَالْیَتٰمٰی۔ یتیم کی جمع ہے۔ اس کا عطف بھی مثل ذی القربٰی۔ اَلْوَالِدَیْنَ (جملہ سابقہ) پر ہے

وَالْمَسٰکِیْنَ۔ مسکین کی جمع۔ اس کا عطف بھی مثل ذی القربٰی والیتٰمٰی ہے۔ مِسْکِیْنٌ بروزن مفعیل سُکُوْنٌ سے مشتق ہے۔ مسکین کو مسکین اس لئے کہتے ہیں کہ اسے فقر اور تنگدستی نے ایک جگہ ساکن کر دیا ہے۔

وَقُوْلُوْا۔ اس کا عطف اَحْسِنُوْا پر ہے (اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا)

حُسْنًا۔ نیک بات۔ مصدر ہے۔ مبالغہ کے طور پر قول کو حُسْنٌ (نیکی) کہہ دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی بات

کہو جو سرتاپا نیکی ہو

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ ہر دو جملوں کا عطف اَحْسِنُوْا پر ہے۔

ثُمَّ۔ پھر۔ تراخی زمان کے لئے ہے اس میں توبیخ ہے مخاطبین کے لئے کہ مدت مدید تک اس میثاق کے زیر اثر رہنے کے بعد تم پھر پھر گئے۔

تَوَلَّیْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، تَوَلّیٌ مصدر سے۔ تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑ لیا۔

وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔ جملہ حالیہ مؤکدہ ہے فاعل تَوَلَّیْتُمْ سے یا یہ جملہ معترضہ ہے اور تم تو ہو ہی ایسی قوم جو عادۃً مواثیق سے پھر جانے والی ہے۔ مُعْرِضُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر حاضر اِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر، منہ موڑنے والے۔ رخ گردانی کرنے والے۔ شروع رکوع سے بنی اسرائیل کو بطور غیبت ارشاد فرمایا اور ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ صیغہ خطاب سے کلام کا رُخ موڑ دیا۔ جو بنی اسرائیل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور جو آپ سے پہلے تھے سب کو بطور تغلیب خطاب ہے

۲ : ۸۴۔ لَا تَسْفِکُوْنَ (مضارع منفی صیغہ جمع مذکر حاضر) خبر بمعنی نہی۔ تشریح کے لئے ملاحظہ ہو آیہ سابقہ ۲ : ۸۳ لَا تَعْبُدُوْنَ کے محاذ، تَسْفِکُوْنَ۔ سَفْکٌ۔ مصدر (باب ضرب) سے مشتق ہے جس کے معنیٰ خون بہانا۔ اور آنسو بہانے کے ہیں۔ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَاءَکُمْ آپس میں کشت و خون نہیں کرو گے۔

دِمَاءَکُمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ تمہارا خون

فائدہ۔ لَا تَسْفِکُوْنَ سے لے کر مِنْ دِیَارِکُمْ تک میثاق کا مضمون ہے اور یہ بدل ہے میثاق کا

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ۔ ثُمَّ تراخی فی الرتبۃ۔ اَقْرَرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے اِقْرَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے پھر تم نے اس پر پابند رہنے کا اعتراف بھی کر لیا

وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۔ حال مؤکدہ ہے۔ یعنی اور تم اس بات کے گواہ ہو کہ یہ عہد ہوا تھا۔ تَشْهَدُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر شُهُوْدٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے جس کے معنیٰ حاضر ہونے اور موجود ہونے کے ہیں یا اس کا مصدر شَهَادَۃٌ ہے جس کے معنیٰ گواہی دینے کے ہیں

۲ : ۸۵۔ ثُمَّ۔ یہاں ثُمَّ تراخی زمانی کے لئے نہیں بلکہ بُعدِ عہد کے لئے ہے۔ عہد کے توڑ دینے کے استبعاد کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ۔ پھر یہ تمہی ہو کہ (اس میثاق کو توڑ کر) آپس میں خون ریزی کرتے ہو

اَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ۔ صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں اَنْتُمْ مبتدا ہے اور هٰؤُلَاءِ خبر ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ: پھر تم وہی بد عہد ہو جیسے کہا کرتے ہیں کیا تم وہی شخص ہو جس نے ایسا کیا۔ صفت بدلنے کو بمنزلہ ذات کے بدلنے کے ٹھہرا کر ایسے کلام کا استعمال کیا کرتے ہیں اور جملہ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ یا تو حال ہے اور عامل اس میں معنیٰ اشارہ کے ہیں اور یا اَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ کا بیان ہے اور یا یہ کہا جائے هٰؤُلَاءِ بمعنی اَلَّذِیْ ہے اور جملہ

تَقْتُلُوْنَ ..... الخ. صلہ ہے اور صلہ و موصول مل کر اَنْتُمْ کی خبر ہے

تَظَاھَرُوْنَ - مضارع جمع مذکر حاضر تَظَاھُرٌ (تفاعُلٌ) مصدر سے، تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے ہو اصل میں تتظٰھَرُوْنَ تھا۔ ایک تاء گر گئی۔ عَلَیْھِمْ۔ میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے وہ کشت و خون کرتے ہیں اور جن کو وہ ان کے گھروں سے باہر نکالتے ہیں۔

اَلْعُدْوَانِ۔ ظلم و زیادتی۔ یہ عَدَا یَعْدُوْا (باب نَصَرَ) کا مصدر ہے۔ عدوان کے معنی تعدی اور ظلم کے ہیں (امام ابوبکر سجستانی) بعض علماء سے نقل ہے کہ عدوان کے معنی بُری طرح حد سے بڑھ جانے کے ہیں خواہ یہ بات قوت میں ہو یا فعل میں ہو یا حال میں ہو۔ عدُوان اس زیادتی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو ظلم کے بدلہ کے طور پر ہو مثلاً قرآن مجید میں ہے فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (۲: ۱۹۳) ظلم کا بدلہ صرف ظالموں ہی سے لیا جائیگا۔ یا زیادتی نہیں صرف ظالم لوگوں پر۔ یا جرم کی سزا صرف ظالموں ہی کو ملے گی۔

تَظٰھَرُوْنَ عَلَيْهِم بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ - یہ جملہ فاعل تُخْرِجُوْنَ سے حال ہے۔

یَاْتُوْکُمْ - یَاْتُوْا۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ شرطیّۃ) کُمْ، ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اگر (وہی لوگ غیر قوموں کے) قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں۔ اُسٰرٰی - اَسِیْرٌ کی جمع - قیدی۔

تُفٰدُوْھُمْ: تُفَادُوْا۔ مضارع مجزوم (جواب شرط) صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مُفَادَاۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر، جس کا مطلب ہے فدیہ دے کر چھڑانا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع فعل یَاْتُوْا کی ضمیر فاعل ہے، یعنی وہ لوگ جو قیدی بن کر آئے ہیں تم فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو۔

وَھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ اِخْرَاجُھُمْ۔

واؤ حالیہ ہے ھُوَ ضمیر شان جو اِخْرَاجُ کی طرف عائد ہے۔ حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام تھا۔ جملہ حالیہ ہے اور ھُمْ ضمیر فاعل یَاْتُوا سے حال ہے یا یہ جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے

اَفَتُؤْمِنُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اور فاء عاطفہ تو کیا تم ایمان لاتے ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۴۴)

فَمَا۔ فاء۔ عاطفہ۔ مَا۔ نافیہ۔

خِزْیٌ ۔ ذلت و خواری۔ رسوائی۔ خَزِیَ یَخْزٰی (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ مضاف، مضاف الیہ یَوْمَ بوجہ مفعول فیہ کے منصوب ہے۔

یُرَدُّوْنَ - مضارع مجہول جمع مذکر غائب، رَدٌّ (باب نَصَرَ) مصدر۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔

اَشَدِّ - نہایت سخت، بہت شدید۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے

اَلْعَذَابِ: مضاف الیہ۔ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ ای الی عذاب اشدُّ مِن عذاب الدنیا۔ اور قیامت کے روز) ایسے عذاب کی طرف (لوٹائے جاؤ گے) جو اس دنیاوی عذاب سے شدید تر ہوگا۔

وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ہ جملہ معترضہ ہے۔ مَا نافیہ ہے۔ عَمَّا۔ عَنْ حرف جار۔ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔

فائدہ۔ مدینہ میں مشرکوں کے دو قبیلے تھے۔ اوس اور خزرج۔ یہ دونوں قبیلے آپس میں برسرپیکار رہتے تھے۔ یہودیوں کے بھی اس وقت مدینہ میں یا کہ جوارِ مدینہ میں دو بڑے قبیلے تھے، بنی نضیر اور بنی قریظہ، یہ دونوں قبیلے بھی باہمی کدورتوں کی وجہ سے ایک دوسرے کے حریف تھے۔ ان دونوں میں بنی نضیر قبیلہ خزرج کے حلیف تھے۔ اور بنی قریظہ قبیلہ اوس کے ساتھی تھے اوس اور خزرج کی باہمی خانہ جنگیوں میں یہودی قبیلے بھی اپنے اپنے حلیف کے ہمراہ اپنے ہی ہم مذہب قبیلوں کے مقابل لڑتے تھے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے بے گھر کرتے تھے۔ لیکن (عجیب بات ہے کہ) ان یہودی قبیلوں میں سے کوئی لڑائی کے دوران اگر دوسری قوم کے ہاتھ میں اسیر ہوجاتا تو اسرائیلی کا آزاد کرانا کار ثواب سمجھ کر فدیہ دے کرا سے رہا کرالیتے تھے حالانکہ اس کا جلاوطن کرنا ہی حرام تھا جس کے سبب وہ اسیر ہوا تھا۔

۲ : ۸۶ اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ بعید مذکر، اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جن کی کرتوتیں اوپر مذکور ہوئیں۔

اِشْتَرَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِشْتِرَاءٌ (افتعالٌ) مصدر جس کے معنی بیچنا اور خریدنا دونوں ہیں۔ ش ر ی۔ مادہ۔ آیت ہذا میں یہ بمعنی خریدنے کے ہے۔ یعنی جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی۔ اردو میں اکثر اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور مشتری خریدار کو کہتے ہیں۔ چنانچہ مثل ہے، مشتری ہوشیار باش۔ خریدار کو چوکس رہنا چاہئے۔ انہی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (۹ : ۱۱۱) خدا نے مومنوں سے .... خرید لئے ہیں۔

اور بیچنے کے معنی میں ہے وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ (۱۲ : ۲۰) اور اس کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالا۔

لَا یُخَفَّفُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَخْفِیْفٌ (تفعیلٌ) ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ کمی نہیں کی جائے گی۔ تخفیف نہیں کی جائے گی۔

وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ۔ واؤ عاطفہ ہے لَا نافیہ ھُمْ مبتدا۔ یُنْصَرُوْنَ۔ فعل مضارع مجہول ہے جو جملہ فعلیہ ہوکر مبتدا کی خبر ہے۔ اور جملہ لَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ ہ جملہ اسمیہ ہوکر معطوف ہے جملہ سابقہ کا۔ یُنْصَرُوْنَ۔ ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

۲ : ۸۷۔ اَلْکِتٰبَ : ای التَّوْرٰۃَ۔

قَفَّیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَقْفِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے۔ پیچھے بھیجنا۔ پیچھے کردینا۔ اس کا مادہ قَفَا ہے۔ قفا کا معنی گردن اور سر کا پچھلا حصہ (گدی) قَفْوٌ۔ اور قُفُوٌّ پیچھے پیچھے چلنا، پیروی کرنا (اس معنی میں مجرد باب نصر سے مستعمل ہے) تَقْفِیَۃٌ (باب تفعیل) دو مفعول چاہتا ہے اور اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوتی ہیں

(۱) کبھی دونوں مفعول پر حرف جر نہیں ہوتا۔ مثلاً قفیتُ زیدًا عمرًوا میں نے زید کو عمرو کے پیچھے بھیجا۔
(۲) کبھی مفعول دوم پر بؔ آتا ہے۔ قرآن مجید میں اسی طرح مستعمل ہے مثلاً آیت ہذا۔ اور ہم نے اس کے پیچھے رسول بھیجے اور ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا (۵۷ : ۲۷) پھر ہم نے ان کے قدموں کے نشان پر یعنی بالکل ان کے پیچھے پیچھے اپنے رسول بھیجے۔ (۳) کبھی مفعول اول حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً وَقَفَّیْنَا بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ (۵۷ : ۲۷) اور (پھر ان رسولوں کے) پیچھے عیسٰی بن مریم کو بھیجا۔
اَلْبَیِّنَاتِ۔ بَیِّنَۃٌ کی جمع ہے بوجہ جمع مؤنث سالم کے منصوب ہے۔ روشن دلیلیں۔ کھلی ہوئی دلیلیں۔
اَیَّدْنَاہُ۔ اَیَّدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَاْیِیْدٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر بمعنی مدد کرنا۔ قوت دینا۔ تائید کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو قوت دی۔ ہم نے اس کی تائید کی۔
رُوْحِ الْقُدُسِ۔ مضاف مضاف الیہ، یہ موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے جیسے کہتے ہیں حَاتِمُ الْجُوْدِ اور رَجُلُ صِدْقٍ۔ اور یہ مبالغہ کے اختصاص کے لئے ہے۔ یہاں بھی اَلْقُدُسِ (پاکی) روح کی صفت ہے۔ پاک و مقدس روح۔ روح القدس سے مراد یا حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یا القدس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور روح سے مراد وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اندر پھونکی تھی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا۔ (۶۶- ۱۲) ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونکا۔ اس میں متعدد اقوال ہیں جو کسی تفسیر میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔
اَفَكُلَّمَا۔ ہمزہ استفہامیہ فاء عاطفہ ہے۔ کُلَّمَا مرکب ہے کُلَّ اور مَا سے۔ مَا مصدریہ ہے۔ اور کُلَّمَا کے معنی کُلَّ وَقْتٍ۔ یعنی جب، جبکہ، جس جس وقت، جب بھی۔ اسی وقت کے معنی کی وجہ سے اس مَا کو مصدریہ ظرفیہ یعنی ظرف کا نائب کہتے ہیں نہ کہ خود ظرف۔ کُلَّمَا میں لفظ کُلَّ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسی شے کی طرف مضاف ہے جو ظرف کی قائم مقام ہے۔ کُلَّمَا تکرار کے واسطے آتا ہے۔ اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے مثلاً كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ (۴ : ۵۶) كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ (۷۱ : ۷) اَفَكُلَّمَا تو کیا جب کبھی
مَا لَا تَهْوٰی۔ مَا موصولہ ہے۔ لَا تَهْوٰۤی اَنْفُسُكُمْ اس کا صلہ۔ لَا تَهْوٰی مضارع منفی واحد مؤنث غائب هَوًی (باب سَمِعَ) مصدر بمعنی خواہش کی طرف نفس کا مائل ہونا۔ جسے تمہارے جی ناپسند کرتے ہیں۔
اِسْتَكْبَرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِكْبَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر تم نے تکبر کیا۔ تم نے غرور کیا۔ یعنی ایمان لانے اور پیغمبروں کے اتباع سے تکبر کرنے لگے۔
فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ ہ پس کسی گروہ کو تم نے جھٹلایا اور کسی گروہ کو قتل کرنے لگے، یہاں صیغہ مضارع اس لئے استعمال ہوا کہ یہ ایک امر عظیم ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو امر عظیم ہوتا ہے اس کو اس طرح بیان کیا کرتے ہیں۔ کہ وہ بالکل پیش نظر ہو جاوے گویا اب ہو رہا ہے۔ (مظہری)

غُلْفٌ، جمع اَغْلَفُ واحد۔ اَغْلَفُ اس چیز کو کہتے ہیں جو غلاف میں بند ہو۔ چنانچہ غَلَفْتُ السَّیْفَ کے معنی ہیں، میں نے تلوار کو نیام میں بند کر دیا۔ مطلب یہ کہ ہمارے دل غلافوں میں بند ہیں اس لئے قرآن مجید کی باتیں ہمارے تک نہیں پہنچ سکتیں۔

بعض کے نزدیک غُلْفٌ اصل میں غُلُفٌ تھا۔ لام کے ضمہ کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا اور یہ غِلَافٌ کی جمع ہے جیسے کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ ہے۔ غِلَافٌ کے معنی مخزن ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ہمارے دل خود ہی علوم و معارف کے گنجینے اور مخزن ہیں لہٰذا ہمیں دوسروں کے علوم سے استفادہ کی ضرورت نہیں۔

بَلْ حرف اِضْراب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت یہ نہیں ہے کہ ان کے دل غلافوں کے اندر بند ہیں یا وہ علوم و معارف کے خزانے ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے ۔۔ بَلْ کے متعلق ملاحظہ ہو (۲ : ۱۳۵)

فَقَلِیْلًا۔ میں فاء سببیہ ہے۔ قَلِیْلًا منصوب ہے اس لئے کہ یہ صفت ہے مفعول مطلق محذوف (اِیْمَانًا) کی اور مَا زائدہ ہے۔ ای فَاِیْمَانًا قَلِیْلًا یُّؤْمِنُوْنَ ہ پس یہ تھوڑے ہی پر ایمان لاتے ہیں۔

(۲ : ۸۹) لَمَّا۔ جب حرف شرطیہ ہے، نیز ملاحظہ ہو۔ ۲ : ۱۴ ۲

کِتٰبٌ یعنی قرآن۔ نکرہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے۔

مُصَدِّقٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تَصْدِیْقٌ مصدر (باب تفعیلٌ) تصدیق کرنے والا۔ سچا ماننے والا۔ سچا کہنے والا۔

مَا مَعَھُمْ ما۔ موصول مَعَھُمْ۔ صلہ (کتاب) جو ان کے پاس تھی۔ یعنی توراۃ۔

وَلَمَّا جَآءَھُمْ کِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔ ای اَنْکَرُوْہُ انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ یہ جملہ یا ضمیر فاعل کَانُوْا سے حال ہے یا یہ جملہ معترضہ ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ حالانکہ وہ کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے (اس نبی کے وسیلہ سے)

مِنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ اسم ظرف ہے۔ ظرف زمانی اور مکانی دونوں کے لئے آتا ہے یہ ظروف مبنیہ میں سے ہے بعض ان میں سے ضمہ پر بعض فتحہ پر اور بعض سکون پر مبنی ہیں۔

اسماء جہات ستہ یعنی۔ قَبْلُ۔ بَعْدُ۔ تَحْتُ۔ فَوْقُ۔ قُدَّامُ۔ خَلْفُ۔ مبنی بر ضمہ ہیں۔ ان پر ضمہ آتا ہے جب ان کا مضاف الیہ محذوف ہو اور دل میں مقصود ہو۔ جیسا کہ آیت ہذا میں کہ اصل میں مقصود یہ تھا مِنْ قَبْلِ ذٰلِکَ۔ لیکن اگر مضاف الیہ محذوف نہ ہو تو حرف جار کا اثر قبول کریں گے۔ جیسے مِنْ قَبْلِ ذٰلِکَ مِنْ بَعْدِہٖ۔ قَبْلُ کا استعمال چار طور پر ہوتا ہے (۱) تقدم زمانی۔ جیسے قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ

غُدُوُّہا۔ (۲۰:۱۳۰)

(۲) تقدم مکانی کسی مقام کا دوران رفتار میں پہلے واقع ہونا۔ اور دوسرے مقام کا بعد کو واقع ہونا۔ مثلاً لاہور سے کراچی جاتے ہوئے ساہیوال قبل آئے گا اور ملتان بعد میں اور کراچی سے لاہور آتے ہوئے ملتان قبل آئیگا اور ساہیوال بعد میں۔ (۳) تقدم بلحاظ مرتبہ جیسے عبد الملك قبل الحجاج. عبد الملک مرتبہ میں حجاج سے پہلے ہے یعنی بڑا ہے (۴) ترتیب فنی وتعلیمی میں تقدم۔ جیسے تعلم الھجاء قَبْلَ تَعَلُّمِ الْخَطِّ۔ ہجا کی تعلیم کتابت سیکھنے سے پہلے دی جاتی ہے۔ (راغب)

قرآن مجید میں لفظ قَبْلُ عموماً تقدم زمانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

کَانُوْا یَسْتَفْتِحُوْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب، اِسْتِفْتَاحٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر وہ فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ وہ فتح مانگا کرتے تھے۔ یعنی جب کبھی یہود کی کفار ومشرکین سے جنگ ہوتی تو وہ اس نبی کی وساطت سے اللہ سے مخالفین پر فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ جس کا ذکر اور بعثت کا وعدہ تورات میں دیا گیا تھا۔ اور ان الفاظ سے دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ نَبِیِّكَ الَّذِیْ وَعَدْتَنَا اَنْ تَبْعَثَہٗ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَنْ تَنْصُرَنَا الْیَوْمَ عَلٰی عَدُوِّنَا۔ اے اللہ ہم تجھ سے تیرے اس نبی آخر الزمان کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ تو آج ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح دے (روح المعانی)

فَلَمَّا۔ پس جب (شرطیہ ہے)

مَا عَرَفُوْا۔ مَا موصولہ ہے اور ضمیر جو اس کی طرف عائد ہے محذوف ہے۔ عَرَفُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ مَعْرِفَۃٌ وَعِرْفَانٌ سے۔ انہوں نے پہچانا۔ انہوں نے جانا۔ جس کو وہ جان اور پہچان چکے تھے۔ فَلَمَّا جَآءَھُمْ مَّا عَرَفُوْا جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ کَفَرُوْا بِہٖ جواب شرط ہے۔ تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

اَلْکٰفِرِیْنَ۔ میں الؔ عہد کا ہے۔ یعنی یہ لوگ (جن میں کفر موجود ہے) لعنت کے مستحق ہیں۔ یا الؔ جنس کا ہے یعنی تمام کافروں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے (اس میں یہ منکرین بھی آگئے)

بِئْسَمَا۔ مرکب ہے بِئْسَ اور مَا سے۔ بِئْسَ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بمعنی برا ہے اصل میں بَئِسَ تھا۔ باب سَمِعَ سے۔ عین کلمہ کے اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر لیا گیا بِئْسَ ہو گیا۔

مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ اور بِئْسَ کا فاعل ہے۔ پس بری ہے وہ چیز جس کے لئے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔

اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ: اَنْ مصدریہ ہے
بَغْیًا۔ مفعول لہٗ ہے یَکْفُرُوْا کا۔ بمعنیٰ بوجہ سرکشی، زیادتی، ضد، حسد
اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰہُ ...... مِنْ عِبَادِہٖ اَنْ مصدریہ ہے یہ جملہ بَغْیًا کا مفعول لہٗ ہے۔ مطلب یہ کہ جس چیز کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کا سودا چکایا وہ بہت بُری ہے۔ اور سودا کیا تھا؟ یہ کہ انہوں نے انکار کردیا اس کلامؔ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ اور ان کے انکار کی وجہ کیا تھی؟ بَغْیًا۔ یعنی ان کی سرکشی ضد و حسد (جو ان کے انکار کے محرکات تھے) (اور ان محرکات کی کیا وجہ تھی؟) یہ کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے ازراہِ فضل اپنا کلام کیوں نازل فرماتا ہے۔ ان کی توقعات و خواہشات کی تکمیل کیوں نہیں ہوتی؟ (کہ یہ نبی جس پر قرآن نازل ہو رہا ہے بنی اسرائیل میں سے ہونا چاہئے تھا نہ کہ اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے)

فَبَآءُوْا۔ فَ عاطفہ ہے۔ بَآءُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب بَوْءٌ مصدر سے (باب نَصَرَ) انہوں نے کمایا وہ لوٹے۔ سو انہوں نے کمایا (غضب بالائے غضب) یعنی اپنے پر غضب بالائے غضب لے آئے۔

غَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ۔ غضب کے بعد غضب، یہاں اس سے مراد محض دو غضب نہیں بلکہ پے در پے متعدد غضب۔ مثلاً ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کیا۔ اور اللہ کا ان پر اس سبب سے غضب ہوا۔ اور اس سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کرنے اور توراۃ پر عمل نہ کرنے۔ گئوسالہ کی عبادت کرنے وغیرہ سے بھی غضب الٰہی میں مبتلا تھے اب غضب پر غضب ہوگیا۔

مُّهِيْنٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِھَانَۃٌ مصدر (افعال) ھون۔ مادہ۔ ذلیل کرنے والا۔ اہانت آمیز

۲: ۹۱۔ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ ...... اَنْزَلَ اللّٰہُ جملہ شرطیہ ہے قَالُوْا ...... عَلَيْنَا جواب شرط ہے۔ اور وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ۔ جملہ حالیہ ہے قَالُوْا کی ضمیر مستتر سے وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ، حال مؤکدہ ہے مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ سے مراد قرآن اور تمام کتب سماویہ ہیں مَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا سے مراد توراۃ ہے۔

مَا وَرَآءَهٗ۔ میں مَا موصولہ ہے اور وَرَآءَهٗ مضاف، مضاف الیہ مل کر صلہ۔ مراد اس سے توراۃ کے علاوہ جو کتب سماویہ ہیں۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب توراۃ کے لئے ہے (جو ان (یہود) پر نازل ہوئی۔

وَرَآءَ۔ وَرَآءَ۔ مصدر ہے لیکن اس کا معنی ہے آڑ۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا یا پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔

وَهُوَ۔ میں هُوَ ضمیر قرآن پاک کی طرف راجع ہے۔ یا قرآن اور انجیل کی طرف۔ مَا مَعَهُمْ جو ان کے پاس ہے

قُلْ۔ ای قل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ازاں بعد آیت کے آخر تک مقولہ ہے۔

فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ ...... مِنْ قَبْلُ جزا ہے جو شرط سے مقدم آئی ہے بعد کا جملہ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اگر تم ایماندار تھے تو خدا کے رسولوں کو پہلے کیوں قتل کیا کرتے تھے۔

فَلِمَ - میں فاء جوابِ شرط پر دلالت کرتا ہے (جزائیہ ہے) لِمَ میں لام تعلیل کا ہے۔
مَ - اصل میں مَا تھا۔ جو استفہامیہ ہے (کس لئے۔ کیوں) مَا استفہامیہ کو مَا خبریہ سے جدا کرنے کے لئے الف کو حذف کردیا گیا۔ اسی طرح قرآن مجید میں فِیْمَ اور بِمَ اور عَمَّ آیا ہے مثلاً فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ (۱۵:۵۴) تو کا ہے کی خوشخبری دیتے ہو۔ اور عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ (۷۸:۱) (یہ) لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں۔ اور قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ (۴:۹۷) (فرشتوں نے) پوچھا تم کس حال میں تھے؟
تَقْتُلُوْنَ بمعنی قَتَلْتُمْ ہے۔ مضارع کا صیغہ۔ ازمنہ گذشتہ میں ان کے قتل انبیاء کے فعل کے استمرار کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ انبیاء کا قتل کرنا اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کے آباء و اجداد سے ظہور میں آیا تھا۔ لیکن چونکہ یہ خلف اپنے سلف کے افعال سے راضی اور ان کے متبع ہیں اس لئے ان کے قتل کو ان کی طرف بھی منسوب کردیا گیا ہے۔

۲:۹۲ - وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى ۔ واؤ عاطفہ لام تاکید کا۔ اور قَدْ تحقیق کا ہے۔ اور بیشک تمہارے پاس حضرت موسیٰ (علیہ السلام) آئے۔
بَيِّنٰتِ ۔ روشن دلائل۔ یہاں مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے۔ مثلاً عصا۔ ید بیضاء۔ انفلاق البحر (سمندر کو پھاڑ کر قوم کو پار کرنا) وغیرہ یہ نو معجزات تھے۔ بِالْبَيِّنٰتِ ۔ میں باء تعدیہ کے لئے ہے یعنی حضرت موسیٰ لائے۔
اِتَّخَذْتُمُ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) تم نے اختیار کیا (بطور معبود کے)
الْعِجْلَ ۔ بچھڑا۔ گئو سالہ۔ گائے کا بچہ۔
مِنْۢ بَعْدِهٖ ۔ موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد۔ یا آپ کے کوہِ طور پر جانے کے بعد۔
وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے۔

(۲:۹۳) وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ ملاحظہ ہو (۲:۶۳)
وَاسْمَعُوْا ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اِسْمَعُوْا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ سَمَاعٌ (باب سَمِعَ) سے۔ تم سنو، یعنی قبول کرو اور اطاعت کرو، اطاعت کو سننے سے اس لئے تعبیر کیا کہ سننا اطاعت کا سبب ہے۔
عَصَيْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے انکار کیا۔ ہم نے نہیں مانا۔ مَعْصِيَةٌ وَعِصْيَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے
وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۔ اور ان کے کفر کے سبب بچھڑا (گویا) ان کے دلوں میں رچ گیا یا الْعِجْلَ ۔ مضاف الیہ ہے اس کا مضاف حذف کیا گیا ہے اصل میں حُبُّ الْعِجْلِ تھا۔ معنی ہوں گے اور پلادی گئی ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بسبب ان کے کفر کے۔ عربی محاورہ میں جب کسی کی محبت

یا بُغض دل کے اندر سرایت کرجائے تو اس کے لئے لفظ شَرَابٌ کو لطور استعارہ بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بدن میں نہایت تیزی سے سرایت کرتی ہے۔

بِئْسَمَا ۔۔۔۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ تقدیر کلام یوں ہے اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ فَبِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ ۔ پہلا جملہ شرط اور دوسرا جوابِ شرط ۔ اگر تم (بقول تمہارے) ایمان دار ہو تو تمہارا ایمان بہت بُری بات بتاتا ہے ۔ مطلب یہ کہ تم ایماندار ہی نہیں ورنہ ایسے قبیح افعال کے تم مرتکب نہ ہوتے۔

۲:۹۴ ۔ خَالِصَةً ۔ خاص کرکے ۔ خَاصَّةً ۔ مخصوص خصوصی طور پر ۔ خالص ۔ خُلُوْصٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے ۔ اَلدَّارُ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ۔

مِنْ دُوْنِ النَّاسِ ۔ سب لوگوں کو چھوڑ کر ۔ یعنی دوسروں کے لئے نہیں ۔ اَلنَّاسِ میں الْ یا تو استغراق کا ہے یا جنس کا ۔ یا مسلمانوں کے لئے ہے یا یہ الْ عہد کا ہے ۔

اِنْ كَانَتْ ۔۔۔۔۔۔ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ ۔ جملہ شرطیہ ہے ۔ شرط اوّل ۔ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ میں ۔ جملہ دوم شرطیہ ہے (شرطِ دوم) اور جملہ اول جوابِ شرط ۔ لہٰذا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ شرط اول دوم دونوں کا جواب ہے ۔

تَمَنَّوُا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ تم آرزو کرو ، تم تمنا کرو ، تَمَنِّيٌ (تفعّل) مصدر

وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ ۔ مضارع نفی تاکید بلَنْ ۔ يَتَمَنَّوْا اصل میں يَتَمَنَّوْنَ تھا ۔ نون اعرابی لَنْ کی وجہ سے ساقط ہوگیا ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ۔ جس کا مرجع اَلْمَوْت ہے ۔

اَبَدًا ۔ ہمیشہ ، زمانہ مستقبل غیر محدود ۔ کبھی بھی ۔

بِمَا ۔ میں ب سببیہ ہے ۔ اور مَا موصولہ ۔

قَدَّمَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ تَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر ۔ پہلے بھیج چکے ۔ پہلے کرچکے ۔ (جو ان کے ہاتھوں نے کرکے بھیجے)

(۲:۹۶) لَتَجِدَنَّهُمْ ۔ لام تاکید کا ۔ لَتَجِدَنَّ مضارع بلامِ تاکید و نون ثقیلہ ۔ صیغہ واحد مذکر حاضر ۔ وُجُوْدٌ (باب ضَرَبَ) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع اہل یہود ہیں جن سے اوپر خطاب ہے تو ان کو ضرور پائے گا ۔ تو ان کو ضرور پاتا ہے

اَحْرَصَ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ۔ زیادہ لالچی ۔ بڑا لالچی حِرْصٌ سے ۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۔ ای وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ مِنَ النَّاسِ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۔ اور تو بے شک ان کو ضرور پائے گا زندگی کے لئے زیادہ حریص بہ نسبت دوسرے لوگوں کے اور بہ نسبت مشرکین کے اسی طرح وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۔ کا عطف النَّاسِ پر ہے اگرچہ مشرکین اَلنَّاس میں داخل

تھے لیکن کلام میں زور پیدا کرنے کے لئے ان کو علیحدہ ذکر کیا۔
یہاں کلام میں معانقہ ہے۔ مندرجہ بالا صورت اَشْرَكُوْا پر وقف کرنے پر ہو گی۔ لیکن اگر حَیٰوۃٍ پر وقف کیا جائے تو جملہ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا اگلے جملہ کے ساتھ مل کر معنیٰ دے گا۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی۔ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا (ناسٌ) یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ۔ یہاں مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا سے مراد یہود ہیں۔ جو قائل تھے کہ حضرت عزیر ؑ اللہ کے بیٹے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ (۹ : ۳۰) اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ مطلب اس صورت میں یہ ہوگا۔ اور یہود میں ایسے لوگ بھی ہیں جن میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش جیتا رہے ہزار برس۔
یَوَدُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ مَوَدَّةٌ (باب سَمِعَ) پسند کرتا ہے۔ خواہش کرتا ہے۔ آرزو کرتا ہے۔
لَوْ۔ یہاں لَوْ تمنائی ہے اور لَیْتَ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کاش۔ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ۔ کاش وہ ہزار برس جیتا رہے۔
وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ۔ میں واو عاطفہ ہے مَا نافیہ۔ مُزَحْزِحٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اَلزَّحْزَحَةُ مصدر بمعنی دور ہٹانا۔ برطرف کرنا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ (۳ : ۱۸۴) پس جو شخص آگ سے دور رکھا گیا۔
هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب اَحَدُهُمْ کی طرف راجع ہے۔ اور اَنْ یُّعَمَّرَ فاعل ہے مُزَحْزِحِهٖ کا۔ اور معنی یہ ہیں کہ کوئی ان میں سے ایسا نہیں کہ اس کو عمر دیا جانا عذاب سے بچا سکے۔
اَنْ مصدریہ ہے۔ اور یُعَمَّرَ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَعْمِیْرٌ مصدر (باب تفعیل) کہ اس کی عمر (زیادہ) کی جائے۔ اس کو عمر دی جائے۔
۲ : ۹۷۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ جملہ شرطیہ ہے۔ اس کا جواب فَهُوَ عَدُوٌّ اللّٰهِ (وہ اللہ کا دشمن ہے) محذوف ہے۔
فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ۔ فاء تعلیلیہ ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ جِبْرِیْلَ کی طرف راجع ہے اور نَزَّلَهٗ میں ہٗ ضمیر مفعول اور مذکر غائب کا مرجع قرآن مجید ہے۔ ترجمہ۔ کس لئے کہ اس نے تو اس قرآن مجید کو اتارا۔
عَلٰى قَلْبِكَ۔ تیرے دل پر۔ حق عبارت یہ تھا کہ عَلٰى قَلْبِیْ (میرے دل پر) ہوتا۔ کیونکہ قُلْ کے بعد مقولہ حکم کے مخاطب کی زبان سے ہے۔ لیکن بطور حکایتِ کلامِ باری تعالیٰ کے عَلٰى قَلْبِكَ فرمایا۔
بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ بَ حرف جار اِذْنِ اللّٰهِ مضاف۔ مضاف الیہ مل کر مجرور۔ یہ نَزَّلَ کے فاعل سے حال ہے
مُصَدِّقًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ منصوب بوجہ نَزَّلَهٗ کی ضمیر ہٗ سے حال ہونے کے ہے۔

لِمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ (تصدیق اس کی جو) جو اس سے پہلے (یعنی پہلے اتر چکا ہے۔ یَدَیۡهِ میں ہٖ ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے۔ لام حرف جر ہے بَیۡنَ مضاف یَدَیۡهِ مضاف، مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اور مضاف مضاف الیہ مل کر ما موصولہ کا صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر مجرور

وَهُدًى وَّبُشۡرٰى۔ هُدًى وَّبُشۡرٰى بھی مُصَدِّقًا کی طرح نَزَّلَهٗ کے ھا ضمیر سے حال ہیں۔ هُدًى راہنمائی۔ ہدایت۔ راہ دکھانا (باب ضَرَبَ) مصدر واسم مصدر۔

بُشۡرٰى۔ خوشخبری۔ ایسی خبر کہ جس کو سن کر بشرہ پر مسرت وخوشی کے آثار نمایاں ہو جائیں۔

۲: ۹۸۔ مَنۡ شرطیہ ہے جواب شرط محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ مَنۡ كَانَ عَدُوًّا .... وَمِيۡكٰلَ فهو كافر مجزى باشد العذاب۔ جو کوئی مخالف (یا دشمن) ہو اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اس کے پیغمبروں کا یا جبرئیل کا یا میکائیل کا تو وہ کافر ہے اور مستوجب عذاب شدید ہے۔

عربی میں واؤ صرف عطف ہی کے لئے نہیں آتا۔ بلکہ بمعنی اَوۡ (یا) بھی مستعمل ہے۔ یہاں اسی معنی میں آیا ہے۔ یعنی ان میں سے جو کسی ایک کا دشمن ہے وہ سب کا دشمن ہے۔

عَدُوًّا۔ عَدُوٌّ۔ مصدر بھی ہے اور اس صورت میں یہ ضد ہے دوستی اور محبت کا۔ عَدُوٌّ اسم بھی ہے اس صورت میں یہ مقابل ہے دوست کا۔ یہاں مؤخر الذکر صورت میں استعمال ہے عَدُوًّا بوجہ خبر کَانَ کے منصوب ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ۔ میں فا، جزائیہ ہے۔ اس صورت میں جملہ سابقہ شرطیہ اور فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ۔ جواب شرط ہوگا ترجمہ آیت یوں ہوگا۔ جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اس کے پیغمبروں کا یا جبریل کا۔ یا میکائیل کا۔ تو اللہ (بھی) بالیقین مخالف ہے (ایسے) کافروں کا۔ (تفسیر الماجدی)

۲: ۹۹۔ وَلَقَدۡ۔ واؤ عاطفہ۔ لام تاکید کا۔ اور قَدۡ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا معنی دیتا ہے۔

مَا يَكۡفُرُ بِهَا۔ میں مَا نافیہ ہے اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اٰیٰتٍ کی طرف راجع ہے۔

الۡفٰسِقُوۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فِسۡقٌ وَفُسُوۡقٌ مصدر۔ فَسَقَ فُلَانٌ کے معنی ہیں کسی شخص کا دائرہ شریعت سے نکل جانا۔ اور یہ فَسَقَ الرُّطَبُ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی گدری کھجور کے اپنے چھلکے سے باہر نکل آنا کے ہیں۔ عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام اور اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

۲: ۱۰۰۔ اَوَكُلَّمَا۔ ہمزہ استفہامیہ (استفہام انکاری کے لئے) واؤ عاطفہ كُلَّمَا۔ كُلَّ اور مَا سے مرکب ہے بمعنی كُلَّ وَقۡتٍ۔ جب۔ جب کبھی، جب بھی۔ جس جس وقت (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۸۷)

عٰهَدُوۡا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُعَاهَدَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر سے۔ انہوں نے عہد باندھا۔ انہوں نے عہد کیا۔ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوۡا۔ کیا ہمیشہ ایسا ہی نہیں ہوتا رہا کہ جب انہوں نے کوئی عہد کیا۔ (تفہیم القرآن)

کیا یوں نہیں کہ جب کبھی انہوں نے وعدہ کیا۔ (ضیاء القرآن)

نَبَذَہٗ۔ نَبَذَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ نَبْذٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی پھینکنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس نے اس کو پھینک دیا۔ یا توڑ دیا۔ ضمیر کا مرجع عَھْد ہے (باب نَصَرَ سے بمعنی نچوڑنا بھی آتا ہے اسی سے نَبِیْذٌ نچوڑا ہوا عرق۔

بَلْ۔ حرف اضراب ہے پہلے قول سے اعراض اور دوسرے کی توثیق۔ یعنی ایک فریق کی تو بات ہی کیا بلکہ ان میں سے اکثر کا تو اس عہد پر ایمان ہی نہ تھا (نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۱۴۵)

۲: ۱۰۱۔ لَمَّا جب۔ لَمَّا کئی طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

(۱) بطور حرفِ شرط۔ اس صورت میں ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے مثلاً آیت ہذا۔ کہ ماضی کے دو جملوں جَآءَھُمْ رَسُوْلٌ ...... نَبَذَ فَرِیْقٌ۔ جو بالترتیب جملہ شرطیہ جملہ جزائیہ ہیں۔ یا اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا نَجّٰکُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ۔ (۱۷-۶۷) پھر جب وہ (ڈوبنے سے) بچا کر تم کو خشکی کی طرف لے آیا تم نے منہ پھیر لیا۔ جب کے معنی میں اسم ظرف بھی ہے۔ ای۔ اِذْ

(۲) بطور حرف استثناء۔ بمعنی اِلَّا۔ مگر۔ مثلاً اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ ط (۸۶: ۴) کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ) مامور ہے۔

(۳) حرف جازم فعل۔ مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتا ہے اور مضارع کو ماضی منفی مؤکد کر دیتا ہے

(ا) ماضی کی نفی زمانہ حال تک باستمرار چلی آتی ہے۔

(ب) جس فعل کی نفی ہوتی ہے اس کے ثبوت (یعنی ہو جانے) کی توقع رہتی ہے۔

مثلاً (۱) بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ (۳۸-۸) بلکہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ ابھی تک چکھا ہی نہیں (گو ان کا یہ مزہ چکھنا متوقع امر ہے)

(۲) وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ۔ (۴۹: ۱۴) اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا (گو اس کا تمہارے دلوں میں داخل ہونا متوقع ہے)

(۴) لَمَّا یہ لَمَّ یَلُمُّ (باب نَصَرَ) کا مصدر بھی ہے۔ اپنا اور دوسروں کا حصہ کھالینا لَمَمْتُ اَجْمَعَ۔ میں نے سب سمیٹ لیا۔ قرآن مجید میں ہے وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا ط (۸۹: ۱۹) اور تم میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۱۴)

لَمَّا جَآءَ ...... مَا مَعَھُمْ۔ جملہ شرطیہ اور نَبَذَ فَرِیْقٌ .... ظُھُوْرِھِمْ جواب شرط اور کَاَنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ط موضع حال میں ہے۔

مُصَدِّقٌ۔ صفت ہے رَسُوْلٌ کی۔

مَا مَعَهُمْ۔ موصول وصلہ مل کر مجرور ہے لام حرف جار کا۔ اور جار مجرور مل کر متعلق مُصَدِّقٌ کا۔
كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ہ كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ هُمْ اس کا اسم لَا يَعْلَمُوْنَ فعل بافاعل ہے۔
فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر كَاَنَّ کی خبر۔ كَاَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر فَرِيْقٌ سے حال ہے ۔ گویا وہ جانتے ہی نہیں۔
وَرَآءَ۔ اصل میں مصدر ہے جس کو لطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی اضافت فاعل کی طرف بھی ہوتی ہے اور مفعول کی طرف بھی۔ اس کا معنیٰ ہے آڑ۔ حدِ فاصل۔ کسی چیز کا آگے یا پیچھے ہونا۔ علاوہ اور سوا ہونا۔
كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ۔ انہوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔ یعنی قابلِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے اس پر عمل نہ کیا۔
اِتَّبَعُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِتِّبَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ انہوں نے پیروی کی۔ انہوں نے اتباع کیا۔ مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ۔ مَا موصولہ۔ تَتْلُوْا۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ تِلَاوَةٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ وہ پڑھتی ہے۔ وہ (جماعتِ شیاطین) پڑھتی ہے۔ وہ تلاوت کرتی ہے۔ مضارع لطور حکایت حال ماضی آیا ہے اس لئے ماضی کے معنی دیتا ہے۔ تلاوت کا لفظ آسمانی کتابوں کی اتباع اور پیروی کے لئے مخصوص ہے۔ جو کبھی ان کے پڑھنے اور کبھی ان کے مضامین امر و نہی اور ترغیب و ترہیب کے ذہن نشین کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ صلہ ہے مَا موصولہ کا۔ اِتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ اور وہ ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے۔ جو (حضرت سلیمان کے عہدِ سلطنت میں) پڑھا کرتے تھے۔
عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ۔ عَلٰى بمعنی فِيْ ہے سُلَيْمٰنَ۔ بوجہ عجمہ و معرفہ۔ غیر منصرف منصوب ہے عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ۔ سلیمان کے زمانہ حکومت میں۔
اَلشَّيٰطِيْنُ۔ جمع شیطان کی ہے۔ شَطَنَ مادہ سے فَيْعَالٌ کے وزن پر۔ ہر سرکش اور شریر شخص کو شیطان کہتے ہیں خواہ وہ جن ہو یا انسان۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (۶ : ۱۱۲) اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں کو اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔
الشَّيٰطِيْنَ۔ بوجہ عمل لٰكِنَّ منصوب ہے
وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے مطلق کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا تھا۔ یہاں جادو کرنے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ اگلے جملے میں ارشاد ہوتا ہے،
يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ کہ وہ لوگوں کو سحر (جادو) سکھاتے تھے، یعنی لوگوں کو جادو سکھانا یا اس پر خود عمل کرنا حضرت سلیمان ؑ کا فعل نہ تھا بلکہ اس وقت کے سرکش اور شریر افراد کا یہ کام تھا کہ لوگوں کو

جادو سکھاتے تھے۔ یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ حال ہے کَفَرُوْا کی ضمیر فاعل مستتر ھُمْ سے
وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ۔
واؤ عاطفہ ہے اور جملہ کا عطف جملہ سابقہ مَا تَتْلُوْا ..... عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ پر ہے۔ یعنی وہ ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سلیمانؑ کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور ان (علوم و فنون کے پیچھے) جو بابل میں ہاروت و ماروت کو حاصل تھے۔
چونکہ عطف تغایر کو چاہتا ہے اس لئے مَآ اُنْزِلَ سے سحر کی نوع دیگر مراد ہے یا سحر کے سوا دیگر علوم و فنون (عبداللہ یوسف علی) اُنْزِلَ سے نازل من اللہ مراد نہیں بلکہ ان دونوں کی علمی استعداد جو ان کو اللہ کی طرف سے حاصل تھی (بابل میں ہاروت ماروت پر کوئی جادو وادو نازل نہیں ہوا تھا۔ (حقانی)
بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ بوجہ عجمہ و معرفہ غیر منصرف ہیں اور بدیں وجہ منصوب۔
صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں۔ ہاروت و ماروت شہر بابل میں دو شخص تھے کہ جن کو ان کے عجائب افعال اور نیک چلنی کی وجہ سے ان کو لوگ فرشتہ کہتے تھے اور ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا تھا۔ یہ شخص اس فن سے واقف تھے مگر اس کو بُرا سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جو شخص ان کے پاس سیکھنے آتا اس سے یہ کہہ دیتے تھے۔ کہ بھائی خدا نے یہ علم ہم کو تمہاری آزمائش کے لئے دیا ہے اس کو نہ سیکھو ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔
(ان کے متعلق یہ کہانی کہ وہ دو فرشتے تھے جو حضرت ادریس علیہ السلام کے عہد میں زمین بابل میں آئے تھے ایک حسین عورت زہرہ پر عاشق ہو گئے اور اس کے بہکانے پر غیر شرعی کام کئے اور سزا میں ایک کنوئیں میں اُلٹے لٹکائے گئے وغیرہ۔ سب بے حقیقت اور بے تکی باتیں ہیں)
وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ۔ مَا نافیہ۔ یُعَلِّمٰنِ مضارع تثنیہ مذکر غائب وہ دونوں نہیں سکھاتے تھے۔
تَعْلِيْمٌ (تفعیل) مصدر مِنْ اَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے
حَتّٰى۔ اِلٰى۔ اَنْ۔ جب تک۔
يَقُوْلَا۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ حتی کے بعد اَنْ مقدرہ کی وجہ سے مضارع منصوب آیا ہے۔ قَوْلٌ مصدر (باب نَصَرَ) وہ دونوں کہہ دیتے تھے۔
فِتْنَةٌ۔ آزمائش۔ فِتْنَةٌ۔ فَتْنٌ۔ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید میں لفظ فِتْنَةٌ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً آزمائش، (آیہ ہذا) آفت، مصیبت، فساد، کفر، بدنظمی، عبرت، ایذا وغیرہ۔
اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ میں اِنَّمَا کلمہ حصر ہے۔ ہم تو صرف آزمائش ہیں۔
لَا تَكْفُرْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو کافر مت بن

فَيَتَعَلَّمُوْنَ۔ فاء عاطفہ ہے۔ يَتَعَلَّمُوْنَ کا عطف يُعَلِّمٰنِ پر ہے اور نفی میں شامل نہیں۔ تقدیر کلام کچھ ایسے ہے وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ (يُعَلِّمٰنِهِمْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقَوْلِ) فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا ..... الخ۔ وہ دونوں کسی کو نہ سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لئے ہیں، "تو کافر نہ بن"، ولیکن جب وہ اس پر بھی سیکھنے پر اصرار کرتے تو) وہ ان کو اس قول کے بعد سکھانے پر آمادہ ہوجاتے اور وہ لوگ ان دونوں سے سیکھتے ایسی بات کہ ..... الخ

يَتَعَلَّمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَعَلُّمٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ وہ سیکھتے تھے

مَا يُفَرِّقُوْنَ۔ مَا موصولہ ہے يُفَرِّقُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تَفْرِيْقٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ وہ جدائی پیدا کرتے تھے بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وہ جادو جو وہ ہاروت و ماروت سے سیکھتے تھے جدائی ڈالنے کے لئے۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ۔ واؤ حالیہ ہے۔ مَا نافیہ مشابہ بِلَیْسَ۔ بِضَآرِّيْنَ میں باء زائدہ ہے اور مِنْ اَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر کا مرجع وہی ہے جو ہ متذکرہ الصدر میں ہے۔ مطلب۔ اَیْ مَا يَضُرُّوْنَ بِهٖ اَحَدًا ۔ اس سے وہ کسی کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے تھے جملہ حالیہ ہے جملہ سابقہ سے۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا.... الخ پر ہے مَا يَضُرُّهُمْ میں مَا موصولہ ہے يَضُرُّهُمْ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہے اور وَلَا يَنْفَعُهُمْ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف۔ معطوف علیہ و معطوف مل کر صلہ ہوا مَا موصولہ کا۔ وہ لوگ وہ بات سیکھتے تھے جو ان کو ضرر دیتی تھی اور ان کو نفع نہیں دیتی تھی۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا۔ واوٗ عاطفہ لام تاکید کا۔ قَدْ ماضی پر داخل ہوکر، تحقیق کے معنی دیتا ہے عَلِمُوْا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اَلْيَهُوْد کے لئے ہے۔

لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ط۔ لام ابتدائیہ (جو مبتدا پر داخل ہوتا ہے) مَنْ موصولہ اِشْتَرٰهُ (اِشْتَرٰى فعل بافاعل ہٗ مفعول جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر) صلہ اپنے موصول کا اور موصول و صلہ مل کر مبتداء ہے (جس پر کہ لام ابتدار داخل ہوا ہے)

ترجمہ:۔ اور بے شک وہ (یہود) جان چکے تھے کہ جس نے اس (سحر) کو (کتاب اللہ کے عوض) خریدا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ جملہ لَمَنِ اشْتَرٰهُ ..... مِنْ خَلَاقٍ مفعول ہے عَلِمُوْا کا اِشْتَرٰى ماضی واحد مذکر غائب اِشْتِرَآءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ اس نے خریدا۔ اس نے مول لیا۔

ریا اس نے بیچا) ہٗ ضمیر مفعول سحر کے لئے ہے۔
خَلَاقٍ ۔حصہ۔ اپنی عادت اور خلق سے جو فضیلت انسان حاصل کرے اس کا نام خلاق ہے۔
وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِہٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۔ واؤ عاطفہ مَا موصوفہ ہے۔ شَرَوْا بِہٖٓ اَنْفُسَھُمْ جملہ فعلیہ ہو کر صفت (ہٗ کا مرجع مَا بمعنی شَیْئًا ہے) بِئْسَ فعل ذم ہے۔ بُرا ہے۔ لام تاکید کا ہے۔ اور جس شئے کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بُری تھی۔ شَرَوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب شِرَاءٌ (باب ضَرَبَ) سے بمعنی خرید و فروخت کرنا۔ ہر دو معنی یعنی خریدنا اور فروخت کرنا کے لئے استعمال ہوتا ہے
لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝ کاش وہ جانتے۔
فَائِدَۃٌ ۔ اگر کوئی بطور شبہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو بطور تاکید یہ فرما دیا وَلَقَدْ عَلِمُوْا (بیشک جان چکے) تو پھر لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (کاش وہ جانتے) کے کیا معنیٰ ہوں گے؟
جواب یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم سطحی ہے جو محض زبان پر ہے اس کا دل سے یا عمل سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا علم جو قلب کی گہرائیوں تک جا گھسے اور اس کو منور کر دے۔ اور یہی علم نافع ہے۔ یہود کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچاننا بھی اسی قبیل سے تھا۔ کہ وہ سطحی جانتے تھے اور مانتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن یہ اقرار ان کی زبانوں تک ہی محدود تھا ان کے دل اس کے نور سے عاری تھے اس لئے ان کی یہ پہچان ان کو کچھ نافع نہ تھی (تلخیص از تفسیر مظہری)
قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات متعلقہ ہیں۔ ۲ : ۱۴۶ اور ۶ : ۲۰۔
۲ : ۱۰۳۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ۔ (ای اٰمَنُوْا بِالرَّسُوْلِ اَوْ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ او بالتورٰیۃ) واؤ۔ عاطفہ ہے لَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ۔ جملہ شرطیہ اور وَاتَّقَوْا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی جملہ شرطیہ دوم ہے۔ اور جملہ لَمَثُوْبَۃٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ خَیْرٌ ۔ جواب شرط ہے **اصل** اس کی یوں ہو گی۔
وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَاُثِیْبُوْا مَثُوْبَۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ خَیْرًا مِّمَّا شَرَوْا بِہٖٓ اَنْفُسَھُمْ
اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو وہ ضرور صلہ پاتے خدا کے ہاں سے جو اس چیز سے بہتر ہوتا جس کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا
لَمَثُوْبَۃٌ میں لام تاکید کے لئے ہے۔ مَثُوْبَۃٌ ۔ ثَوْبٌ سے ہے جس کے معنی کسی چیز کے اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں۔ یا غور و فکر سے جو حالت مقدر اور مقصود ہوتی ہے اس تک پہنچ جانے کے ہیں۔ اول الذکر کی مثال ثَابَ فُلَانٌ اِلٰی دَارِہٖ ۔ فلاں اپنے گھر لوٹ آیا۔ یا ثَابَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ میری سانس میری طرف لوٹ آئی۔ مؤخر الذکر کی مثال ثَوْبٌ ہے۔ کیونکہ سوت کاتنے سے مقصود کپڑا بننا ہے لہذا کپڑا بن جانے پر گویا سوت اپنی حالتِ مقصود کی طرف لوٹ آتا ہے۔

یہاں مَثُوْبَۃٌ بمعنی اچھا بدلہ۔ ثواب، جزاء ہے۔ خَیْرٌ یہاں بطور صیغہ افعل التفضیل ہے۔ مفضل علیہ (سحر) کو یا تو اس لئے حذف کیا گیا کہ مفضل کو مفضل علیہ سے اس قدر عالی سمجھا کہ مفضل علیہ سے اس کو کسی قسم کی مناسبت ہو۔ یا اس واسطے کہ تخصیص کسی شے کی نہ رہے۔ تفضیل کل ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ مفضل جملہ اشیاء سے بہتر ہے

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ آیت سابقہ ملاحظہ ہو۔

۲ : ۱۰۴۔ رَاعِنَا۔ ر ع ی۔ مادہ سے مشتق ہے مُرَاعَاۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے مُرَاعَاۃٌ بمعنی حفاظت کرنا۔ کسی کی طرف کان لگانا۔ مثلاً رَاعَیْتُہٗ سَمْعِیْ۔ میں نے اس کی طرف کان لگایا۔ یا کسی کی بات کی طرف دھیان دیا۔ مثلاً هُوَ لَا يُرَاعِیْ اِلٰی قَوْلِ اَحَدٍ۔ وہ کسی کی بات پر دھیان نہیں دیتا۔

رَاعِنَا۔ ہماری طرف کان لگا۔ ہماری طرف متوجہ ہو۔

اَلرَّعْیُ۔ اصل میں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کو کہتے ہیں۔ خواہ غذا کے ذریعہ سے ہو جو اس کی زندگی کی محافظ ہے یا اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعے سے ہو۔ مثلاً اَرْعَیْتُہٗ میں نے اس کے سامنے چارہ ڈالا۔ اور رَعَیْتُہٗ میں نے اس کی نگرانی کی۔ اسی سے رِعْیٌ چارہ یا گھاس کو کہتے ہیں اور مَرْعٰی چراگاہ کو۔ اسی سے رَاعِیْ چرواہا کو کہتے ہیں۔ نیز رَاعِنْ یہود کی زبان میں ایک نہایت فحش گالی تھی۔ رَاعِنَا (ہماری طرف کان لگا یا متوجہ ہو) کو ذرا زبان دبا کر رَاعِیْنَا بولتے اور اپنے دل میں اس کے معنی لیتے۔ اے ہمارے چرواہے یا بطور گالی رَاعِنَا۔ رَاعِیْنَ سے بمعنی احمق۔ استعمال کرتے۔ ان کی دیکھا دیکھی اور ان کی نیت کو جانے بغیر مسلمان بھی کبھی یہ لفظ (بمعنی ہماری طرف متوجہ ہو) استعمال کر لیتے تھے۔ آیت ہذا میں خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے استعمال سے منع فرمایا ہے تاکہ یہ ذو معنی لفظ کسی گستاخی کا باعث نہ بن سکے۔ اور ہدایت فرمائی کہ وہ (یعنی مسلمان) رَاعِنَا کے بجائے اُنْظُرْنَا کہا کریں۔

وَاسْمَعُوْا۔ واؤ عاطفہ۔ اِسْمَعُوْا سِمَاعٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم سنو۔ تم سنتے رہو۔ یعنی اُنْظُرْنَا (آپ ہماری طرف نظر فرمائیں) کہو اور پھر دھیان سے سنو۔

۲ : ۱۰۵۔ مَا يَوَدُّ۔ مَا نافیہ ہے۔ يَوَدُّ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَوَدَّۃٌ مصدر۔ باب سَمِعَ۔ نہیں پسند کرتے۔ نہیں چاہتے ہیں۔

مِنْ بیانیہ ہے۔ اور وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ میں واؤ عاطفہ اور لَا زائدہ ہے اَنْ يُّنَزَّلَ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ يُنَزَّلَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَنْزِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سے بمعنی نازل کیا جانا۔ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ یہ جملہ مفعول ہے يَوَدُّ کا۔ ترجمہ یہ ہوگا۔ وہ لوگ جو کافر ہیں کتاب والے ہوں یا مشرک تمہارے رب کی طرف سے تم پر کسی بھلائی کے نازل کئے جانے پر خوش نہیں ہیں۔

وَاللّٰہُ میں واؤ حالیہ ہے۔

يَخْتَصُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِخْتِصَاصٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ وہ خاص کرتا ہے۔ وہ مخصوص کرتا ہے۔ ترجمہ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جسے چاہے مخصوص کر لے۔

ذُوا الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ ذُوْا مضاف۔ الْفَضْلِ موصوف الْعَظِیْمِ۔ صفت۔ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ عظیم فضل والا۔ بڑے ہی فضل کا مالک۔

۲: ۱۰۶۔ مَا شرطیہ ہے اور جازم فعل ہے۔ مَا مِنْ اٰیَۃٍ جو آیت بھی۔ جس آیت کو بھی۔

نَنْسَخْ۔ مضارع جمع متکلم مجزوم بوجہ عمل مَا شرطیہ نَسْخٌ (باب فتح مصدر بمعنی زائل کرنا۔ بدل دینا۔ بیکار کر دینا۔ ایک چیز کو دوسری کی جگہ قائم کرنا۔ صورت بدل دینا۔ لکھنا۔ اَلْاِسْتِنْسَاخُ (باب استفعال) کے معنی کسی چیز کے لکھنے کو طلب کرنے یا لکھنے کے لئے تیار ہونے کے ہیں لیکن بمعنی نسخ (لکھنا) بھی قرآن مجید میں آیا ہے۔ مثلاً۔ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۴۵: ۲۹) جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے۔ تَنَاسُخٌ ایک کے بعد دوسری چیز کا اس کے قائم مقام ہونا۔ جیسا کہ اہل ہنود میں مسئلہ تناسخ ہے کہ آتما یعنی روح ہر موت پر دوسرا روپ دھار لیتی ہے اور عمل جاری رہتا ہے تاآنکہ آتما کو نروان (نجات) حاصل ہو۔

آیت ہذا میں جملہ کا ترجمہ ہوگا۔ ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں۔

اَوْ۔ یا۔ حرفِ عطف ہے۔

نُنْسِهَا۔ مضارع جمع متکلم۔ اصل میں نُنْسِیْهَا تھا۔ یا کو ساقط کیا گیا ہے۔ یہ اِنْسَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ہے اَنْسٰی یُنْسِیْ۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب ہے جس کا مرجع آیت ہے ہم اسے فراموش کرا دیتے ہیں نَسِیَ۔ مادہ۔

نَاْتِ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِتْیَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔ یہ فعل لازم ہے۔ لیکن ھاء کے صلہ کے ساتھ آئے تو متعدی کے معنی دیتا ہے۔ ہم لاتے ہیں۔ ہم دیتے ہیں۔

ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اٰیَۃٍ کے لئے ہے۔ نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا۔ جملہ جواب شرط ہے۔

(۲: ۱۰۷) اَلَمْ تَعْلَمْ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ لَمْ تَعْلَمْ نفی جحد بلم کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ کیا تو نہیں جانتا۔

مَا لَکُمْ میں مَا نافیہ ہے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ اللہ کے سوا۔

وَلِیٌّ۔ وِلَایَۃٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صیغہ صفت ہے۔ مددگار

نَصِیْرٌ۔ نَصْرٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صیغہ صفت ہے۔ بچانے والا۔

۲: ۱۰۸۔ اَمْ۔ یا۔ کیا۔ خواہ۔ حرف عطف ہے استفہام کے معنیٰ دیتا ہے کبھی بمعنیٰ بَلْ (حرف اضراب

بلکہ) اور کبھی بمعنی ہمزہ استفہامیہ ہوتا ہے۔ جیساکہ آیت ہذا میں ہے اور کبھی زائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ اَمْ اَنَا خَیْرٌ (۴۳: ۵۱-۵۲) عبارت کی تقدیر یوں ہے۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَنَا خَیْرٌ (کیاتم نہیں دیکھتے میں بہتر ہوں.....)

تُرِیْدُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِرَادَۃٌ مصدر (باب افعال) کیاتم چاہتے ہو، کیاتم ارادہ کرتے ہو۔ اَنْ ۔ مصدریہ ہے۔

کَمَا ۔ کاف حرف تشبیہ ہے۔ مَا موصولہ (بعد کو آنے والا جملہ اس کا صلہ) جیساکہ۔

مَنْ یَّتَبَدَّلِ الْکُفْرَ ۔ مضارع مجزوم بوجہ شرط وصل کی وجہ سے مجزوم کو مکسور کردیا گیا۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ تَبَدُّلٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر، بدلہ میں لینا مَنْ شرطیہ۔ جو ایمان کے بدلہ میں کفر کو لے گا۔ یا ایمان چھوڑکر کفر لے گا۔

فَقَدْ ۔ میں فاء جواب شرط کے لئے ہے۔ سارا جملہ جواب شرط ہے۔

قَدْ ضَلَّ ۔ ماضی پر آنے کی وجہ سے قَدْ تحقیق کے معنی میں ہے۔ ضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ کھو گیا۔ راہ سے دور جا پڑا۔

سَوَاءَ السَّبِیْلِ ۔ مضاف، مضاف الیہ مل کر ضَلَّ کا مفعول ۔ بمعنی راہ راستگی۔ سو بے شک وہ راہ راستگی کھو بیٹھا۔ راہ سے دور جا پڑا۔

۲: ۱۰۹ ۔ وَدَّ ۔ ماضی ۔ واحد مذکر غائب ۔ وُدٌّ ۔ مَوَدَّۃٌ مصدر (باب سمع) اس نے دل سے چاہا۔ دل سے خواہش کی۔

لَوْ ۔ یہاں بطور حرفِ تمنّی استعمال ہوا ہے۔ کاش۔

یَرُدُّوْنَکُمْ ۔ یَرُدُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ رَدٌّ مصدر (باب نَصَرَ) کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کہ تم کو لوٹا دیویں۔ مرتد بنا دیں۔

کُفَّارًا ۔ مفعول ثانی ہے (کُمْ مفعول اول) فعل یَرُدُّوْنَ کا۔

حَسَدًا ۔ بوجہ حسد۔ مفعول لہٗ۔

مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ ۔ اَنْفُسِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ عِنْدِ کا جو مضاف ہے۔ یہ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مجرور اپنے جار مِنْ کا۔ جار مجرور مل کر صفت حَسَدًا کی ۔ یعنی بوجہ حسد کے جو ان کے دلوں میں ہے۔

مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۔ بعد اس کے کہ ظاہر ہوچکا ان پر حق ۔ یعنی یہ سب ان کی گذشتہ کارروائی اس پر ہے کہ ان معجزات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات سے جو تورات میں مذکور ہیں حق ان پر ظاہر

ہو چکا تھا۔

فَاعْفُوْا۔ فاء عاطفہ۔ اُعْفُوْا۔ عَفْوٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم معاف کردو

اِصْفَحُوْا۔ صَفْحٌ (باب فتح) مصدر سے۔ فعل امر کا صیغہ، جمع مذکر حاضر ہے۔ تم درگذر کرو۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ جملہ انشائیہ ہے اور معطوف ہے جس کا عطف فَاعْفُوْا پر ہے۔

(۲: ۱۱۰) وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ ۔ واؤ عاطفہ، مَا شرطیہ۔ مِنْ خَیْرٍ بیان ہے مَا

کا۔ لِاَنْفُسِکُمْ۔ متعلق فعل تُقَدِّمُوْا ہے۔ اور جو بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیج رکھو گے۔ یہ جملہ شرط ہے

اور اگلا جملہ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ۔ جواب شرط ہے۔ تُقَدِّمُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَقْدِیْمٌ (تفعیل)

مصدر سے۔ تم آگے بھیجو گے۔

۲: ۱۱۱۔ لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ ۔ لَنْ یَّدْخُلَ۔ مضارع معروف نفی تاکید بلَنْ صیغہ واحد مذکر غائب

فعل مضارع منصوب بوجہ عمل لَنْ ہے۔ اَلْجَنَّۃَ۔ مفعول ہے فعل لَنْ یَّدْخُلَ کا۔

اَمَانِیُّھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی (جھوٹی) تمنائیں۔ اُمْنِیَّۃٌ کی جمع۔

ھَاتُوْا۔ اسم فعل۔ یعنی اسم بمعنی فعل امر جمع مذکر حاضر ہے۔ لاؤ۔

یہ اصل میں اِیْتَاءٌ (افعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اٰتُوْا تھا۔ ہمزہ کو ھاء سے بدل کر ھَاتُوْا

کرلیا۔ مُھَاتَاۃٌ۔ کوئی چیز کسی کو دینا۔

ا ت ی اور ھ ت ی حروف مادہ ہیں ہر دو صورت میں فعل امر کی گردان یوں آئے گی۔ ھَاتِ ھَاتِیَا

ھَاتُوْا ..... الخ۔

بُرْھَانَکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری دلیل۔ بُرْھَانٌ واحد بَرَاھِیْنُ جمع۔

۲: ۱۱۲۔ بَلٰی۔ حرف ایجاب ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲: ۷۶۔

مَنْ شرطیہ ہے۔ جس کسی نے۔

اَسْلَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ اسلام لایا۔ وہ تابعدار ہوا۔ وہ مسلمان ہوا۔

اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس سے انسان کی جان و مال محفوظ ہو جاتے۔ یعنی اسلام کا صرف زبان

سے اقرار ہو۔ خواہ اعتقاد ہو یا نہ ہو۔ اس کا درجہ ایمان سے نیچے ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ

اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (۴۹: ۱۴)

اعراب (گنوار) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ تو۔ کہہ کہ تم ایمان نہیں لائے۔ پر کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔ اس آیت

میں یہی اسلام مراد ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زبان سے اعتراف کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اعتقاد ہو۔ عمل سے پورا کرے

اور قضاء وقدر الٰہی کے آگے سر جھکا دے۔ اسلام کے اس معنیٰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا۔
فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (۲۷: ۸۱) جو یقین رکھتا ہے ہماری آیات پر سو وہ حکم بردار ہیں۔
مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ۔ جس کسی نے اللہ کے سامنے اپنا چہرہ (یعنی اپنی گردن) کو جھکا دیا۔ وَهُوَ مُحْسِنٌ حال ہے (در آنحالیکہ وہ نیکی کرنے والا بھی ہو) یہ سارا جملہ شرط ہے۔

فَلَهٗ اَجْرُهٗ..... الخ جواب شرط ہے۔
فاء جوابِ شرط کے لئے ہے۔ لَهٗ اور اَجْرُهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَنْ کی طرف راجع ہے
وَلَا یَحْزَنُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ حُزْنٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے نہ وہ غمگین ہوں گے۔

۲: ۱۱۳- اَلْیَهُوْدُ اور النَّصٰرٰی میں۔ ال عہد کا ہے۔ مراد اَلْیَهُوْدُ سے مدینہ مُنوّرہ کے یہودی اور باسی ہیں اور النَّصٰرٰی سے مراد عیسائیوں کا ایک وفد جو نجران سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ دوران گفتگو دونوں فریق آپس میں جھگڑنے لگے۔ یہودیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت اور انجیل سے انکار کیا۔ اور عیسائی حضرت موسیٰ کی نبوت اور توراۃ سے منکر ہو گئے۔
اور بعض کے نزدیک عامۃ الیہود اور عامۃ النصاریٰ مُراد ہیں
وَهُمْ یَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط جملہ حالیہ ہے حالانکہ وہ سب الکتاب پڑھتے ہیں۔ یعنی یہودی توراۃ پڑھتے ہیں جو حضرت عیسیٰ اور انجیل کی تصدیق کرتی ہے۔ اور عیسائی انجیل پڑھتے ہیں جو حضرت موسیٰ کی نبوت اور توراۃ کی تصدیق کرتی ہے۔

یَتْلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تِلَاوَةً (باب نصر) مصدر سے وہ تلاوت کرتے ہیں۔ وہ پڑھتے ہیں
كَذٰلِكَ۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید بمعنیٰ یہود اور نصاریٰ کا قول۔ اسی قسم کی بات۔
اَلَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ وہ لوگ جو نہیں جانتے یا جن کے پاس علم نہیں۔ مراد مشرکین عرب اور دیگر بت پرست اور مجوس ہیں اور ان کے علاوہ جو فرقے کفار کے گزرے ہیں۔ کیونکہ ہر فرقہ دوسرے کی تکذیب کرتا رہا ہے۔

مِثْلَ قَوْلِهِمْ۔ بیان ہے ذٰلِكَ کا بمعنی مثل قول الْیَهُوْدِ للنَّصَارٰی وقول النصاریٰ لِلْیَهُوْدِ
مطلب یہ ہوا۔ کہ ایسی قسم کی باتیں وہ لوگ کہتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے۔ خواہ مشرکین عرب ہوں کہ مسلمانوں کے متعلق کہتے تھے کہ مسلمان راہ حق پر نہیں۔ خواہ مشرکین قریش ہوں کہ وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب راہ حق پر نہیں۔ یا اس سے مراد پچھلی قوموں کے لوگ ہیں جو اپنے نبیوں کے متعلق کہتے تھے کہ یہ راہِ حق پر نہیں اور اپنے آباء واجداد کے نقش قدم پر چلنے پر مصر تھے۔
یَحْكُمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ حُكْمٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ وہ فیصلہ کرے گا۔ وہ حکم دیگا یا حکم دیتا ہے

یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ ہے فعل یَحْکُمُ کا۔

فِیْمَا۔ میں مَا موصولہ ہے کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ۔ صلہ ہے

سو اللہ فیصلہ کردے گا ان میں قیامت کے روز (اس بات کا) جس میں یہ جھگڑتے رہتے ہیں۔

۲:۱۱۴۔ مَنْ استفہامیہ ہے۔ کون ہے؟۔ استفہام انکاری ہے۔ یعنی کوئی نہیں ہے۔

اَظْلَمُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ ظالم۔

مِمَّنْ۔ مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَنْ موصولہ سے۔ اس شخص سے جو۔

مَنَعَ۔ فعل با فاعل۔

مَسٰجِدَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مفعول اول مَنَعَ کا۔

اَنْ یُّذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ۔ کہ لیا جائے ان میں خدا کا نام۔

یہ مَنَعَ کا مفعول ثانی ہے۔ صاحب تفسیر مظہری نے اس کی مثال وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ (۱۷:۵۹) دی ہے جس میں اَنْ نُّرْسِلَ دوسرا مفعول ہے مَنَعَ کا۔

وَسَعٰی فِیْ خَرَابِہَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مَسٰجِدَ کے لئے ہے۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے خرابی معنوی بھی ہوسکتی ہے جب کسی کو مسجد میں اللہ کے ذکر سے منع کیا جائے یا حسی جب اس کو فی الواقع مسمار کیا جائے۔ مثلاً بصورت اول مشرکین مکہ کا مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکے رکھنا۔ اور بصورت دوم بخت نصر کا بیت المقدس کو اجاڑ دینا۔

مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ کی مسجدوں کو اس کے ذکر سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو۔

اُولٰٓئِکَ۔ اسم اشارہ بعید بصیغہ جمع مذکر۔ وہ لوگ۔ مراد وہ لوگ جو اللہ کی مساجد میں اس کا نام لینے سے روکتے ہیں اور ان کی خرابی کے درپے ہیں

اَنْ مصدریہ ہے۔

مَاکَانَ لَہُمْ۔ ان کو لائق نہ تھا۔

خَآئِفِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خَآئِفٌ واحد۔ خَوْفٌ سے ڈرنے والے۔ یہ حال ہے ضمیر یَدْخُلُوْھَا سے۔

صاحب تفسیر ماجدی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:۔

اِلَّا خَآئِفِیْنَ۔ یعنی (مسلمانوں کے رعب و دبدبہ سے ڈرتے ہوئے) یعنی داخلہ کی اجازت غیر مسلم کو صرف اس حال میں دی جاسکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کا محکوم ہو۔ اور اس کا داخلہ سرکشانہ نہیں محکومانہ ہو۔ قرآن مجید میں لفظ مساجد بصیغہ جمع ہے۔ لیکن ایک قول ہے کہ مساجد سے یہاں مراد مسجد حرام یا حرم کعبہ ہی ہے۔ المراد بالمساجد

المسجد الحرام (معالم عن ابن زید) اور اس شبہ کا کہ لفظ جمع سے مراد واحد کیونکر ہوگی؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ محاورۂ زبان میں یہ جائز ہے۔ مثلاً اگر کوئی محض ایک ہی نیک مرد کو ایذا پہنچائے تو یہ کہنا درست ہوگا کہ نیکوں کو ستانے والا بڑا ظالم ہے۔ کما نقول لمن اذی صالحا واحدًا ومن اظلم من اذی الصالحین (کشاف)

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت سارے کافروں کے حق میں ہے کہ عبادت سے روکنے والے تو سارے ہی کافر ہیں اور مساجد سے مراد کل روئے زمین ہے۔ چنانچہ کافروں کو دار الاسلام میں داخلہ کا کوئی حق نہیں بجز اس کے کہ مسلمانوں کی ہی شرائط پر ہو۔ اور یہ قول امام تریدی کی طرف منسوب ہے (احمدی)

اور اگر مراد مسجد حرام لی جائے تو قانونی اور تشریعی حیثیت سے قطع نظر، واقعاتی رنگ میں بات بالکل صحیح نظر آئے گی۔ چنانچہ مسجد حرام اس وقت سے آج تک بحمد اللہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہی چلی آرہی ہے۔

۲: ۱۱۵ - لِلّٰهِ۔ خبر مقدم۔ اَلْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ مبتدا مؤخر۔ مشرق و مغرب اللہ ہی کا ہے۔

فَاَيْنَمَا۔ فاء عاطفہ۔ اَيْنَمَا ظرفیہ متضمن بمعنی شرط۔ فعل تُوَلُّوْا کا مفعول فیہ ہے۔

اَيْنَ (شرطیہ اور مَا موصولہ کا مرکب ہے) جہاں کہیں۔ جس طرف۔

تُوَلُّوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل کے سبب گر گیا ہے تَوْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ لغات اضداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھیرتے دونوں معنی کے لئے آتا ہے۔ یہاں اس آیۃ میں پہلے معنی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی (جس طرف تم (اپنے منہ) کرو۔

منہ پھیرنے کے معنی میں ہے بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ہ (۲۱: ۵۷) جب تم جا چکو گے منہ پھیر کر۔

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ۔ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط ہے۔

فَثَمَّ: فاء جزائیہ ہے ثَمَّ۔ اسم اشارہ۔ ظرف۔ خبر مقدم۔ وَجْهُ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا مؤخر۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء شرط کی ہے۔

وَاسِعٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ وُسْعٌ وَسَعَةٌ۔ (باب سَمِعَ) مصدر۔ وَسِعَ الْاِنَاءُ الْمَتَاعَ کے معنی ہیں۔ برتن میں متاع کے لئے کافی گنجائش تھی۔ وَسِعَتْ رَحْمَةُ اللّٰهِ كُلَّ شَيْءٍ۔ اللہ کی رحمت ہر چیز کو آسانی سے گھیرے ہوئے ہے۔ اَلسَّعَةُ۔ کا لفظ قدرت کے لئے۔ فعل کے لئے اور حال کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے یہ اسماء الحسنیٰ میں سے ہے۔ اس کے معنی ہیں ایسی ذات جو اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے ہر ایک چیز پر وسیع ہے۔ یعنی اسے آسانی سے گھیرے ہوئے ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بحالت رفع (وَاسِعٌ) ۸ دفعہ آیا ہے۔ ۷ دفعہ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور ایک دفعہ بطور مضاف وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔ اور بحالت نصب ایک دفعہ وَاسِعًا حَكِيْمًا۔ اور ہر جگہ بغیر اَل کے آیا ہے۔

یہاں بمعنیٰ صاحبِ وسعت، کشائش والا۔ صاحبِ فضل، صاحب جود و مغفرۃ۔

۲:۱۱٦۔ اِتَّخَذَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے اختیار کیا۔ اس نے پسند کیا۔

وَلَدًا۔ اسم جنس۔ کوئی بچہ۔ لڑکا ہو یا لڑکی۔ اولاد

سُبْحٰنَهٗ۔ سبحٰنَ پاک ہے۔ نصب۔ نیز مفرد کی طرف اضافت اس کو لازم ہے۔ خواہ مفرد اسم ظاہر ہو۔ جیسے سُبْحَانَ اللهِ۔ (اللہ پاک ہے) یا اسم ضمیر ہو جیسے سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے۔ سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے۔ سُبْحٰنَ مصدر ہے جس کے فعل کو کبھی استعمال نہیں کیا گیا۔

بَلْ۔ حرف اضراب ہے یہ نہیں جو پہلے جملہ میں کہا گیا (کہ اس کی اولاد ہے) بلکہ سچ بات یہ ہے جو اگلے جملہ میں بیان ہو رہی ہے۔ یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۱۳۵)

قٰنِتُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ قَانِتٌ واحد۔ اطاعت کرنے والے۔ فرمانبردار۔ حکم بجالانے والے۔ اَلْقُنُوْتُ (باب نَصَرَ) جس کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنا ہے اسی سے دعائے قنوت ہے۔ اللہ کے حضور اپنی فرمانبرداری کا اظہار۔

۲:۱۱۷۔ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ بَدِيْعٌ بروزن فَعِيْلٌ بمعنیٰ مُبْدِعٌ۔ موجد۔ نیا نکالنے والا۔ نئی طرح بنانے والا۔ پیدا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اَلْاِبْدَاعُ۔ ایسی چیز کو ایجاد کرنا جس کی سابق میں مثال نہ ہو۔ بغیر کسی کی اقتدار اور پیروی کرنے کے کسی صنعت کو نکالنا۔

جب اللہ تعالیٰ کے متعلق ہو تو اس کے معنی ہوں گے۔ بغیر آلہ۔ بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے کسی شے کو ایجاد کرنا۔ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا۔

اِذَا۔ ظرف زمان ہے۔ جب۔ اس وقت۔ بطور حرف فجائیہ بھی آتا ہے بمعنیٰ ناگہاں۔ مثلاً فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (۲۰: ۲۰) پس یکایک وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔ یہاں بمعنیٰ جب آیا ہے۔ شرطیہ ہے

قَضٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب بمعنی مضارع۔ ارادہ کرتا ہے۔ وَاِذَا قَضٰى اَمْرًا۔ وہ جب کوئی چیز کرنا چاہتا ہے، یہ جملہ شرط ہے اور فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ جزاء ہے شرط کی۔ شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا

فَاِنَّمَا۔ ف جزائیہ ہے۔ اِنَّمَا میں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ ہے۔ جو حصر کے معنیٰ دیتا ہے۔ اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ بے شک۔ تحقیق۔

كُنْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر، ہو جا۔ كَوْنٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے۔

فَيَكُوْنُ۔ پس وہ ہو جاتا ہے۔

۲:۱۱۸۔ لَوْلَا۔ لَوْ حرف شرط۔ اور لَا نافیہ سے مرکب ہے۔ کیوں نہیں۔ کیوں نہ۔

یہ حروف التحضیض ہے (کسی کو کسی کام کرنے پر ابھارنا۔ یا آمادہ کرنا) العرض (نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا) میں

ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۶ : ۴۳ ، یا لغات القرآن جلد پنجم۔
دیگر حروف التحضیض والعرض یہ ہیں۔ اَلَّا۔ ھَلَّا۔ لَوْمَا۔
یُکَلِّمُنَا۔ یُکَلِّمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ کلام کرتا ہے تَکْلِیْمٌ (تفعیل) مصدر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم وہ کیوں ہم سے کلام نہیں کرتا۔
تَاْتِیْنَا۔ مضارع واحد مؤنث غائب نَا ضمیر جمع متکلم اِتْیَانٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ ہمارے پاس آئے۔ وہ ہمارے پاس آتی ہے۔ اَوْ تَاْتِیْنَا اٰیَۃٌ ای ولولا تاتینا اٰیۃ۔ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی۔
تَشَابَھَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ایک جیسی ہو گئی۔ یہاں فعل قُلُوْبُھُمْ کے لئے آیا ہے بمعنی ان کے دل ایک جیسے ہو گئے۔ لیعنی عناد اور نابینائی میں پہلے اور پچھلے لوگوں کے دل برابر ہیں۔ تَشَابَھَتْ کا فاعل قُلُوْبُھُمْ ہے۔
قَدْ بَیَّنَّا۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے بَیَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَبْیِیْنٌ (تفعیل) مصدر سے واضح طور پر بیان کرنا۔ بے شک ہم واضح طور پر بیان کر چکے ہیں۔
یُوْقِنُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِیْقَانٌ (افعال) مصدر، وہ یقین کرتے ہیں۔
بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (بشارت دینے والا۔ اور ڈرانے والا) دونوں حال ہیں اَرْسَلْنٰکَ کے کاف سے۔
اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ط مضاف مضاف الیہ۔ دوزخی۔ جَحِیْمٌ دہکتی ہوئی آگ۔ جَحْمٌ آگ کے سخت بھڑکنے کو کہتے ہیں (باب سَمِعَ) سے آتا ہے جَحِیْمٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے۔ سخت بھڑکنے والی آگ، دوزخ
۲ : ۱۲۰ - لَنْ تَرْضٰی۔ مضارع منفی تاکید بلن۔ واحد مؤنث غائب۔ یہاں اَلْیَھُوْدُ (اسم جمع "یہودیوں کی جماعت" کے لئے آیا ہے۔ یہود ہرگز راضی نہیں ہوں گے۔
وَلَا النَّصٰرٰی۔ اور نہ ہی نصاریٰ راضی ہوں گے۔
مِلَّتَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ، ان کا دین۔ ان کا مذہب۔
ھُدَی اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی ہدایت۔ یعنی اللہ کی دی ہوئی ہدایت۔
اَلْھُدٰی۔ اسم معرف باللام۔ اصل ہدایت۔ یعنی اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اور اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت ہی اسلام ہے۔ تو گویا اسلام ہی حق ہے (جس طرف یہ کفار بلاتے ہیں وہ حق نہیں ہے)
لَئِنْ۔ لَامَ اور اِنْ سے مرکب ہے لام تاکید کا ہے اور اِنْ شرطیہ۔
اِتَّبَعْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر اِتِّبَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تو نے پیروی کی۔ تو نے اتباع کیا۔
اَھْوَآءَھُمْ۔ اَھْوَاءٌ جمع ہے ھَوٰی کی۔ خواہشیں۔ ھَوٰی خواہش نفسانی کو کہتے ہیں۔ اَھْوَاءَ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کی خواہشات۔

لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ سارا جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ جواب شرط ہے۔

اَلْعِلْمِ۔ سے مراد یا تو وحی ہے یا دین ہے جس کا صحیح ہونا معلوم ہو چکا۔

ترجمہ ہوگا۔ اگر آپ چلے ان کی خواہشوں پر بعد اس کے کہ آچکا آپ کے پاس علم تو آپ کے لئے نہ کوئی حمایتی ہے کہ اللہ سے بچالے اور نہ کوئی مددگار۔

۲: ۱۲۱۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ:

اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ يَتْلُوْنَهٗ۔ تِلَاوَتِهٖ۔ بِهٖ۔ بِهٖ میں علماء نے ہ کے مرجع کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ اگرچہ آیت کے اصل مطلب میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے یہاں اَلْكِتٰبَ سے مراد توراۃ و انجیل لیا ہے اور اس کو ہ کا مرجع اختیار کیا ہے (صاحب تفہیم القرآن کی مطابقت میں) اور بعض نے الکتاب سے مراد اَلْقُرْاٰن لیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ موصول اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ صلہ۔ حَقَّ۔ مصدر کی طرف اضافت کی وجہ سے منصوب ہے۔

اُولٰٓئِكَ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی اور جسے وہ پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے اور دوسرے اُولٰٓئِكَ کا مشار الیہ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ ہے جو اس کتاب سے کفر کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ تفہیم القرآن میں اس کا ترجمہ یوں ہے۔

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہ اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

یعنی اہل کتاب میں سے جو سچے دل سے توراۃ و انجیل کو پڑھتے ہیں ان کو اسلام اور پیغمبر اسلام پر ایمان لانے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا۔

اَلْخٰسِرُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ نقصان اٹھانے والے۔ خسارہ پانے والے۔

۲: ۱۲۳۔ اِتَّقُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے وق ی مادہ۔ تم ڈرو، پرہیزگاری اختیار کرو۔ يَوْمًا۔ موصوف ہے اور باقی سارا جملہ يُنْصَرُوْنَ تک اس کی صفت۔ موصوف صفت مل کر مفعول ہے اپنے فعل اِتَّقُوْا کا۔ اسی لئے منصوب ہے۔

لَا تَجْزِيْ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ بدلہ نہیں ہوگی۔ وہ کام نہ آئے گی۔ شَيْئًا۔ کچھ بھی۔ کوئی جان دوسری جان کے کسی کام نہ آسکے گی۔

عَدْلٌ۔ عوض۔ معاوضہ، فدیہ۔ عدل۔ انصاف، برابر (اور نہ اس کی طرف سے کوئی معاوضہ یا فدیہ قبول ہوگا۔)

۲ : ۱۲۴ - اِذْ۔ ظرف زمان ہے اس سے قبل فعل اُذْکُرُوْا یا اُذْکُرْ محذوف ہے۔ تم یاد کرو جب۔ یا تو یاد کر جب۔

اِبْتَلٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے آزمایا۔ اس نے امتحان لیا۔ اِبْتِلَاءٌ (افتعالٌ) مصدر سے ابتلاء کے دو مقصد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ امتحان لینے والا اس شخص کی لیاقت اور صلاحیت سے پوری طرح باخبر ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کی لیاقت و صلاحیت کا تو ممتحن کو پوری طرح علم ہو مگر اوروں کی نظر میں اس کی حالت کا پیش کرنا منظور ہو کہ وہ کس قابلیت و صلاحیت کا مالک ہے۔ قرآن مجید میں ابتلاء کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو دوسرے معنیٰ مراد ہوتے ہیں۔

اِبْتِلَاءٌ کے اصل معنیٰ کسی امر شاق کی تکلیف دینے کے ہیں۔ یہ بَلَاءٌ (ب ل و، ب ل ی حروف مادہ) سے مشتق ہے۔ تکلیف دینا آزمائش کو مستلزم ہے۔

اِبْرَاھِمَ۔ مفعول۔ رَبُّہٗ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔

بِکَلِمٰتٍ۔ باء حرف جار۔ کَلِمٰتٍ مجرور۔ کَلِمَۃٌ واحد۔ کَلِمَۃٌ کا صحیح ترجمہ بات ہے۔ بات قول کو بھی کہتے ہیں۔ جیسے میری بات سنو۔ اور فعل کو بھی۔ قرآن مجید میں متعدد معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً دعائیہ کلمات جیسے فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ۔ (۲ : ۳۷) پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے۔ اور وہ کلمات وہ دعائیہ کلمات ہیں جو رَبَّنَا ظَلَمْنَا وغیرہ ہیں۔ یا باتیں جیسے آیت ہذا۔ جب پروردگار نے چند باتوں میں حضرت ابراہیم کی آزمائش کی۔ حضرت عیسیٰ کا مراد ہونا۔ جیسے اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ (۳ : ۳۹) بے شک خدا تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض یعنی عیسیٰ کی تصدیق کریں گے۔ بعض نے کلمہ سے مراد کلمہ توحید۔ قرآن مجید لیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

فَاَتَمَّھُنَّ۔ فاء عاطفہ ہے اَتَمَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اِتْمَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر اس نے پورا کر دیا ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کَلِمٰتٍ کے لئے ہے۔ ان کو۔

فائدہ ۔ وہ کلمات (باتیں) کیا تھے؟ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا گیا۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ چند ایک باتیں یہ ہیں۔ ستارے۔ چاند۔ سورج کو بغور دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچنا کہ پروردگار ہمیشہ رہنے والا ہے ان چیزوں کی طرح زوال پذیر نہیں۔ آتش نمرود میں صبر کرنا۔ عرب کے بے آب و گیاہ ریگستان میں اپنی زوجہ اور ننھے سے بچے کو حکم الٰہی کی بجا آوری میں۔ چھوڑ آنا۔ خداوند تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے میں تامل نہ کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ صاحب تفسیر مظہری ہیں کہ کلمات سے مراد تمام اوامر و نواہی ہیں۔

قَالَ۔ ای قَالَ اللّٰہُ۔

جَاعِلُکَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تجھ کو بنانے والا۔ تجھ کو کرنے والا۔

اِمَامًا۔ پیشوا۔مقتدا۔ رہنما۔ بروزن فِعَالٌ اسم ہے بمعنی مَنْ یُؤْتَمُّ بِہٖ کے۔جس کی پیروی کی جائے
اِئْتِمَامٌ۔ اِفْتِعَالٌ۔مصدر سے۔ اَمَّ یَؤُمُّ (باب نصر) اَمٌّ۔ مصدر۔ بمعنی قصد کرنا۔
اَلْاِمَامُ۔ وہ ہے جس کی اقتدار کی جائے خواہ وہ انسان ہو۔ یا اس کے قول وفعل کی اقتدار کیجائے۔ یا کتاب وغیرہ ہو اور خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جاتے حق پر ہو یا باطل پر۔ مذکر و مؤنث دونوں پر آتا ہے۔ اِمَامٌ کی جمع اَئِمَّۃٌ ہے جیسے کِنَانٌ کی جمع اَکِنَّۃٌ (پردے۔ غلاف) ہے۔
قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (۳۶:۱۲) ہر چیز کو ہم نے روشن کتاب میں لکھ رکھا ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض نے لکھا ہے کہ لوح محفوظ کی طرف اشارہ ہے۔
قَالَ۔ ای قَالَ اِبْرَاهِيْمُ۔
وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ۔ واؤ عاطفہ مِنْ تبعیضیہ ذُرِّيَّتِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جملہ کا عطف جَاعِلُكَ کے کاف پر ہے۔ ای وجَاعِلٌ بَعْضَ ذُرِّيَّتِيْ اور کیا میری اولاد میں سے بھی بعض کو امام بنانے والا ہے۔
ذُرِّيَّةَ۔ ذَرٌّ سے ہے جس کے معنی بکھیرنے کے ہیں۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّيَّة ہے۔ مگر عرف عام میں چھوٹی اور بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں یہ جمع ہے مگر واحد ور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔
قَالَ۔ ای قَالَ اللّٰهُ۔
لَا يَنَالُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب نَيْلٌ باب سَمِعَ۔ مصدر۔ نہیں پائے گا۔ نہیں پہنچے گا۔
عَهْدِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرا عہد۔ میرا وعدہ۔
(۲: ۱۲۵)۔ وَاِذْ۔ ای وَاذْكُرْ اِذْ۔ یاد کرو جب (ملاحظہ ہو ۲: ۳۰)
اَلْبَيْتَ۔ اس سے مراد خانہ کعبہ ہے اگرچہ بیت عام ہے جیسے اَلنَّجْم کا اطلاق ثریا پر اکثر آتا ہے
مَثَابَةً۔ یہ جَعَلْنَا کا مفعول ثانی ہے مَثَابَةً ظرف مکان ہے لوگوں کے لوٹنے کی جگہ۔ اس کا مادہ ثَوْبٌ ہے جس کا معنی اصلی حالت کی طرف لوٹنا۔ یا کسی کام کی اصلی غرض کی طرف لوٹنا ہے جو غرض پہلے سوچ لی گئی ہو۔ آغاز عمل انجام فکر ہوتا ہے اور آخر عمل اول فکر۔ یعنی آدمی پہلے سوچتا ہے۔ جب سوچ چکتا ہے تو کام شروع کرتا ہے۔ کام ختم ہو جاتا ہے تو سوچی ہوئی غرض کا حصول سامنے آجاتا ہے اور عمل نتیجہ سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ پس اسی سوچی ہوئی غرض کے ظہور فعلی کی طرف لوٹنے کو ثَوْبٌ کہتے ہیں اور نتیجہ کو ثواب یا مثوبۃ کہا جاتا ہے۔ کعبہ کی تعمیر اور حکم تعمیر سے پہلے مقرر کر لیا گیا تھا کہ لوگ اس کو مرکز عبادت بنائیں اس کی طرف رُخ کریں وہاں جمع ہوں اس لئے کعبہ مَثَابَةً اور جائے رجوع ہو گیا۔ اسی طرح سوت کاتنے کی اصل غرض کپڑا بنانا اور کپڑا حاصل کرنا ہوتی ہے اس لئے کپڑے کو ثَوْبٌ کہتے ہیں اسی طرح نتیجہ عمل کو ثواب (جزا و سزا) کہتے ہیں

اٰمْنًا - بمعنیٰ باعث یا جائے امن - بے خوفی، دلجمعی - اس کا عطف مَثَابَةً پر ہے مصدر ہے - مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے
اِتَّخِذُوْا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِتِّخَاذٌ اِفْتِعَالٌ مصدر - تم اختیار کرو - بنالو - اس سے پہلے قُلْنَا مقدرہ ہے
ہم نے کہا - ہم نے حکم دیا (یہاں مخاطبین الناس ہیں)
مُصَلًّی - ظرف مکان - تَصْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر - صلوٰۃ کی جگہ - نماز پڑھنے کی جگہ - ترجمہ ہوگا اور ہم نے کہا کہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز بنالو - (یعنی طواف کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنا)
مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ تعمیر کرتے رہے - مقام ابراہیم اگرچہ حدود کعبہ میں ایک مختص مقام کا نام ہے لیکن یہاں مراد کعبہ کی ساری حدود ہیں -
عَهِدْنَا اِلٰى - ماضی کا صیغہ جمع متکلم - عَهِدَ (باب سَمِعَ) اِلٰى کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی کے ساتھ معاہدہ کرنا - کوئی شرط عائد کرنا - کسی چیز کا کرنا - لازم قرار دینا - کسی کام کو کسی کے ذمہ لگانا ہے -
یہاں ترجمہ ہوگا - ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل علیہ السلام کے ذمہ لگایا -
اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ - اَنْ مصدریہ طَهِّرَا امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر - تَطْهِيْرٌ تَفْعِيْلٌ مصدر سے - تم دونوں پاک رکھو یعنی معاصی اور ناجائز افعال کے ارتکاب سے میرے گھر کو پاک رکھو -
بَيْتِيَ - مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول طَهِّرَا کا - اور مراد اس سے خانہ کعبہ ہے
لِلطَّآئِفِيْنَ - لام حرف جار - الطَّآئِفِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر - الطَّآئِفُ واحد طَوْفٌ مصدر (باب نَصَرَ) کسی چیز کے گرد چکر کاٹنا - چکر کاٹنے والے - پھیرے لینے والے - طواف کرنے والے - مجازاً وسوسہ اور خطرہ کو بھی طائف کہتے ہیں
یہ مجرور ہے اپنے جار کا - طواف کرنے والوں کے لئے -
وَالْعَاكِفِيْنَ واؤ عاطفہ - الْعَاكِفِيْنَ - اسم فاعل جمع مذکر - عَاكِفٌ واحد - عَكُوْفٌ (باب ضَرَبَ) مصدر ہے جس کے معنیٰ - تعظیماً کسی چیز پر متوجہ ہونا - اور اس سے وابستہ رہنا - عَاكِفٌ مجاور - الگ بیٹھنے والا - جم کر بیٹھنے والا اعتکاف کرنے والا - اعتکاف شرع میں عبادت کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں روکے رکھنے کو کہتے ہیں -
اور معتکف وہ شخص ہے جو عبادت کی نیت سے مسجد ہی میں رہے اور باہر نہ نکلے - سوائے ضرورت شرعی کے قرآن مجید میں ہے وانتم عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ - (۲:۸۱) جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو -
یا اور جگہ آیا ہے يَعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ - (۷ : ۱۳۸) یہ اپنے بتوں کی عبادت کے لئے بیٹھے رہتے ہیں
یا محض روکے رکھنے کے لئے ہے وَالْهَدْیَ مَعْكُوْفًا - (۴۸ : ۲۸) اور قربانی کے جانور کہ روک دیئے گئے ہیں - اس کا عطف الطَّآئِفِيْنَ پر ہے -
وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ - واؤ عاطفہ - الرُّكَّعِ اسم فاعل جمع مذکر رَاكِعٌ واحد رکوعٌ (باب فتح) مصدر جھکنے والے - رکوع کرنے والے - رکوع کے اصل معنیٰ انحناء یعنی جھک جانے کے ہیں - اور نماز میں خاص

تشکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے۔
السُّجُوْدِ. جمع ہے سَاجِدٌ کی سجدہ کرنے والے یہ سَجَدَ یَسْجُدُ (باب نَصَرَ) کا مصدر بھی ہے جس کا مطلب ۔ سجدہ کرنا۔ سر زمین پر رکھنا۔ فروتنی کرنا ہے۔ کبھی سجود کی تعبیر نماز سے بھی کی جاتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَاِدْبَارَ السُّجُوْدِ۔ (۵۰: ۴۰) اور نماز کے پیچھے۔
وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ۔ اور نماز پڑھنے والوں کے لئے۔ ان کا عطف بھی الطَّآئِفِيْنَ پر ہے۔
اَنْ طَهِّرَا. الخ یں اَنْ مفسرہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عہد بمعنی قول ہے اور یہ عَهِدْنَا کی تفسیر ہے۔
۲: ۱۲۶ - وَاِذْ ملاحظہ ہو ۲: ۲۴ - اور یاد کرو جب۔
رَبِّ۔ اصل میں یَارَبِّیْ تھا۔ یا حرف ندا محذوف ہے۔ اور ی ضمیر متکلم کو تخفیفاً گرا دیا گیا۔ اے میرے رب
اِجْعَلْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب جَعْلٌ (باب فَتَحَ) مصدر۔ تو کر دے۔ تو بنا دے۔ ای صَیِّرْ تو بنا دے
هٰذَا۔ یعنی کعبہ اور اس کے اردگرد کی وادی۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔
رَبَّنَا اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ (۱۴: ۳۷)
اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد وادی (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ یہ مفعول اول ہے اِجْعَلْ کا۔
بَلَدًا اٰمِنًا۔ بَلَدًا (شہر) مفعول ثانی۔ موصوف۔ اٰمِنًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اَمْنٌ سے امن والا پُر امن۔ صفت۔ یہ سارا جملہ رَبِّ اجْعَلْ ..... الخ معطوف علیہ۔ وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یہ جملہ معطوف ہے۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے
اَهْلَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اُرْزُقْ کا۔ ہٗ ضمیر کا مرجع بَلَدًا ہے۔ مِنَ الثَّمَرٰتِ متعلق فعل ہے اور مَنْ اٰمَنَ ...... اَلْيَوْمِ الْاٰخِرِ بدل بعض ہے اَهْلَهٗ
مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ میں مَنْ موصولہ ہے اور باقی جملہ اس کا صلہ
ترجمہ:۔ اور اس شہر کے باشندوں میں سے جو ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر اس کو میووں کی روزی عطا کر۔

قَالَ۔ ای قَالَ اللّٰهُ۔
مَنْ کَفَرَ۔ مَنْ موصولہ اور کَفَرَ فعل اور فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اپنے موصول کا۔ اور یہ موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا متضمن بمعنی شرط ہے۔ اور جو کفر کرے گا۔
فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ اُمَتِّعُ مضارع واحد متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو مَنْ کَفَرَ کی طرف راجع ہے۔ میں اس کو بھی کچھ نفع پہنچاؤں گا۔ کچھ متاعِ زندگی دوں گا۔

یہ تَمْتِیْعٌ (تفعیلٌ) مصدر سے ہے بمعنی تھوڑا بہت مال واسباب زندگی کے لئے دینا۔
حملہ جواب شرط ہے قَلِیْلاً صفت ہے جس کا موصوف زَمَانًا محذوف ہے۔ ای زمانا قلیلاً۔
تھوڑے عرصہ کے لئے۔ چند دنوں کے لئے۔

اَضْطَرُّہٗ۔ اَضْطَرُّ مضارع واحد متکلم۔ اِضْطِرَارٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی کسی کو ضرر رساں چیز پر مجبور کرنے کے ہیں۔ اس مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ وہ مجبوری کسی خارجی سبب کی بناء پر ہو جیسے آیت ہذا میں (پھر میں اس کو عذاب دوزخ کے بھگتنے کے لئے مجبور کر دوں گا۔ یعنی مجبورًا دھکیل دونگا)
(۲) دوسرے یہ کہ وہ مجبوری کسی داخلی سبب کی بناء پر ہو۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں (۱) کسی ایسے جذبہ کے تحت وہ کام کرے جسے نہ کرنے سے اسے ہلاک ہونے کا خوف نہ ہو۔ مثلاً شراب نوشی یا قمار بازی کی خواہش سے مغلوب ہو کر ان کا ارتکاب کرے۔

(ب) کسی ایسی مجبوری کے تحت ارتکاب کرے جس کے نہ کرنے سے جان کا خطرہ ہو مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ (۲: ۱۷۳)۔ تحقیق اس نے تم پر مرا ہوا جانور اور لہو اور سور کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے۔ ہاں جو ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ اور حد (ضرورت) سے باہر نہ نکل جائے اس پر کچھ گناہ نہیں۔
لفظ ضرورت بھی اسی مادہ ض ر ر سے مشتق ہے۔

بِئْسَ۔ بُرا ہے فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا بروزن فَعِلَ (باب سَمِعَ) عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا بِئْسَ ہو گیا
اَلْمَصِيْرُ۔ اسم ظرف مکان صَيْرٌ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ، قرارگاہ۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ ای وَبِئْسَ الْمَكَانُ الَّذِيْ يَصِيْرُ اِلَيْهِ الْكَافِرُ۔ بُرا ہے وہ مکان (ٹھکانا) جس کی طرف کافر لوٹے گا۔ مراد عذاب دوزخ ہے۔

۲: ۱۲۷۔ يَرْفَعُ۔ مضارع (بمعنی حکایت حالِ ماضی یعنی وہ فعل مضارع جو کسی گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے) صیغہ واحد مذکر غائب۔ رَفْعٌ۔ باب فتح۔ مصدر سے وہ اٹھا رہا تھا۔ وہ بلند کر رہا تھا۔

اَلْقَوَاعِدُ۔ جمع اس کی واحد دو طرح سے ہے۔
(۱) اَلْقَاعِدَةُ۔ جس کے معنی بنیاد ہے۔ دیوار کا وہ حصہ جس پر پوری عمارت قائم ہوتی ہے۔ اَلْقَوَاعِدُ بنیادیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں مستعمل ہے۔

اَلْقَاعِدُ۔ وہ عمر رسیدہ عورت جو حمل اور حیض کے قابل نہ رہی ہو۔ یہاں تاء تانیث لانے کی ضرورت نہیں جو صفات عورتوں کے لئے مخصوص ہیں ان میں تاء تانیث ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مرد سے اشتباہ ہی نہیں ہوتا جو تاء تانیث ذکر کرکے رفع اشتباہ کیا جائے۔ اس معنی میں قرآن مجید میں ہے۔ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا (۲۴ : ۶۰) اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی۔

وَاِسْمٰعِيْلُ۔ واؤ عاطفہ ہے اور اسمٰعیل معطوف ہے۔ اس کا عطف اِبْرٰهٖمُ پر ہے

الْبَيْتِ۔ سے مراد کعبہ ہے۔ اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔ رَبَّنَا..... الخ سے قبل عبارت مقدر ہے تقدیر کلام یوں ہے۔ قَائِلَيْنِ (یہ کہتے ہوئے) رَبَّنَا..... الخ یہ جملہ ابراہیم واسمٰعیل سے حال ہے۔

ترجمہ:۔ جب (حضرت) ابراہیم واسمٰعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔ دونوں دعا کئے جاتے تھے (یا کہہ رہے تھے) اے ہمارے پروردگار ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما۔ تَقَبَّلْ مِنَّا کے بعد طَاعَتَنَا اِيَّاكَ محذوف ہے۔

تَقَبَّلْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو قبول کر۔ تَقَبُّلٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ یہ علت ہے قبول کر لینے کی۔ استدعا کے لئے (کیونکہ) بے شک تو ہی سمیع علیم ہے ۲ : ۱۲۸۔ رَبَّنَا...... اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ یہ دعا ہے جو کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا سے شروع ہوئی تھی۔

مُسْلِمَيْنِ۔ اسم فاعل تثنیہ مذکر مُسْلِمٌ واحد۔ دو فرمانبردار مسلمان۔

مُسْلِمَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث مُسْلِمَاتٌ جمع۔ فرمانبردار مسلمان۔

اور ہماری اولاد (یا نسل) میں سے بھی ایک گروہ اپنا فرمانبردار بناتے رہیو۔

اَرِنَا۔ اَرِ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر سے ر ء ی مادہ۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم تو ہمیں دکھا۔

مَنَاسِكَنَا۔ اسم ظرف مَنْسَكٌ کی جمع مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اَرِ کا۔ ہمارے حج اور عبادت کے طریقے۔

نُسُكٌ عبادت۔ پرستش۔ نُسُكٌ قربانی نَاسِكٌ عابد۔ دین کے راہ پر چلنے والا۔ مَنْسِكٌ قربانی کی جگہ۔ دین کا راستہ۔ عبادت کا طریقہ۔ حج کا طریقہ۔

تُبْ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تَوْبَةٌ (باب نصر) مصدر۔ تو معاف کر۔ تو توبہ قبول کر۔

تَابَ يَتُوْبُ۔ اگر اِلٰی کے صلہ کے ساتھ آئے تو بمعنی بندے کا توبہ کرنا۔ معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے اور جب عَلٰی کے ساتھ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی توبہ قبول کرنے اور رحم کے ساتھ متوجہ ہونے کے

معنی ہر تے ہیں۔ تُبْ عَلَیْنَا۔ ہمارے حال پر رحم کے ساتھ توجہ فرما۔

التَّوَّابُ ۔ بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ لغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو تَوَّابٌ کہا جاتا ہے۔ جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والے بندہ کے ہوں گے۔ اور جب اللہ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے ۔مسلسل۔ بار بار بندوں کی توبہ قبول کرنے کے ہیں۔

۲ : ۱۲۹- اِبْعَثْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بَعْثٌ (باب فتح) مصدر بمعنی بھیجنا۔ تو بھیج ۔ اسی باب سے بمعنی مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔ یا کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا بھی آتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ (۲ : ۵۶) پھر موت آجانے کے بعد ہم نے تم کو از سرِ نو زندہ کیا۔ یہاں اس آیت میں بمعنی بھیج آیا ہے۔

فِیْھِمْ اور مِنْھُمْ میں ہِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع یا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً ہے یا اَلذُّرِّیَّۃ ہے۔ الذّریّۃ زیادہ مناسب ہے۔

رَسُوْلًا مفعول ہے فعل اِبْعَثْ کا۔ اور یَتْلُوْا۔ یُعَلِّمُھُمْ۔ یُزَکِّیْھِمْ یہ سب رَسُوْلًا کی صفت واقع ہوتے ہیں۔

یَتْلُوْا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تِلَاوَۃٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنایا کرے۔

وَیُعَلِّمُھُمْ اور ان کو (کتاب اور دانائی) سکھایا کرے۔

وَیُزَکِّیْھِمْ۔ یُزَکِّیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَزْکِیَۃٌ (تَفْعِیْلٌ)
اور (ان کے دلوں کو) پاک صاف کیا کرے۔

۲ : ۱۳۰- مَنْ استفہامیہ انکاریہ ہے۔

یَرْغَبُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ عَنْ کے صلہ کے ساتھ بمعنی روگردانی کرنا۔ منہ پھیرنا۔ اور اِلٰی کے صلہ کے ساتھ بمعنی عاجزی وانکساری سے مانگنا۔ التجا کرنا۔

رَغْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ اول الذکر کی مثال آیۃ ہذا۔ کون روگردانی کر سکتا ہے۔ یعنی کوئی روگردانی نہیں کر سکتا۔ مؤخر الذکر کی مثال ۔وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ (۹۴-۸) اور اپنے رب کی طرف عاجزی سے متوجہ ہو جایا کرو۔

اِلَّا۔ حرف استثناء مگر۔

مَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ ۔ مَنْ موصولہ۔ سَفِہَ۔ فعل ماضی۔ واحد مذکر غائب سَفْہٌ (باب سَمِعَ) اس نے بیوقوفی پر آمادہ کیا۔ نَفْسَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول سَفِہَ کا۔ مَنْ سَفِہَ

نَفْسَہٗ جس نے اپنے نفس کو نادانی یا بے وقوفی پر آمادہ کیا۔ یا اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ اپنے آپ کو احمق بنایا۔

لَقَدْ۔ لام تاکید اور قَدْ تحقیق کے لئے ہے جب ماضی پر داخل ہو۔

اِصْطَفَیْنٰہُ۔ اِصْطَفَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِصْطِفَاءٌ (افتعال) مصدر۔ بمعنی صاف اور خالص چیز لے لینا۔ جیسے اِخْتِیَارٌ کے معنیٰ بہتر چیز لے لینا۔ اور اِجْتِبَاءٌ کے معنی عمدہ چیز منتخب کر لینا۔ ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع اِبْرٰھِیْمَ ہے۔ ہم نے اس کو منتخب کر لیا۔

۲: ۱۳۱-۲ اَسْلِمْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِسْلَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ تو حکم برداری کر۔ شریعت میں اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ایک وہ جس سے انسان کی جان و مال محفوظ ہو جاتے۔ یعنی اسلام کا صرف زبان سے اقرار خواہ دل سے اعتقاد ہو یا نہ ہو۔ اس کا درجہ ایمان سے نیچے ہے۔ اس معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (۴۹: ۱۴) کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے۔ تو کہہ کر تم ایمان نہیں لائے۔ پر کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔ (۲) دوسرے وہ کہ زبان کے اعتراف کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اعتقاد ہو۔ عمل سے پورا کرے۔ اور قضاء و قدرِ الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے۔ آیت ہذا (۲: ۱۳۱) میں یہی اسلام مراد ہے۔

۲: ۱۳۲) وَوَصّٰی بِهَا۔ وَصّٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ تَوْصِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے۔ بآء تعدیہ کے لئے ہے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع یا ملۃ (۲: ۱۳۰) ہے یا حضرت ابراہیم کا وہ فعل ہے جو انہوں نے خدا کے حکم اَسْلِمْ کے جواب میں اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہہ کر تعمیل حکم ربانی کی۔ اور اسی دین (ملت) کی اس نے وصیت کی۔ کسی واقعہ کے پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنے کو وصیت کہتے ہیں۔

بَنِیْهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول وَصّٰی بِهَا کا۔ بَنِیْ اصل میں بَنِیْنَ تھا۔ (بحالت نصب) (بَنُوْنَ جمع اِبْنٌ کی) تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا۔ اپنے بیٹوں کو۔

وَیَعْقُوْبُ۔ واؤ عاطفہ۔ یَعْقُوْبُ معطوف ہے اِبْرٰھِیْمَ پر۔ اور یعقوب نے بھی۔

یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو یہی نصیحت کی تھی۔

یٰبَنِیَّ۔ یَا حرف ندا۔ بَنِیَّ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ بَنِیَّ اصل میں بَنِیْنَ تھا۔ (بَنُوْنَ کی حالت نصب۔ کیونکہ یہ مضاف ہے اور اگر منادیٰ مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے) یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا۔ اور اب دو یاء جمع ہوئیں۔ یاء کو یاء میں

مدغم کیا۔ بَنِیَّ ہو گیا۔ اے میرے بیٹو۔
اِصْطَفٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ اِصْطِفَاءٌ (افتعالٌ) مصدر۔ اس نے چن لیا۔ نیز ملاحظہ ہو۔
(۲: ۱۳۰) اِصْطَفَیْنٰهُ کے محاذ۔
الدِّیْنَ سے مراد دین اسلام ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ط
بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔
لَا تَمُوْتُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، تاکید بانون ثقیلہ۔ تم نہ مرو موت سے
وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے فَلَا تَمُوْتُنَّ سے۔ سو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو
۲: ۱۳۳۔ اَمْ۔ منقطعہ ہے۔ یہاں اضراب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور اس معنی کے ساتھ
ساتھ استفہام انکاری کے معنی کو بھی شامل ہے۔ مطلب یہ کہ حقیقت یہ نہیں ہے جو تم کہتے ہو:۔
ما مات بنی الا علی الیہود یۃ وغیرہ۔ بلکہ حقیقت تو وہ ہے جو آگے بیان ہو رہی ہے اور
تم تو اس وقت موجود ہی نہ تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو موت آ پہنچی۔ نیز ملاحظہ ہو (۱۸: ۹)
شُهَدَاءَ۔ شَهِیْدٌ کی جمع ہے۔ شہید شرع میں وہ شخص ہے۔ جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو
شَهِیْدٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے۔ یعنی۔ شَاهِدٌ۔ مشاہدہ کرنے والا۔ گواہ۔ وہ شخص جو جائے
وقوعہ پر موجود ہو اور مشاہدہ کرنے والا ہو۔ شُهَدَاءُ۔ اس کی جمع۔ موقعہ پر موجود لوگ۔ موقعہ مشاہدہ
کرنے والے لوگ۔ گواہ (جمع) اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ۔ کیا تم موجود تھے۔ (استفہام انکاری ہے) یعنی
تم اس وقت موجود نہ تھے۔
اِذْ حَضَرَ۔ میں اِذْ ظرف زمان ہے۔ جب حاضر آ ہوئی۔ جب قریب آ گئی۔
اِذْ قَالَ۔ اِذْ حَضَرَ سے بدل ہے۔ جس وقت (اس نے) کہا۔ یا جس وقت اس نے پوچھا۔
مَا تَعْبُدُوْنَ مَا بمعنی مَنْ استفہامیہ ہے۔ تم کس کی عبادت کرو گے؟
اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔ بدل ہے اٰبَآءَ سے یعنی آپ کے بزرگ اجداد ابراہیم و اسماعیل
و اسحٰق (علیہم السلام)
اِلٰهًا وَّاحِدًا۔ موصوف و صفت مل کر بدل ہے۔ اِلٰهَكَ اور اِلٰهَ اٰبَآئِكَ میں اِلٰهَ کا۔
وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔ یہ جملہ حال ہے فاعل نَعْبُدُ سے۔
یا یہ جملہ معطوف ہے جس کا عطف جملہ سابقہ نَعْبُدُ اِلٰهَكَ .... الخ پر ہے۔
۲: ۱۳۴۔ تِلْكَ اُمَّةٌ۔ اسم اشارہ لبعید واحد مؤنث۔ اس کا اشارہ حضرت ابراہیم اور ان کی
اولاد کی طرف ہے۔ اُمَّةٌ۔ جماعت۔ اُمّت۔ ہر وہ جماعت جس میں کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو

اسے امت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت پر ہو یا جغرافیائی یا عصری وحدت کی وجہ سے ہو۔ اَمَّ یَؤُمُّ سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہے قصد کرنا۔ اُمَّۃٌ بمعنی مقصود ہوا۔ جماعت کو امت اس لئے کہنے لگے۔ کہ جس طرف جماعت ہوتی ہے لوگ اسی کا قصد کرتے ہیں (مظہری) نیز ملاحظہ ہو ۲:۱۲۴۔ لفظ اِمَامًا کے محاذ۔

کَسَبَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اس نے کمایا۔ اچھا یا بُرا کوئی کام کیا۔

لَھَا۔ لَکُمْ۔ میں لام منفعت کے لئے ہے یعنی اس اچھے یا بُرے کام کی جزا وسزا اس کے کرنے والے کے لئے ہے۔

لَا تُسْئَلُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول۔ جمع مذکر حاضر، تم سوال نہیں کئے جاؤ گے۔ تم سے سوال نہیں ہوگا۔ تم سے پوچھ گچھ نہیں کی جائے گی۔

عَمَّا۔ مرکب ہے عَنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے۔

کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہے مَا موصولہ کا۔

۲:۱۳۵۔ قَالُوْا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب۔ اہل کتاب کے لئے ہے۔ یہودی۔ نصاریٰ۔

کُوْنُوْا۔ امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر، کَوْنٌ مصدر۔ باب نَصَرَ۔ مصدر تم ہوجاؤ۔

تَھْتَدُوْا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر۔ جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے تو ہدایت پاؤ گے۔ راہ راست پر آجاؤ گے۔

قُلْ۔ ای قُلْ یا مُحَمَّدُ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو کہہ دیجئے۔

بَلْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا

بَلْ۔ بلکہ۔ مِلَّۃَ۔ دین۔ مذہب۔ مضاف۔ اِبْرٰھِیْمَ مضاف الیہ۔ حَنِیْفًا۔ حال۔ مضاف الیہ۔ اِبْرٰھِیْمَ کا۔ حَنِیْفٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہِ حق پکڑے اور باقی سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ حنیف کہلاتا ہے۔ المفردات میں ہے۔ اَلْحَنَفُ کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس کے مقابل جَنَفٌ ہے جس کے معنی استقامت سے گمراہی کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ جملہ کی تقدیر یوں ہے بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا یہ نہیں جیسا تم کہتے ہو، بلکہ ہم اختیار کئے ہوئے ہیں دین ابراہیم جو تمام باطل راہیں چھوڑ کر ایک راہِ حق پر جمے ہوئے تھے۔

بَلْ۔ بَلْ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر اس کے بعد کوئی مفرد کلمہ آئے تو اس واسطے یہ بطور حرفِ عطف استعمال ہوگا۔ قرآن مجید میں

یہ اس طرح استعمال نہیں ہوا۔

(۲) جب اس کے بعد کوئی جملہ آئے تو یہ حرف اضراب ہے (لفظی معنی روگردانی کرنا) اس صورت میں یہ ماقبل سے اعراض کے لئے آتا ہے اور تدارک یعنی اصلاح کے لئے استعمال ہوتا ہے تدارک کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ مابعد ماقبل کا مناقض (متضاد) ہو۔ لیکن اس صورت میں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مابعد کے حکم کی تصحیح سے ماقبل کا ابطال مقصود ہوتا ہے جیسے اِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۸۳-۱۳-۱۴) جب ہماری آیات اس کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں (ایسا) ہرگز نہیں بلکہ انہوں نے جو برائیاں کمائی ہیں اس سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔ مطلب یہ کہ قرآن مجید اگلوں کی کہانیاں نہیں ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان کے دل زنگ آلود ہیں۔ یہاں ان کے دلوں کی زنگ آلودگی کی تصحیح سے ان کے اس قول کا ابطال ہوا کہ قرآن مجید اگلوں کی کہانیاں ہے۔

(۲) اور کبھی مابعد کا ابطال اور ماقبل کی تصحیح مقصود ہوتی ہے۔ جیسے کہ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ؕ وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ۚ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ (۸۹-۱۵-۱۷) پس آدمی (کا حال یہ ہے) کہ جب اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے اور اس کو عزت اور نعمت دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی۔ اور جب اس کو وہ (دوسری طرح) آزماتا ہے کہ اس پر رزق تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا۔ (ایسا) ہرگز نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر نہیں کرتے .... تا آیت ۲۰۔ مطلب یہ ہے کہ رزق کی فراخی یا تنگی دربارِ الٰہی میں اکرام یا اہانت کی دلیل نہیں بلکہ یہ پروردگار کی طرف سے آزمائش ہے مگر یہ لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اور مال کو بیجا خرچ کر رہے ہیں۔

پس یہ مال کا بے جا صرف۔ یتیم و مسکین کی حق تلفی اور مال وجاہ کی بے جا حرص۔ یہ اسباب ذلت و اہانت ہیں۔ روزی کی تنگی یا کشائش بذاتہٖ اہانت و ذلت و عزت نہیں۔

یہاں دوسرے امر کا ابطال منظور ہے۔ اور اول کی تصحیح یعنی آزمائش کا اثبات کیا جا رہا ہے۔ اور روزی کی تنگی یا کشائش کی بنا پر عزت و اہانت کا ابطال ہو رہا ہے۔

(ب) دوسرے یہ کہ پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے مثلاً اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (۷-۱۷۹) وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔

یا۔ بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ (۲۱: ۵) بلکہ انہوں نے کہا کہ (یہ

قرآن) پریشان (باتیں ہیں جو) خواب (میں دیکھ لی) ہیں (نہیں) بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے۔
(نہیں) بلکہ وہ شاعر ہے۔ (اور یہ قرآن اس کے شاعرانہ خیالات کا نتیجہ ہے)
مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو پریشان خیالات کہتے ہیں۔ پھر مزید اسے افتراء بتلاتے ہیں۔ اور اسی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ نعوذ باللہ آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔
قرآن حکیم میں بَلْ جہاں بھی آیا ہے انہی دونوں (ا۔ب) معنی میں سے کسی ایک معنیٰ میں استعمال ہوا ہے
۲:۱۳۶۔ اس آیت میں جہاں بھی مَا آیا ہے وہ موصولہ ہے۔
قُوْلُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم کہو۔ ای قولوا ایھا المؤمنون لھؤلاء الیھود والنصاریٰ ای مؤمنو۔ ان یہود و نصاریٰ سے کہہ دو
وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا۔ اور جو نازل کیا گیا ہماری طرف یعنی قرآن۔
الْاَسْبَاطِ۔ قبیلے۔ ایک دادا کی اولاد۔ سِبْط کی جمع ہے جس کے معنیٰ پوتے، نواسے دونوں کے آتے ہیں۔ مگر نواسے کے معنی میں اس کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ جب اسباطِ یہود یا اسباطِ بنی اسرائیل کہا جائے۔ تو اس سے مراد قبیلہ ہوتا ہے جو ایک دادا کی اولاد ہو۔
اُوْتِیَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ دیا گیا۔ اسے دیا گیا۔
بَیْنَ۔ درمیان۔ بیچ۔ جدائی۔ ملاپ۔ دو چیزوں کے درمیان اور بیچ کو بتانے کے لئے اس کی وضع عمل میں آئی ہے۔ جیسے وَجَعَلْنَا بَیْنَھُمَا زَرْعًا ط (۱۸-۳۲) اور ہم نے رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی۔
بَیْنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے جیسے بَیْنَ الْبَلَدَیْنِ دو شہروں کے درمیان۔ یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو۔ جیسے بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ دو آدمیوں کے درمیان اور جس جگہ وحدت کے معنی ہوں اور وہاں بَیْنَ کی اضافت ہو تو تکرار ضروری ہے۔ مثلاً فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَبَیْنَکَ مَوْعِدًا ط (۲۰:۵۸) پس ہمارے اور تیرے درمیان وعدہ ٹھہرالے اور جب بَیْنَ کی اضافت اَیْدِیْ (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ مثلاً لَاٰتِیَنَّھُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ (۷:۱۷) پھر میں آؤں گا ان کے سامنے سے۔
بَیْنَ اَحَدٍ۔ اگرچہ بَیْنَ ہمیشہ غیر واحد کی طرف مضاف ہوتا ہے لیکن چونکہ یہاں اَحَدٍ بمعنیٰ فریق آیا ہے اس لئے بَیْنَ کی اضافت اَحَدٍ کی طرف درست ہے۔
نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ہ میں لَهٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے۔
۲:۱۳۷۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ۔ میں فَاِنْ شرطیہ ہے۔ اٰمَنُوْا فعل با فاعل بِمِثْلِ میں بِ زائدہ اور تاکید کے لئے ہے۔ مِثْلِ صفت ہے مصدر محذوف کی۔ اور مَا مصدریہ ہے تقدیر

کلام یوں ہے۔ اِنْ اٰمَنُوْا اِیْمَانًا مِثْلَ اِیْمَانِکُمْ اگر وہ تمہارے ایمان کی طرح ایمان لے آویں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ مِثْلَ زائد ہو جیسا کہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (۴۲-۱۱) اس جیسی کوئی شی نہیں۔ آیت میں کَ زائد ہے۔ جس سے مراد قرآن اور نبی ہے۔ اور بِہٖ کی ضمیر اس کی طرف راجع ہے۔ تقدیر ۴۔ اِنْ اٰمَنُوْا بِمَا اٰمَنْتُمْ بِہٖ یعنی جس چیز پر تم ایمان لائے ہو اگر اس پر یہ لوگ بھی ایمان لائیں تو راہ پالیں گے!

یہ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ فَقَدِ اھْتَدَوْا جواب شرط۔ ترجمہ ہوگا: تو یہ بھی ہدایت یاب ہو جائیں۔

وَاِنْ تَوَلَّوْا۔ واؤ عاطفہ اِنْ شرطیہ۔ تَوَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعّل) مصدر۔ انہوں نے پشت پھیری۔ انہوں نے منہ موڑا۔ فعل با فاعل جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ جزائیہ ہے۔

= فَاِنَّمَا۔ میں ف جزائیہ ہے۔ اِنَّمَا کلمہ حصر ہے ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ جملہ اسمیہ ہو کر جزاء اپنی شرط کی

= شِقَاقٍ۔ ضد۔ مخالفت۔ مقابلہ

الشَّقُّ شگاف کو کہتے ہیں شَقَقْتُ بِنِصْفَیْنِ۔ میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا قرآن مجید میں ہے ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۸۰:۲۶) پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ یا اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴:۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ الشِّقَاقُ وَالْمُشَاقَّۃُ (باب مفاعلۃ) مخالفت کرنا عداوت رکھنا۔ فَاِنَّمَا ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ۔ تو (سمجھ لو کہ) وہ تمہارے مخالف ہیں۔

= فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ۔ ف عاطفہ ہے سَ مضارع پر داخل ہو کر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے۔ سو یہ استقبال کے لئے ہے۔ یَکْفِیْ مضارع واحد مذکر غائب کِفَایَۃٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ وہ کافی ہے۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول اول یَکْفِیْ کا ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول ثانی۔ اَللّٰہُ فاعل فعل یَکْفِیْ کا۔ تمہارے لئے ان سے اللہ کافی ہے یعنی تمہاری طرف سے اللہ اُن سے نمٹ لیگا۔ ان کے مقابلہ میں تمہاری پشت پناہی کرے گا۔

= السَّمِیْعُ۔ سَمْعٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اسماء حسنیٰ میں سے ہے جب یہ حق تعالیٰ کی صفت میں واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہو۔

= اَلْعَلِیْمُ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ خوب جاننے والا۔ قرآن مجید میں اس کا بیشتر استعمال خدا تعالیٰ کی صفت میں ہی ہوا ہے۔ کیونکہ اصل علم اُسی ہی کا ہے۔

= صِبْغَۃَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا رنگ۔ صِبْغَۃَ اسم مصدر ہے۔ رنگ کی ہیئت اور کیفیت کو صبغۃ کہتے ہیں۔ صِبْغَۃَ اللّٰہِ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) یہ اٰمَنَّا (آیت ۱۳۶ متذکرہ بالا) کا مفعول مطلق من غیر لفظہ ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے اور صبغۃ اللہ سے اللہ کا دین مراد لیا ہے۔ اور ہم ایمان لائے اللہ کے دین پر۔

(۲) یہ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ سے بدل ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے ملت ابراہیم سے مراد اللہ کا دین لیا ہے
(۳) اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے ۔ مثلاً تقدیر کلام ہے (أ) عَلَیْکُمْ صِبْغَةَ اللّٰهِ اللہ کے رنگ کو
اپنے اوپر لازم پکڑو۔
(۳) صَبَغَنَا اللّٰهُ صِبْغَتَهٗ۔ اللہ نے ہمیں اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ مصدر کو تاکید کے لئے بطور مفعول مطلق
لایا گیا ہے ۔
(۴) بعض نے کہا ہے کہ صبغۃ اللہ سے ختنہ مراد ہے ۔ کیونکہ اس سے مختون خون آلود ہو جاتا ہے۔
(۵) تفہیم القرآن میں ہے کہ مسیحیت کے ظہور سے پہلے یہودیوں کے ہاں یہ رسم تھی کہ جو شخص ان کے مذہب میں
داخل ہوتا تو اسے غسل دیتے تھے اور اس غسل کے معنی ان کے ہاں یہ تھے کہ گویا اس کے گناہ دُھل گئے اور
اس نے زندگی کا ایک نیا رنگ اختیار کر لیا، یہی چیز بعد میں مسیحیوں نے اختیار کر لی ۔ اس کا اصطلاحی نام ان
کے ہاں اصطباغ (بپتسمہ) ہے .... اسی کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ اس رسمی اصطباغ میں کیا رکھا ہے
اللہ کا رنگ اختیار کرو ۔ جو کسی پانی سے نہیں چڑھتا بلکہ اس کی بندگی کا طریقہ اختیار کرنے سے چڑھتا ہے ۔
وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ط اور اللہ کے رنگ سے کسی کا رنگ بہتر ہو سکتا ہے؟ مَنْ استفہامیہ
ہے اَحْسَنُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے ۔ ضمیر اس میں هُوَ راجع طرف مَنْ کے ہے جو ممیز ہے اور
صِبْغَةً تمیز ۔ (اور بدیں وجہ یہ منصوب ہے)
وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ہ جملہ حالیہ ہے ۔ لَهٗ میں ضمیرہ اللہ کی طرف راجع ہے عٰبِدُوْنَ ۔ اسم فاعل
جمع مذکر ۔ عبادت کرنے والے ۔ بندگی کرنے والے ۔
۲ : ۱۳۹) اَ تُحَآجُّوْنَنَا ۔ ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے ۔ تُحَآجُّوْنَ ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔
مُحَاجَّةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر ہے ۔ جس کے معنی دوسرے سے حجت کرنے کے ۔ یا جھگڑنے کے ہیں نَا ضمیر
جمع متکلم ۔ کیا تم ہم سے (اللہ کے دین کی بابت جھگڑتے ہو۔
فِی اللّٰهِ ۔ ای فی دِیْنِ اللّٰهِ ۔ اللہ کے دین کی بابت ۔ اس کے متعلق یا اس کے بارہ میں
مُخْلِصُوْنَ ۔ اِخْلَاصٌ (اِفْعَالٌ) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ۔ اخلاص کے معنی ہیں کسی
چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک کر دینا ۔ یہ خلوص کا متعدی ہے جس کے معنی آمیزش سے پاک و صاف اور
خالی ہونا ہے ۔ یعنی ہم خدا کی اطاعت یا بندگی خالص کرنے والے ہیں ۔ ہماری عبادت محض خدا تعالیٰ کی
رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے اس میں کسی اور جذبہ کی آمیزش نہیں ہے ۔
قُلْ ۔ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہے ۔ اور باقی آیت لغایت وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ اس کا مقولہ ہے
اَللّٰهُ ۔ ذوالحال ہے ۔ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ ۔ حال اوّل ۔ اور وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ حال ثانی

اور نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ۔ حال ثالث ہے ذوالحال کا۔ یا یہ تینوں جملے تُحَآجُّوْنَنَا کے نَا سے حال ہیں یعنی تمہارا اللہ (یا اللہ کے دین کی بابت) محاجہ (بحث جھگڑا) بے بنیاد ہے اور ناقابل قبول۔ دین کی بابت ہم تم سے زیادہ مخلص اور فرمانبردار ہیں۔

۲: ۱۴۰۔ اَمْ۔ معادلۃ للھمزۃ ہے (یعنی ہمزہ استفہام انکاری جو اوپر اَتُحَآجُّوْنَنَا میں آیا ہے اسی معنی میں یہ آیا ہے) (ای وقل یا محمد) اَمْ تَقُوْلُوْنَ ..... کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) اور اسباط یہودی یا نصرانی تھے؟

تمہارا یہ کہنا بھی بے بنیاد اور ناقابل تسلیم اور افتراء ہے کیونکہ یہودیت اور نصرانیت تو ان حضرات علیہم السلام کے بعد کی بات ہے انما حدثت الیھودیۃ والنصرانیۃ لبعدھم و ثبت کذبکم یا معشر الیھود والنصٰرٰی علیٰ ابراھیم وَ بَنِیْہِ۔

مقصود یہ ہے کہ تمہاری یہ دونوں باتیں محاجۃ فی دین اللہ وقولکم کانوا ابراھیم ... الخ ھُوْدًا او نصارٰی بالکل غلط ہیں۔

قُلْ (ای قل یا محمد) تو کہہ (زجر و توبیخ کے پیرایہ میں آیا ہے۔

اَمْ۔ یہاں متصلہ ہے ای ایکم اعلم (تم میں سے کون بہتر جانتا ہے) استفہام انکاری ہے۔ ای لستم اعلم بحال ابراھیم علیہ السلام فی باب الدین بل اللہ تعالیٰ اعلم بذٰلک دین کی بابت ابراہیم علیہ السلام کے حال کو تم بہتر نہیں جانتے بلکہ خداوند تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ط (۳: ۶۷) ابراہیم (علیہ السلام) نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک (خدا) کے ہو رہے تھے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ۔ واؤ عاطفہ۔ مَنْ استفہامیہ اَظْلَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور کون زیادہ ظالم ہے مِمَّنْ۔ مِنْ۔ حرف جار۔ اور مَنْ اسم موصول سے مرکب ہے کَتَمَ شَهَادَةً۔ کَتَمَ فعل بافاعل۔ شَهَادَةً مفعول۔ عِنْدَهٗ۔ مِنَ اللہِ۔ دونوں شَهَادَةً کی صفت ہیں۔ جو چھپاتا ہے اس شہادت کو جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس ہے۔ کَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللہِ۔ صلہ ہے اپنے موصول کا موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور ہے اپنے جار مِنْ کا۔

یہ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ اور اللہ کی جانب سے شہادت کیا تھی؟ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ خدا کی کتاب جو ان کے پاس آئی تھی۔ اس میں انہوں نے پڑھا کہ حقیقی دین اسلام ہے اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ابراہیم۔ اسمٰعیل، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام یہودیت و نصرانیت سے الگ تھے۔ لیکن پھر بھی نہ مانا اور اتنا ہی نہیں بلکہ

اس بات کو چھپا بھی رکھا۔

۲ : ۱۴۱ - تِلْكَ اسم اشارہ بعید واحد مؤنث۔ اُمَّةٌ - امت - یہ ایک امت تھی۔

قَدْ خَلَتْ - قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب خُلُوٌّ (باب نَصَرَ) مصدر سے۔ وہ گذر گئی۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یہ ایک امت تھی جو گذر گئی۔

یہاں امت سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ - ملاحظہ ہو۔ آیت ۲ : ۱۳۴۔ متذکرۃ الصدر۔ اس مضمون کو یہاں مبالغہ کے لئے مکرر بیان فرمایا۔ تاکہ اپنے آباء اجداد کے بھروسے پر نہ رہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ پہلے مضمون میں تو خطاب اہل کتاب کو تھا اور اس میں ہم کو ہے کہ مبادا مسلمان ان کا اقتدار کرنے لگیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ پہلی آیت سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں اور دوسری سے یہود اور نصاریٰ کے آباء و اجداد مراد ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

پَارہ سَیَقُوْلُ

(۲)

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ

۲: ۱۴۲ سَیَقُولُ ۔ مضارع پر داخل ہو کر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے یَقُولُ واحد مذکر غائب قَوْلٌ مصدر (باب نَصَرَ) سے وہ کہتا ہے ۔ وہ کہیگا یہاں بمعنی جمع مذکر غائب آیا ہے یعنی السفہاء (سفیہ لوگ) کہیں گے

السُّفَهَاءُ ۔ سَفِیْهٌ کی جمع ۔ بے وقوف، کم عقل لوگ، احمق ۔ یہاں مراد یہود اور مشرکین ہیں ۔

مَا وَلّٰهُمْ ۔ مَا استفہامیہ ہے ۔ وَلّٰهُمْ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ تَوْلِیَةٌ (تفعیل) مصدر بمعنی موڑنا پھیرنا ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ کس نے موڑا ان کو، کس نے پھیر دیا ان کو (یہ سوالیہ انداز بطور تحقیق نہیں بلکہ بطور تعریض وطنز ہے)

قِبْلَتِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کا قبلہ ۔ قبلہ اصل میں کسی شے کے سامنے ہونے کی حالت اور ہیئت کو کہتے ہیں ۔ جیسے جِلْسَةٌ بیٹھنے کی حالت کو بولتے ہیں، پھر بطور نقل کے اس مکان کو کہنے لگے جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں ۔

۲: ۱۴۳ كَذٰلِكَ ۔ اسی طرح ایسے ہی ۔ کاف اول حرف تشبیہ ہے ذَا ۔ اسم اشارہ واحد مذکر ۔ لَ علامت اشارہ بعید ۔ کاف آخر، حرف خطاب واحد مذکر حاضر کے لئے ۔ اور واحد مؤنث حاضر کے لئے كَذٰلِكِ ۔ اور جمع مذکر حاضر کے لئے كَذٰلِكُمْ ۔ اور جمع مذکر حاضر کے لئے كَذٰلِكُنَّ ۔ اس کا مشبہ بہ ۔

(۱) یا ارشاد باری تعالیٰ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا (۲: ۱۳۰) ہے یا قولہ تعالیٰ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ آیت ماقبل (۲: ۱۴۲) ہے ۔ اور یہ معطوف ہے ہر دو کا ۔ (۳) یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے تمہارے لئے الیسا قبلہ مقرر کر رکھا ہے ۔ جو مشرق اور مغرب کے درمیان وسط میں ہے ۔ اسی طرح تم کو اُمَّةً وَّسَطًا بنایا ۔ جو افراط و تفریط سے مبرا ہے نہ نصاریٰ جیسی افراط ۔ کہ عیسیٰ کو خدا بنا دیا نہ یہودیوں جیسی تفریط کہ دین میں تحریف اور تبدیلی کر ڈالی ۔ (خازن)

وَسَطًا صیغہ صفت وَسْطٌ مصدر (باب ضرب) ٹھیک درمیانی ۔ برگزیدہ ۔ عادل ۔ (مدارک و بیضاوی) وَسِیْطٌ ۔ وہ آدمی جو نسبی اعتبار سے درمیانہ اور مرتبے کے لحاظ سے بہت بڑا ہو (اَوْسَطُهُمْ نَسَبًا وارفعہم مجدًا) —— صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں کہ: وَسَط ۔ کا لفظ قابل غور ہے اس کا معنی ہے درمیان ہر چیز کا درمیانی حصہ ہی اس کا عمدہ ترین حصہ ہوا کرتا ہے انسان کی زندگی کا درمیانی عرصہ (عہد شباب) اس کی زندگی کا بہترین وقت ہے ۔ دن کے درمیانی حصہ دوپہر میں روشنی اپنے نقطۂ عروج پر ہوتی ہے ۔ اسی طرح اخلاق میں میانہ روی قابل تعریف ہوتی ہے افراط و تفریط دونوں پہلو مذموم، بخل اور فضول خرچی کی درمیانی حالت کو سخاوت، بزدلی اور طیش کی درمیانی حالت کو شجاعت کہتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اس عظیم المرتبت خطاب سے سرفراز فرمایا ۔ ان کے عقائد ۔ ان کی شریعت، ان کے

نظامِ اخلاق ۔ سیاست اور اقتصاد میں افراط وتفریط کا گذر نہیں ۔ یہاں اعتدال ہے توازن ہے ۔ موزونیت ہے ۔ لِتَکُوْنُوْا ۔ لام تعلیل ہے تَکُوْنُوْا ۔ فعل مضارع منصوب (بوجہ اَنْ مقدرہ بعض کے نزدیک لام تعلیل بذاتِ خود ہی ناصب ہے) جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف ہو گیا ہے ۔ تاکہ تم ہو بن جاؤ ۔ لِتَکُوْنُوْا ..... الاٰیۃ ۔ امت محمدیہ کے وسط بنانے کی علت ہے ۔

شُھَدَاءَ ۔ شَھِیْدٌ کی جمع ہے جو مبالغہ کے لئے ہے ۔ جیسے عَلِیْمٌ کی جمع عُلَمَاءُ ہے ۔ شُھَدَاءُ بوجہ الف التانیث غیر منصرف ہے ۔ یَکُوْنُ مضارع منصوب واحد مذکر غائب ۔ اس جملہ کا عطف جملہ ماقبل پر ہے ۔ اور تاکہ رسول تم پر گواہ ہو ۔

مَا جَعَلْنَا ۔ ماضی جمع متکلم بمعنی صَیَّرْنَا ۔ ہم نے بنایا ۔ مَا نافیہ ہے ۔ اب معنی ہوں گے ہم نے نہیں بنایا اَلْقِبْلَۃَ ۔ مفعول ہے جَعَلْنَا کا ۔ اور الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْھَا موصول وصلہ مل کر صفت ہے اَلْقِبْلَۃَ کی ۔

لِنَعْلَمَ ۔ لام تعلیل کا ۔ نَعْلَمَ مضارع منصوب جمع متکلم ۔ کہ ہم کو معلوم ہو جائے ۔ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مَنْ موصولہ بمعنی اَلَّذِیْ ہے ۔ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ۔ موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مفعول اول ہے نَعْلَمَ کا ۔

مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ ۔ مِمَّنْ ۔ مِنْ حرف جار اور مَنْ موصولہ سے مرکب ہے ۔ یَنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ صلہ اپنے موصول کا ۔ موصول اور صلہ مل کر مفعول ثانی نَعْلَمَ کا ۔ معنی یہ ہوں گے تاکہ ہم اس شخص کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے جُدا جان لیں اس شخص سے جو اُلٹے پاؤں پھرے ۔

یَنْقَلِبُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اِنْقِلَابٌ (اِنْفِعَالٌ) مصدر سے وہ لوٹتا ہے وہ لوٹے گا ۔ وہ پھرتا ہے وہ پھرے گا ۔

عَقِبَیْہِ ۔ مضاف مضاف الیہ عَقِبَیْہِ اصل میں عَقِبَیْنِ تھا ۔ تثنیہ کا نون بوجہ اضافت گر گیا ۔ عَقِبٌ بمعنی ایڑی ۔ اِنْقَلَبَ عَلٰی عَقِبَیْہِ وہ اپنے پاؤں پر (یا ایڑیوں پر) الٹا پھر گیا ۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو اس تبدیلی کعبہ پر شک وتردد کا شکار ہو کر مرتد ہو گئے ۔

وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَۃً ۔ واوٗ عاطفہ ۔ اِنْ مخففہ ہے اِنَّ سے اس کا اسم محذوف ہے ای اِنَّھَا ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع یا تو وہ مفہوم ہے جو کہ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَۃَ میں ہے یا یہ ضمیر قبلۃ یا تبدیل وتحویل کی طرف راجع ہے ۔ لام فاصلہ یا فارقہ ہے اور اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ میں فرق کرنے کے لئے آیا ہے اِنْ یہاں حرف تحقیق وتاکید ہے اِنْ کَانَتْ، قَدْ کَانَتْ ۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے اِنْ کَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ لَظٰلِمِیْنَ ہ (۱۵-۷۸) تحقیق اصحاب الایکہ ظالم تھے ۔

کَبِیْرَۃً صفت مشبہ واحد مؤنث منصوب ۔ تانیث کَانَتْ کے مؤنث ہونے کی وجہ اسم محذوف

(ای تولیۃ الکعبۃ۔ تحویلۃ الکعبۃ) کے مؤنث ہونے کی وجہ سے ہے اور نصب بوجہ کانَتْ کی خبر ہونے کے
کبیرۃً بمعنی شاقۃً۔ شاق گراں۔ سخت۔ ناگوار۔ مقدار میں بڑا ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً وَ لَا
یُنْفِقُوْنَ نَفَقَۃً صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً۔ (۹: ۱۲۱) وہ جو خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت (وہ ان کے نامہ اعمال
میں لکھ لیا جاتا ہے)

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ۔ ای وما کان اللہ مریدًا لان یضیع ایمانکم۔ مریدًا
خبر کان محذوف ہے لام کے بعد اَنْ مقدرہ ہے لان یضیع ایمانکُمْ جملہ متعلق خبر ہے یُضِیْعَ فعل بوجہ عمل
اَنْ مقدرہ منصوب ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور اللہ نہیں چاہتا کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے۔ یہاں ایمان سے مراد
الصلوٰۃ، نماز ہے۔ اور مراد اہل ایمان کی وہ نمازیں ہیں جو وہ تحویل قبلہ سے قبل بیت المقدس کی طرف منہ کر کے
پڑھتے رہے تھے۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ صحیحین میں حضرت براء بن عازبؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ
تحویل قبلہ سے پہلے بہت سے آدمی مر گئے اور شہید ہو گئے تھے ہم کو کچھ علم نہ تھا کہ ان کے بارہ میں کیا کہیں
(آیا ان کی نمازیں پڑھی ہوئی اکارت گئیں یا انہیں ثواب ملے گا) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ لام برائے تحقیق و تاکید ہے رَءُوْفٌ رَاْفَۃٌ سے بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ
ہے۔ امام خطابی نے رأفت و رحمت کا فرق بیان کیا ہے کہ رحمت تو کسی مصلحت کی بناء پر کبھی ناپسندیدگی
میں بھی ہوتی ہے لیکن رأفت ناپسندیدگی میں تقریباً نہیں ہوتی۔

۲: ۱۴۴ قَدْ نَرٰی۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ قَدْ جب مضارع پر داخل ہو تو علاوہ دیگر معانی کے تکثیر کے معنی بھی
دیتا ہے۔ آیہ ہذا میں صاحب کشاف نے قَدْ نَرٰی کے معانی رُبَمَا نَرٰی ہم اکثر دیکھتے ہیں لکھا ہے۔
نَرٰی۔ رؤیۃ (باب فتح) سے۔ مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔
تَقَلُّبَ۔ تَفَعُّلٌ کے وزن پر مصدر ہے۔ پھر پھر جانا۔ پھرنا۔ مضاف ہے۔ وَجْھِکَ مضاف، مضاف
الیہ مل کر تَقَلُّبَ کا مضاف الیہ ہے۔ تمہارے منہ کا بار بار پھرنا۔ آپ کے منہ کا پھر پھر جانا۔ فِی السَّمَآءِ متعلق
تَقَلُّبَ کے۔ جملہ تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ۔ معقول ہے قَدْ نَرٰی کا۔

فَلَنُوَلِّیَنَّکَ۔ فاء سببیہ ہے۔ ماقبل مابعد کا سبب ہے یعنی بسبب آپ کے بار بار آسمان کی
طرف منہ اٹھانے کے (برائے تحویل قبلہ) ہم ضرور پھیر دیں گے۔ لام تاکید کا ہے اور نُوَلِّیَنَّ مضارع تاکید
بانون ثقیلہ بصیغہ جمع متکلم ہے۔ تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) سے مصدر۔ ک ضمیر مفعول اول ہم آپ کو ضرور پھیر دیں گے
قِبْلَۃً تَرْضٰھَا۔ قِبْلَۃٌ موصوف۔ تَرْضٰھَا جملہ فعلیہ ہو کر صفت۔ موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی۔ ھا ضمیر
واحد مؤنث غائب قِبْلَۃٌ کے لئے ہے
فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا۔ تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔

فَوَلِّ۔ فاء تفریع الامر (معاملہ کی پیش رفت) کے لئے ہے وَلِّ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے!
تَوْلِیَۃ (تفعیل) مصدر سے۔ تو (اب) تو پھیر لے
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط المسجد الحرام موصوف صفت مل کر مضاف الیہ۔ شَطْرَ۔ طرف سمت جہت۔ مسجد حرام کی طرف۔ مسجد حرام اس واسطے کہ اس میں قتال وتکرار کرنا حرام ہے۔
شَطْرَ کے منصوب ہونے کی دو وجوہات ہیں
(۱) یہ منصوب بنزع خافض ہے۔ یعنی اصل میں اِلٰی شَطْرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تھا۔ اِلٰی حرف جر کو حذف کر کے شَطْرَ کو منصوب کر دیا (ایسے منصوب کو منصوب بنزع خافض کہتے ہیں) نَزَعَ الشَّیْءَ مِنْ مَکَانِہٖ کسی شے کو اپنی جگہ سے اکھیڑ دینا۔ اور خَفَضَ الْکَلِمَۃَ۔ کلمہ کو زیر دینا الخافض زیر دینے والا حرف۔ نَزْعُ الْخَافِضِ زیر دینے والے حرف کو حذف کرنا۔ نیز ملاحظہ ہو ۳۶: ۶۸۔
(۲) شَطْرَ بوجہ ظرف ہونے کے منصوب ہے۔
حَیْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے۔ حَیْثُمَا۔ جہاں کہیں۔ شَطْرَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ، اس کی طرف۔ یعنی مسجد حرام کی طرف۔
فائدہ۔ بظاہر مناسب یہ تھا کہ بجائے مسجد حرام کے کعبہ فرماتے۔ کیونکہ قبلہ تو کعبہ ہی ہے لیکن مسجد حرام اس لئے فرمایا کہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ جو کعبہ سے دور ہو اس پر جہت کعبہ کا استقبال واجب ہے عین کعبہ کا نہیں
اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ (وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی) سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔
اَنَّہٗ۔ تحقیق وہ۔ بیشک وہ۔ ہٗ سے مراد تحویل قبلہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ یہ تحویل قبلہ حق ہے کیونکہ تورات میں موجود ہے کہ نبی آخر الزمان دو قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے اب بوجہ عناد وحسد کے انکار کرتے ہیں
۲: ۱۴۵۔ وَلَئِنْ۔ واؤ حرف عطف، جملہ کا عطف وَاِنَّ الَّذِیْنَ پر ہے لام تمہید قسم کا ہے اَلْمُوَطِّئَۃُ لِلْقَسَمِ اور مَا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ جواب قسم قائم مقام جواب شرط ہے اِنْ حرف شرط ہے (اور اگر آپ لے ہی آئیں تمام دلائل ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب ملی ہے تو وہ پیروی نہیں کریں گے آپ کے قبلہ کی۔
وَمَا بَعْضُھُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَۃَ بَعْضٍ۔ جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ،، اور نہ ان میں سے بعض دوسروں کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اس وقت یہود و نصاریٰ میں خود قبلہ کے متعلق اختلاف تھا۔ اگرچہ بیت المقدس کو دونوں قبلہ مانتے تھے لیکن عیسائی عبادت کے وقت اپنا رخ مشرق کی طرف کرتے تھے (بیت المقدس مدینہ منورہ سے جانب شمال ہے)
علاوہ ازیں خود یہودیوں میں اہل سمریہ (Samaritans) میں اختلاف تھا۔

اگرچہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو تھے۔ (سمریہ اُردن اور بحیرہ روم کے درمیان فلسطین کا ایک ضلع تھا)

اِتَّبَعْتَ، ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِتِّبَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر، تونے پیروی کی۔

اَهْوَاءَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی خواہشیں۔ هَوٰی کی جمع۔ مَاجَاءَكَ میں ما موصولہ ہے۔ مِنَ الْعِلْمِ (مِنْ بیانیہ ہے۔ ای مَا اُوْحِیَ اِلَيْكَ۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ ...... مِنَ الْعِلْمِ۔ شرط۔ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ جواب شرط ہے۔ اس جملہ کی ترکیب بھی اسی طرح ہے۔ جو جملہ سابقہ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ ...... قِبْلَتَكَ کی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

اِذًا حرف جزاء ہے۔ اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ۔ يَعْرِفُوْنَهٗ۔ وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ اس کو جانتے ہیں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع یا (۱) علم، قرآن یا تحویل قبلہ ہے یا (۲) یہ ضمیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے گو ماسبق میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ یہی زیادہ راجح ہے۔ يَعْرِفُوْنَ کی ضمیر علماء اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔

فَرِيْقًا مِّنْهُمْ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے اور هُمْ سے مراد الذین لم یسلموا جو جانتے ہوئے بھی آپ کو نبی تسلیم نہیں کرتے۔ لَيَكْتُمُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے۔ يَكْتُمُوْنَ۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب كَتْمٌ باب نصر مصدر سے وہ چھپاتے ہیں۔ وہ چھپاتے ہیں۔ اَلْحَقَّ۔ مفعول۔ حق بات۔ حقیقت۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور آپ کا نبی قبلتین ہونا جو تورات میں مذکور ہے۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ جملہ حالیہ ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں

۲: ۱۴۷ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ۔ کلام مستانفہ ہے اَلْحَقُّ مبتدا۔ مِنْ رَّبِّكَ خبر۔ حق تو آپ کے رب ہی کی طرف سے ہے۔ اَلْمُمْتَرِيْنَ، اسم فاعل جمع مذکر اَلْمُمْتَرِیْ۔ واحد۔ اِمْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر شک میں پڑنے والے تردد کرنے والے۔ مری۔ مادہ۔ اِمْتَرٰى يَمْتَرِیْ اِمْتِرَاءً۔ شک میں پڑنا۔ مِرْيَةٌ۔ شک۔ جھگڑا۔ مِرَاءً جھگڑا۔ بحث مباحثہ۔

۲: ۱۴۸۔ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ۔ واؤ عاطفہ۔ اور كُلٍّ میں تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے تقدیر کلام یوں ہے وَلِكُلِّ اُمَّةٍ وِجْهَةٌ۔ وِجْهَةٌ۔ مصدر بمعنی قبلہ۔ یا اسم مکان۔ یعنی وہ سمت جس کی طرف رخ کیا جائے۔ اول صورت میں واؤ کا موجود ہونا غیر قیاسی ہے۔ قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کو حذف کر دیا جائے (جیسا کہ عدۃٌ وزنۃٌ میں واؤ محذوف ہے) صرف اصل پر تنبیہ کرنے کے لئے باقی رکھا گیا ہے۔

دوسری صورت میں واو کا موجود ہونا قیاسی ہے۔ مراد دونوں صورتوں میں وہ سمت ہے جس کی طرف رخ کیا جاتا ہے هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب یہ كُلٍّ کی طرف راجع ہے

مُوَلِّيْهَا۔ وَلّٰى يُوَلِّیْ تَوْلِيَةٌ (تفعیل) سے۔ مُوَلِّیْ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ مضاف ہے۔ ھَا ضمیر

واحد مؤنث غائب۔ مضاف الیہ، اس کی طرف رُخ پھیرنے والا۔ منہ کرنے والا۔ وَلّٰی اِلیٰ کسی کی طرف توجہ کرنا اور وَلّٰی عَنْہُ رخ پھیرنا اعراض کرنا۔ اول الذکر کی مثال۔ لَوْیَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَیْہِ (۹: ۵۷) یہ اگر کوئی سی بھی پناہ کی جگہ پاتے یا کوئی غار یا کوئی (اور) جگہ گھس بیٹھنے کی تو بہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر چل پڑتے۔ مؤخر الذکر کی مثال ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْہُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ (۴۴: ۵) پھر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے (یہ تو) پڑھایا ہوا (اور) دیوانہ ہے۔

جملہ کا ترجمہ ہ۔ اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے (ہر ایک امت کا اپنا اپنا قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتی ہے)

فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ۔ اِسْتَبِقُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِبَاقٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر تم سبقت کرو۔ تم ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اَلْخَیْرٰتِ۔ خَیْرَۃٌ کی جمع ہے۔ نیکیاں۔ بھلائیاں۔ خوبیاں۔ شریف عورتیں۔ نیک عورتیں۔ مراد نیکیاں ہیں۔ ال استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی نیکیاں۔ الخیرات مجرور ہے۔ اس سے قبل اِلیٰ مقدر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اتخاذ قبلہ ہی نیکی نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی نیکیاں ہیں جن پر سب دین متفق ہیں تم ان سب نیکیوں (بشمول تحویل قبلہ) کو اپنانے میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرو۔ یہود اور منافقین نے تو محض کج حجتی کے طور پر تحویل قبلہ کو موضوع سخن بنا رکھا ہے۔

اَیْنَمَا۔ جہاں کہیں، اَیْنَ شرطیہ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ یہاں بطور ظرف مکان متضمن بمعنی شرط ہے۔ اور ما مزیدہ ہے ای فی ایّ موضع تَکُوْنُوْا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا ۔ یَاْتِ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط کے) ب تعدیہ کے لئے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ جَمِیْعًا صفت ہے کُمْ کی۔ تم سب کو، یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو گے تم سب کو اللہ تعالیٰ اکٹھا کرلے گا۔

۲: ۱۴۹۔ حَیْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے۔ مبنی بر ضمہ ہے۔

مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ۔ جس جگہ سے آپ نکلیں۔ بطور مجاز کے اس کے معنی یہ ہوں گے۔ آپ جہاں کہیں ہوں یہ معنی شرط کو شامل و متضمن ہے اسی لئے اگلے جملہ میں فَوَلِّ پر فاء (بطور جواب شرط) لاتے ہیں۔

فَوَلِّ وَجْھَکَ۔ ای فَوَلِّ وَجْھَکَ اِذَا صَلَّیْتَ۔ جب نماز پڑھو تو اپنا منہ پھیر لیا کرو۔ وَلِّ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ تو پھیرلے۔ اِنَّہٗ۔ ای التولیۃ الی القبلۃ۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا۔

لَلْحَقُّ۔ میں لام زائدہ ہے۔

۲: ۱۵۰۔ تولیۃ کے تکرار (آیات ۱۴۴۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰) کے متعلق مفسرین نے مختلف حکمتیں لکھی ہیں جو کہ کتب تفسیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

لِئَلَّا ۔ میں لام علت کی ہے ۔ یعنی آیات بالا میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی بار بار تاکید کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہ رہے ۔ اَلَّا ۔ اَنْ مصدریہ اور لَا منفی سے مرکب ہے لِئَلَّا یَکُوْنَ تاکہ نہ ہو یا نہ رہے ۔

حُجَّۃٌ ۔ اعتراض ۔ دلیل ۔ حُجَجٌ ۔ جمع ۔ مِنْهُمْ ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اَلنَّاسِ کے لئے ہے ۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ ۔ لَا تَخْشَوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ خَشْيَةٌ مصدر باب سَمِعَ ۔ تم مت ڈرو هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۔ اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کی طرف راجع ہے ۔

اِخْشَوْنِىْ ۔ اِخْشَوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۔ تم مجھ سے ڈرو ۔

وَلِاُتِمَّ ۔ واؤ عاطفہ ہے اگلے جملہ کا عطف جملہ سابقہ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ .... پر ہے ۔ اور (اس لئے کہ) میں تم پر اپنا انعام پورا کردوں ۔

۲ : ۱۵۱ ۔ كَمَا ۔ میں ک حرفِ تشبیہ ہے اور مَا مصدریہ ۔ كَمَا اَرْسَلْنَا کا تعلق یا تو لِاُتِمَّ سے ہے اور معنی یہ ہیں کہ ۔ تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں ۔ جیسے کہ رسول بھیجنے کی نعمت پوری کی ۔ یا اس کا تعلق لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ سے ہے اور معنی ہوں گے تاکہ تم فلاح پاؤ جیسا کہ تم کو میرے تمہیں میں سے تمہارے پاس رسول بھیجنے سے ہدایت وفلاح نصیب ہوئی ۔ (مظہری ۔ تفہیم القرآن)

یُزَكِّيْكُمْ ۔ یُزَكِّیْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَزْكِيَةٌ (تفعیل) مصدر كُمْ ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ وہ تم کو پاکیزہ کرتا ہے ۔ وہ تم کو پاک بناتا ہے ۔

مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۔ مَا موصولہ ہے لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ مضارع نفی جحد بلم ۔ تم نہیں جانتے تھے ۔

۲ : ۱۵۲ ۔ اَذْكُرْكُمْ ۔ اَذْكُرْ ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) کا صیغہ واحد متکلم ذِكْرٌ مصدر ہے ۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ میں تم کو یاد رکھوں گا ۔ لَا تَكْفُرُوْنِ ۔ فعل نفی جمع مذکر حاضر ۔ ن وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے

۲ : ۱۵۳ اِسْتَعِيْنُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر ۔ اِسْتِعَانَةٌ (استفعال) مصدر ۔ تم مدد طلب کرو ۔

۲ : ۱۵۴ ۔ بَلْ ۔ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے ۔ یعنی تمہارا ان کو (شہداء کو) اموات کہنا بالکل باطل بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ احیاء (زندہ) ہیں اَحْيَاءٌ زندہ لوگ حَیٌّ کی جمع ہے ۔

لَا تَشْعُرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر ۔ شُعُوْرٌ (باب نَصَرَ) مصدر ۔ جس کے معنی بذریعہ حس جاننے کے ہیں ۔ تم نہیں جانتے ہو، تم نہیں سمجھتے ہو ۔

۲ : ۱۵۵ لَنَبْلُوَنَّكُمْ ۔ لَ تاکید کا ہے نَبْلُوَنَّ ۔ مضارع تاکید بانون ثقیلہ ۔ صیغہ جمع متکلم ۔ بَلَاءٌ مصدر (باب نَصَرَ) بمعنی آزمائش ، آزمائش میں ڈالنا ۔ آزمانا ۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ ہم تم کو ضرور ضرور آزمائیں گے

اَلْخَوْفِ ۔ خوف سے مراد خوف اللہ تعالیٰ ۔ اَلْجُوْعِ سے مراد صوم رمضان ۔ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ سے مراد

زکوٰۃ وصدقات مِنَ الْاَنْفُسِ سے مراد امراض اور مِنَ الثَّمَرٰتِ سے مراد موت الاولاد ہے۔
یا بالترتیب خوف سے مراد خوفِ دشمن۔ جوع سے مراد بھوک، قحط، نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ سے مراد مالوں میں خسارہ یا بالکل ہلاک ہونا اور نَقْصٍ مِّنَ الْاَنْفُسِ سے مراد جانوں کی کمی یعنی قتل ہونا یا مرجانا یا امراض کا لاحق ہونا۔ یا بڑھاپا ہے اور پھلوں کی کمی یہ ہے کہ کوئی آفت آجائے جس سے پھل جاتے رہیں یا کم ہوجائیں۔ وغیرہ

۲: ۱۵۶ = اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ...... الخ صابرین کی صفت ہے۔
= اِذَا حرف شرط ہے اور جملہ شرطیہ ہے قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ..... الخ جواب شرط ہے۔
= مُصِیْبَةٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَةٌ (افعال) مصدر ہے۔ غم۔ تکلیف، سختی۔ دکھ پہنچانے والی ہر چیز۔ اس کی جمع مَصَائِبُ وَمُصِیْبَاتٌ ہے۔ اس کا مادہ صَوْبٌ ہے۔
المفردات میں ہے اَصَابَ السَّهْمُ۔ تیر ٹھیک نشانہ پر جا لگا اور مُصِیْبَةٌ اصل میں اس تیر کو کہتے ہیں جو ٹھیک نشانہ پر جاکر بیٹھ جائے اس کے بعد (عرف میں) ہر حادثہ اور واقعہ کے ساتھ یہ لفظ مخصوص ہوگیا۔ قرآن مجید میں ہے وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ (۴۲-۳۰) اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے اپنے اعمال سے ہے۔
= رَاجِعُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ رَاجِعٌ واحد۔ رُجُوْعٌ (ضَرَبَ) سے مصدر۔ لوٹ جانے والے، پھر جانے والے

۲: ۱۵۷ = اُولٰٓئِكَ۔ یعنی وہ لوگ جن میں مندرجہ بالا صفات ہوں یعنی صَابِرِیْنَ۔
اُولٰٓئِكَ مبتدا اول۔ صَلَوٰتٌ مبتدا ثانی۔ عَلَیْهِمْ متعلق بمبتدا ثانی۔ پھر یہ مجموعہ مبتدا اول کی خبر۔
= وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ واؤ عاطفہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اُولٰٓئِكَ مبتدا، هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ اس کی خبر۔
= صَلَوٰتٌ رحمتیں۔ برکتیں۔ صَلوٰةٌ کی جمع۔ ص ل و مادہ۔
= مُهْتَدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِهْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ ہدایت یافتہ، ہدایت پانے والے۔

۲: ۱۵۸ = شَعَآئِرِ۔ شَعِیْرَةٌ کی جمع ہے۔ شَعِیْرَةٌ بروزن فَعِیْلَةٌ بمعنی مَفْعَلَةٌ ہے مَشْعَرَةٌ کے معنی نشانی کے ہیں۔ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی نشانیاں۔ شعائر اللہ۔ عرف شریعت میں عبادت کے مکانات اور زمانوں اور علامات کو کہتے ہیں۔ مکاناتِ عبادت جیسے کعبہ۔ عرفہ، مزدلفہ، جمرات ثلاث صفا مروہ۔ منیٰ وجمیع مساجد وغیرہ۔ زمانے (اوقات) جیسے رمضان اور اشہر حج۔ عیدین۔ جمعہ۔ اور علامات جیسے اذان، اقامت، نماز باجماعت۔ وغیرہ۔
= اِعْتَمَرَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْتِمَارٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر اس نے عمرہ کیا۔ عمرہ زیارتِ بیت اللہ کے سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے

اور طوافِ کعبہ کرے۔ اور صفا و مروہ کے بیچ دوڑے۔ پھر حجامت کرا کر احرام اتار دے۔

= حَجَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ حَجٌّ و حِجٌّ۔ مصدر (باب نصر) قصد کرنا۔ زیارت کے لئے جانا۔ حج کرنا

= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔ جُنَاحٌ۔ جُنُوْحٌ (باب فتح۔ نَصَرَ۔ ضَرَبَ) سے ماخوذ ہے جنح اذا مال عن القصد المستقیم یعنی مقصد مستقیم سے دوسری جانب مائل ہونا۔ پس وہ گناہ جو حق سے دوسری طرف مائل کردے جُنَاحٌ ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ۔ پس نہیں ہے گناہ اس پر۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ يَطَّوَّفَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) صیغہ واحد مذکر غائب کہ وہ طواف کرے یعنی سعی کرے يَطَّوَّفَ اصل میں يَتَطَوَّفَ (باب تفعّل) تَطَوُّفٌ سے تھا۔ تاء کو طاء میں مدغم کیا گیا۔ ترجمہ ہوگا۔ نہیں ہے اس پر گناہ کہ وہ ان دونوں (صفا و مروہ) کے درمیان سعی کرے۔

شانِ نزول اس آیت کا اس طرح ہے کہ صفا و مروہ پر آساف و نائلہ دو بُت تھے۔ آساف صفا پر تھا اور نائلہ مروہ پر۔ اہل جاہلیت ان بتوں کی تعظیم کے لئے صفا مروہ کے درمیان طواف کیا کرتے تھے۔ جب اسلام کا ستارہ چمکا تو مسلمان صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے سے ان بتوں کی وجہ سے احتراز کرتے تھے اور نفرت کرتے تھے ادھر انصار قبل از اسلام منات بُت کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور اس کے سامنے پکار کر دعا کیا کرتے تھے اس لئے انصار بھی صفا مروہ کے درمیان دوڑنے سے کراہت کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کے باب میں یہ آیت نازل فرمائی (مظہری) مسلمانوں کو حکم ہوا کہ صفا مروہ کے درمیان جو تم سعی کیا کرتے تھے اسے جاری رکھو۔ یہ ایک نیک کام ہے اس کے جاری رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ احناف کے نزدیک صفا مروہ کے درمیان سعی واجب ہے۔

= تَطَوَّعَ۔ اس نے خوشی سے نیکی کی۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَطَوُّعٌ (تفعّل) مصدر سے۔ جس کے معنی اصل میں تو نیکی میں تکلف کرنے کے ہیں۔ مگر عرف میں جو چیزیں کہ لازم اور فرض نہ ہوں جیسے نوافل وغیرہ ان کے بجالانے اور انجام دینے کو کہتے ہیں۔

= شَاكِرٌ۔ شَاكِرٌ۔ شُكْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جب شکر سے متصف کیا جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام فرمانا اور جو کچھ عبادت انہوں نے ادا کی ہے اس کی جزا دینا مراد ہے، یہاں شاکر بمعنی قدردان۔ حق ماننے والا۔

= فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ الخ جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ..... الخ جوابِ شرط ہے۔ اسی طرح مَنْ تَطَوَّعَ..... الخ جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ..... الخ جواب شرط۔

۲ : ۱۵۹ = يَكْتُمُوْنَ۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب كَتْمٌ مصدر۔ باب نَصَرَ۔ وہ چھپاتے ہیں۔ فعل بافاعل مَا اَنْزَلْنَا اس کا مفعول من الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى بیان مَا۔ مِنْ بَعْدِ مَا متعلق ہے يَكْتُمُوْنَ سے

فی الْكِتٰبِ متعلق ہے بَيَّنّٰهُ سے یہ سب مجموعہ صلہ ہوا اپنے موصول اَلَّذِيْنَ کا۔ پھر موصول وصلہ مل کر اِنَّ کا اسم ہوا۔

= بَيَّنّٰهُ۔ بَيَّنَّا۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى ہے۔

= فِى الْكِتٰبِ ۔ ای فی التوراۃ من صفۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ کتاب سے یہاں مراد توراۃ ہے۔ جس میں نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق واضح بیان موجود ہیں۔ اور النَّاس سے مراد علماً بنی اسرائیل ہیں۔ لبعض کے نزدیک کتاب سے مراد تمام کتب آسمانی ہیں جو مختلف انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئیں اور اَلنَّاس سے مراد جمع علماء ہیں۔

= اُولٰٓئِكَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو الکتاب میں مبینہ حقائق وہدایت کو چھپاتے ہیں۔

= يَلْعَنُهُمُ۔ يَلْعَنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ لَعْنٌ (باب فَتَحَ) وہ لعنت کرتا ہے یا کرے گا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= اَللّٰعِنُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر لَعْنٌ مصدر سے۔ اگر لاعِنٌ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو لعنت کے معنی ہوں گے قرب یا رحمت سے دور کرنا۔ عذاب دینا۔ اور اگر اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو معنیٰ ہوں گے بددعا دینا۔ گالیاں دینا۔ سخت سُست کہنا۔ دھتکار کر نکال دینا۔ پھٹکارنا۔ لَعِيْنٌ بمعنی مَلْعُوْنٌ ۔ (مَفْعُوْلٌ) یہاں لاَعِنُوْنَ سے مراد ملائکہ ومؤمنین ہیں۔

۲ : ۱۶۰ = اِلَّا الَّذِيْنَ ..... الخ استثناء متصل ہے اور ضمیر هُمْ (جو يَلْعَنُهُمُ میں ہے) مستثنیٰ منہ ہے۔

= تَابُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ تَوْبَةٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ انہوں نے توبہ کی۔ وہ باز آگئے۔ جب تَوْبَةٌ کا تعدیہ الیٰ کے ذریعہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے معنیٰ ہوتے ہیں۔ اور جب تعدیہ عَلٰى سے ہوتا ہے۔ تو توبہ قبول کرنے کے معنی آتے ہیں۔

بندہ کا توبہ کرنا۔ معصیت کے بعد اسے چھوڑ کر نیکی اور اطاعت کی طرف واپس آنا ہے۔

= اَصْلَحُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب اِصْلَاحٌ ۔ (اِفْعَالٌ) مصدر انہوں نے اپنی اصلاح کی۔ وہ سنور گئے انہوں نے اپنے کام کو درست کیا۔ انہوں نے نیک کام کئے۔

بَيَّنُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ تَبْيِيْنٌ ۔ (تَفْعِيْلٌ) مصدر انہوں نے بیان کیا۔ مطلب یہ ہے کہ علماء اہل کتاب جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتب سماویہ میں مندرج صفات کو خلائق سے دانستہ چھپا رکھتے تھے۔ اور بدیں وجہ مستوجب لعن ٹھہرے۔ ان میں سے جو توبہ کرکے اپنے اس گناہ سے باز آگئے۔ اپنے آپ کی اصلاح کرلی۔ اور حقائق کو کما حقہٗ لوگوں سے بیان کردیا (تو اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول کرلیگا)

= اُولٰٓئِکَ ۔ سے مراد اَلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا ہیں۔

= اَتُوْبُ عَلَیْھِمْ ۔ اَتُوْبُ ۔ مضارع واحد متکلم ۔ چونکہ تعدیہ عَلٰی کے ساتھ ہیں اور فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہے اس لئے مطلب ہوا کہ : میں (یعنی اللہ) ان کی توبہ قبول کرلوں گا۔ ان کو معاف کردوں گا۔ ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے۔

= اَلتَّوَّابُ ۔ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت توبہ قبول کرنے والا۔ تَوْبَۃٌ سے مشتق ہے۔ اگر اس کی نسبت بندہ سے ہو۔ تو معنی ہوں گے بہت توبہ کرنے والا

۲: ۱۶۱ = وَھُمْ کُفَّارٌ ۔ جملہ حالیہ ہے دراں حالیکہ وہ کافر ہی تھے۔

۲: ۱۶۲ = خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ۔ خٰلِدِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب۔ خُلُوْدٌ (باب نَصَرَ) مصدر ہمیشہ رہنے والے۔ فِیْھَا ۔ اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب لعنۃ کے لئے ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ یا یہ اَلنَّارُ (دوزخ) کے لئے ہے اور اَلنَّار کو اس کی شان کی عظمت کی وجہ سے مضمر رکھا گیا ہے اور اسم کی جگہ ضمیر کو لایا گیا ہے۔ خٰلِدِیْنَ ۔ عَلَیْھِمْ کی ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے

= لَا یُخَفَّفُ ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب ۔ وہ ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ یعنی عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ ۔ یہ جملہ حال ہے ضمیر خٰلِدِیْنَ سے

= وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ لَا یُنْظَرُوْنَ ۔ مضارع منفی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اس کا مادہ ن ظ ر ہے۔ لَا یُنْظَرُوْنَ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) مصدر اِنْظَارٌ ۔ مہلت دینا سے مشتق ہے اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی (اور یہی راجح ہے)

(۲) یہ مصدر اِنْتِظَارٌ سے مشتق ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کا انتظار کیا جائے گا کہ کسی قسم کی معذرت کریں

(۳) یہ مصدر نَظَرٌ سے مشتق ہے بمعنی دیکھنا۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کی طرف نظرِ رحمت کی جائے گی

ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۲: ۱۶۳ = اِلٰھُکُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ تمہارا معبود۔

= اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۔ وَاحِدٌ ۔ صفت مؤکدہ ہے اِلٰہٌ کی کیونکہ اِلٰہٌ کی تنوین سے خود وحدت مترشح ہے۔ اور اِلٰہٌ موصوف کو وحدانیت کی تاکید اور تائید کے لئے ذکر فرمایا۔ موصوف وصفت مل کر اِلٰھُکُمْ کی خبر ہوئے۔

= لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔ زیادتی تاکید وتقریر کے لئے ہے۔ اور یہ اِلٰھُکُمْ کی دوسری خبر ہے۔

= اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۔ بھی اِلٰھُکُمْ کی تیسری اور چوتھی خبر ہے۔

۲: ۱۶۴ = اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ۔

(۱) فی خلق السمٰوٰت وَ الْاَرْضِ
(۲) واختلاف اللیل والنھار
(۳) والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس
(۴) و مَآ انزل اللّٰہ من السمآء من مآءٍ۔
(أ) فاحیا بہ الارض بعد موتھا
(ب) وبث فیھما من کل دآبّۃٍ
(۵) وتصریف الریاح
(۶) والسحاب المسخر بین السمآء والارض

یہ سب جملے یکے بعد دیگرے اِنَّ کی خبر ہیں۔

لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔۔۔۔۔۔ اسم اِنَّ ۔ (لامؔ کو انَّ کے اسم کی خبر کے بعد میں آنے کی وجہ سے لایا گیا ہے)

= اِخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّھَارِ سے مراد دن رات کا آگے پیچھے آنا ۔ ان کا چھوٹا بڑا ہونا ۔ کُرۂ ارضی پر مختلف مقامات پر ان کا طوالت میں کم و بیش ہونا ۔ ہے ۔

= اَلْفُلْکِ ۔ یہ لفظ مذکر، مؤنث، واحد، جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ کشتی، جہاز۔

= تَجْرِیْ بِمَا ۔ تَجْرِیْ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ۔ وہ چلتی ہے ۔ وہ جاری ہے ۔ بِمَا میں ب تعدیہ کا ہے تَجْرِیْ ب ۔ وہ لے جاتی ہے ۔ وہ لے کر چلتی ہے ۔ اور مَا موصولہ ہے ۔ یَنْفَعُ النَّاسَ (جو) نفع پہنچاتی ہے لوگوں کو، یعنی اور جہازوں میں، کشتیوں میں جو چلتے ہیں سمندر میں وہ چیزیں لے کر جو لوگوں کو نفع پہنچاتی ہیں ۔ سامان تجارت وغیرہ ۔

= اَحْیَا بِہٖ ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ (بمعنی مضارع) وہ زندہ کرتا ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَآءٍ ہے

= بَثَّ ۔ ماضی واحد مذکر غائب (بمعنی مضارع) وہ پھیلاتا ہے وہ بکھیرتا ہے (باب نصر، ضَرَبَ) اصل میں بَثَّ کے معنی کسی چیز کے پراگندہ کرنے اور ابھارنے کے ہیں اس لئے ہوا سے خاک اڑنے ۔ غم سے بے قرار ہونے ۔ اور راز کے افشا کرنے کے لئے بَثٌّ کا استعمال ہوتا ہے ۔ مثلاً فَکَانَتْ ھَبَآءً مُّنْبَثًّا (۵۶-۶) پھر وہ منتشر ذرات کی طرح اڑنے لگیں ۔ اور یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۔ (۱۰۱-۴) جس دن لوگ ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے ۔

= فِیْھَا ۔ اور اس سے قبل بَعْدَ مَوْتِھَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۔ اَلْاَرْضَ کے لئے ہے

= دَآبَّۃٍ ۔ الدب اور اَلدَّبِیْبُ (باب ضَرَبَ) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے ۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے ۔ اس میں ۃ وحدت کی ہے دَوَآبُّ جمع ہے اگرچہ عرف میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال ہر ذی حیات چیز کے لئے ہوا ہے ۔

دَابَّۃُ الْاَرْضِ ۔ جس کا ذکر آیت شریفہ (۲۷: ۸۲) میں آیا ہے اس سے ایک خاص جانور مراد ہے جو قیامت سے پہلے زمین سے نکلیگا۔ (بعض کے نزدیک مکہ معظمہ میں کوہ صفا کے پھٹنے سے زمین سے منودار ہوگا) جو کہ لوگوں سے باتیں کرے گا اور نشان لگا کر سچے ایمانداروں اور چھپے ہوئے منکروں کو ایک دوسرے سے ممتاز کردیگا

= تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہواؤں کا بدلنا تَصْرِیْف (تفعیل) مصدر۔ صَرَّفَ یُصَرِّفُ کا۔ بمعنی پھیرنا۔ بدلنا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے صَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لم(۲۷:۴۶) اور ہم نے (اپنی) نشانیاں پھیر پھیر کر (بیان کردی ہیں)

الرِّیَاحُ۔ رِیْح کی جمع ہے۔

فائدہ:۔ قرآن مجید میں جہاں ارسال ریح کا ذکر ہے اگر بہ لفظ جمع ہے یعنی رِیَاح کا لفظ استعمال ہوا ہے تو وہاں عام طور پر رحمت کی ہوائیں مراد ہیں۔ اور اگر ریح یعنی واحد کا لفظ استعمال ہوا ہے تو عذاب کے معنی مراد ہیں۔ چنانچہ ریاح (جمع) کے متعلق ارشاد ہے وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ (۱۵:۲۲) اور ہم ہی ہوا کو چلاتے ہیں جو بادلوں کو پانی بردار کرتی ہے۔ اور اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ (۳۰: ۶) کہ ہواؤں کو اس غرض سے بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی خوشخبری پہنچائیں۔ اور ریح (واحد) کے متعلق فرمایا اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَیْہِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا (۵۴: ۱۹) ہم نے ان پر ایک زناٹے کی آندھی چلائی۔ اور اِشْتَدَّتْ بِہِ الرِّیْحُ (۱۴-۱۸) اس کو سخت ہوا لے اڑی۔

= السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ ۔ موصوف وصفت۔ تابع فرمان بادل (جو آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہے) یعنی وہ بادل جو اس کے یعنی اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہیں جدھر اس کا حکم ہوتا ہے ادھر کو وہ چلتے ہیں۔ اور جہاں وہ چاہتا ہے برستے ہیں۔

بعض نے السحاب کو موصوف اور المسخر بین السماء والارض کو اس کی صفت لکھا ہے۔ اور ترجمہ یوں کیا ہے۔ اور بادلوں میں جو زمین اور آسمان کے درمیان مقید ہیں نہ اوپر جاتے ہیں نہ نیچے گرتے ہیں۔

سحاب اسم جنس جمعی ہے۔ اس کا واحد سحابۃ ہے یہ مذکر بھی آتا ہے اور مؤنث بھی۔ مفرد بھی آتا ہے اور جمع بھی۔ لفظ کی رعایت سے اس کی صفت مفرد آتی ہے جیسے آیت مندرجہ بالا۔ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اور معنی کی رعایت سے جمع بھی لائی جاتی ہے جیسے وَ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳:۱۲) اور اٹھاتا ہے بھاری بادل۔ مذکر کی مثال جیسے آیت مذکورہ (وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ ....)

= یَعْقِلُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَقْلٌ (ضَرَبَ) مصدر، وہ سمجھتے ہیں۔ وہ غور کرتے ہیں۔

۲: ۱۶۵ = وَمِنَ النَّاسِ ۔ میں واؤ حالیہ ہے یعنی حال یہ ہے کہ باوجود ان براہین منیرہ کے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی لوگوں میں بعض ایسے ہیں .... مَنْ بمعنی اَلَّذِیْ ہے۔

= یَتَّخِذُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِتِّخَاذٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ قرار دیتا ہے۔ بناتا ہے۔

= اَنْدَادًا۔ نِدٌّ کی جمع ہے۔ نظیر، مثل، ند اور مثل میں فرق یہ ہے کہ مثل عام ہے اور ند خاص۔ مثل کا استعمال ہر قسم کی شرکت کے لئے ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام نے اَنْدَادًا کی تفسیر یہ فرمائی ہے کل ما کان مشغلاً عن اللہ ما نعا عن امتثال امرہٖ: ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کردے اور اس کے احکام کی تعمیل سے روکدے وہ انداد ہے خواہ وہ بت ہوں گمراہ رئیس ہوں مال و دولت ہو، اولاد ہو۔ علم و فن۔ لیکن ندّ کا استعمال صرف کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہونے کے لئے ہے۔

= یُحِبُّوْنَهُمْ۔ مضارع۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ باب افعال سے۔ اِحْبَابٌ مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع اَنْدَادًا ہے۔

= كَحُبِّ اللّٰهِ۔ میں کاف تشبیہ کا ہے۔

= اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ۔ اَشَدُّ شِدَّةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے اَشَدُّ کا متعلق محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ لِلْاَنْدَادِ یعنی مؤمنین کی اللہ سے جو محبت (میلان قلب) ہے وہ مشرکین کی غیر اللہ سے محبت سے کہیں زیادہ ہے۔

= لَوْ حرف شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے۔

= یَرَى۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ اس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں۔

(۱) اس فعل کا فاعل اَحَدٌ محذوف ہے ترجمہ ہوگا۔ اگر کوئی دیکھے ان لوگوں کو جو ظالم ہیں اس صورت میں اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا فعل یریٰ مفعول ہوگا۔

(۲) یریٰ کا فاعل اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اگر ظالم لوگ دیکھ پاتے یا جان جاتے۔

= اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ۔ ظرف زمان ہے فعل یریٰ کا۔ جب دیکھیں گے وہ عذاب (جو ان کو ملے گا)

= اَنَّ الْقُوَّةَ ...... شَدِیْدُ الْعَذَابِ مفعول یریٰ کا (۲) کی صورت میں۔

لَوْ کا جواب محذوف ہے۔ محذوف جواب عبارت کے سیاق و سباق کے مطابق ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ حذف میں تعیین تو ہوتی نہیں مثلاً یہاں جواب محذوف ہے۔ لَمَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَنْدَادًا (تو ہرگز اس کے یعنی اللہ کے سوا کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے) بھی ہو سکتا ہے اور لوقعوا من الحسرۃ والندامۃ فیما لا یکاد یوصف۔ تو ناقابل بیان حسرت و ندامت کا شکار ہو جاتے۔

مندرجہ بالا تقریر پر آیت کے معنی ہوں گے (۱) اگر ظالم لوگ عذاب اور مصائب دنیوی دیکھتے وقت یہ جانتے کہ تمام قوت اللہ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ شدید العذاب ہے تو ہرگز من دون اللہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے اور نہ اور کسی سے محبت کا دم بھرتے۔ (۲) اگر یہ ظلم کرنے والے قیامت کے دن عذاب دیکھتے وقت یہ بات

جانیں گے کہ تمام قوت اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہ اشد العذاب ہے تو سخت نادم ہوں گے۔

= **فائدہ**۔ لَوْ یَرَیٰ اور اِذْ یَرَوْنَ میں لَوْ اور اِذْ یہاں مستقبل کے لئے آتے ہیں۔ حالانکہ یہ ماضی پر استعمال ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے کلام میں تو مستقبل بھی مثل ماضی کے ہے جیسے ماضی کا وقوع یقینی ہوتا ہے اسی طرح اللہ کے نزدیک مستقبل کا وقوع بھی یقینی ہے۔

یہاں لَوْ بمعنی کاش (حرف تمنیٰ) بھی ہو سکتا ہے۔

۲: ۱۶۶ = اِذْ تَبَرَّاَ۔ ای اُذْکُرِ الْوَقْتَ اِذْ تَبَرَّاَ۔ یاد کرو اس وقت کو کہ جب بیزاری ظاہر کریں گے۔

= تَبَرَّاَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَرُّءٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ وہ بیزار ہوا۔ اس نے بیزاری ظاہر کی۔ (یہاں جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے) اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ (۹: ۳) کہ خدا ان مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی (ان سے دست بردار ہے)

اَلْبُرْءُ۔ اَلْبَرَاءُ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں۔ جیسے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ میں تندرست ہوا۔ بَرَّاْتُہٗ و اَبْرَاْتُہٗ۔ میں نے اس کو تہمت سے بری کر دیا۔ رَجُلٌ بَرِیْٓءٌ پاک اور بیگناہ آدمی۔ بَرْءٌ۔ مادہ۔

= اُتُّبِعُوْا۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب اِتِّبَاعٌ۔ مصدر (اِفْتِعَالٌ) جن کی پیروی کی گئی۔ پیشوا لوگ اِتَّبَعُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ جنہوں نے پیروی کی۔ جنہوں نے اتباع کیا۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے معبودانِ باطل خود اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

= وَرَاَوُا الْعَذَابَ۔ واؤ حالیہ ہے ای تَبَرَّءُوْا فی حال رُؤیَتِہِمُ الْعَذَابَ وہ بیزاری کا اظہار کریں گے درآنحالیکہ وہ عذاب دیکھ رہے ہوں گے۔

= وَتَقَطَّعَتْ بِہِمُ الْاَسْبَابُ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ تَقَطَّعَتْ۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب تَقَطُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ کٹ گئی۔ ٹوٹ گئی۔ اَلْاَسْبَابُ۔ جمع سَبَبٌ کی۔ رسیاں۔ ذرائع۔ سبب اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ درخت پر چڑھا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے ہر اس شے کا نام سبب ہوا جو کسی دوسری شے کے توصّل کا ذریعہ ہو۔ یہاں آیت شریف میں اسباب سے مراد نفع کی توقع۔ دفع ضرر کی تمنا۔ قرابت، دوستی وغیرہ۔ قیامت کے روز یہ سب اسباب منقطع ہو جائیں گے۔ جاتے رہیں گے۔

= بِہِمْ میں بَ عَنْ کے معنی میں بھی ہو سکتی ہے بِہِمْ ای عَنْہُمْ اور ب سببیہ بھی ہو سکتی ہے۔ ای تَقَطَّعَتْ بِسَبَبِ کُفْرِہِمْ یعنی یہ قطع تعلق بسبب ان کے کفر کے ہو گا۔

۲: ۱۶۷ = لَوْ۔ یہاں بمعنی لیت (حرف تمنیٰ) ہے ای کاش۔

= کَرَّۃً۔ کَرٌّ۔ کسی طرف مڑ جانا۔ جھک جانا۔ لوٹ جانا۔ کَرٌّ کے بعد ۃ وحدت کی ہے جس کے معنی

ایک بار۔ کَرَّۃً ۔ایک بار لوٹنا۔ ایک پھیرا۔ ایک واپسی ۔ دشمن پر یکبارگی حملہ کرنے کو بھی اسی مناسبت سے کَرَّۃٌ کہتے ہیں کَرَّارٌ بار بار لوٹ، لوٹ کر دشمن پر حملہ کرنے والا۔ سورۃ الملک میں ہے ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ (۶۷:۴) پھر نگاہ کو دوسری بار ڈال۔ پھر دوبارہ (غور سے) نگاہ ڈال۔

= فَنَتَبَرَّأَ۔ ف تمنیٰ کے جواب میں ہے۔ نَتَبَرَّاَ ۔ مضارع منصوب کا صیغہ جمع متکلم ۔منصوب بوجہ جواب تمنیٰ کیونکہ لَوْ بمعنی لَیْتَ آیا ہے۔ نصب علی جواب التمنی لانّ لو فی معنی التمنیٰ و المعنی لیت لنا کرّۃ فنتبرا ۔ (مدارک التنزیل) مطلب آیت کا ہے اے کاش ہمیں ایک بار پھر دنیا میں جانا نصیب ہو کہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی (دنیا میں) ان سے بیزار ہوں۔

= کَمَا میں کاف حرف تشبیہ کا ہے اور مَا موصولہ ہے۔ اسی طرح جیسے یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں۔

= کَذٰلِکَ ۔کاف حرف تشبیہ ذٰلِکَ اسم اشارہ بعید۔ اس میں ذٰ ۔ اسم اشارہ ہے۔ اور ک حرف خطاب ہے اسی طرح

= یُرِیْھِمُ اللّٰہُ اَعْمَالَھُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْھِمْ۔

یُرِیْ مضارع۔ جمع مذکر غائب اِرَاءَۃٌ (افعال) مصدر وہ دکھائے گا۔ ھِمْ ۔ یُرِیْ کا مفعول اول۔ (ھِمْ کا مرجع مشرکین معبودانِ باطل کے پیروکار ہیں) اَعْمَالَھُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی ۔ اور اگر یُرِیْ افعال قلوب سے ہو تو حَسَرٰتٍ اس کا تیسرا مفعول ہو جائیگا۔ ورنہ حال ہو گا۔ (تفسیر مظہری)

= وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ۔ خٰرِجِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں۔ اور وہ کبھی دوزخ سے نہ نکلیں گے ۔ وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِیْنَ اصل میں مَا یَخْرُجُوْنَ تھا۔ جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ اس لئے بنا لیا گیا کہ بطور مبالغہ یہ سمجھا جائے کہ جہنم میں ہمیشہ ہی کے لئے رہیں گے۔ اور اس لئے کہ نجات اور خلاصی پانے سے بالکل مایوس ہو جائیں۔ جملہ فعلیہ میں اتنا مبالغہ نہیں۔

۲ : ۱۶۸ = حَلٰلًا طَیِّبًا۔ حَلٰلًا ۔ مفعول ہے کُلُوْا کا طَیِّبًا صفت ہے حَلٰلًا کی۔ پاک، ستھرا حلال۔

= لَا تَتَّبِعُوْا ۔فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر، تم پیروی مت کرو۔ اِتِّبَاعٌ ۔ (افتعالٌ) مصدر۔

= خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔خُطُوٰتِ جمع ہے خُطْوَۃٌ کی۔ وہ فاصلہ جو دو قدموں کے درمیان ہو۔ خُطْوَۃٌ ایک بار قدم اٹھانا۔ خطو مادہ ۔ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ سے مراد شیطانی راستے ہیں مطلب یہ ہے کہ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔

= عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔ موصوف وصفت ۔ کھلا دشمن ۔ مُبِیْنٌ ۔ اَبَانَ یُبِیْنُ ۔ اِبَانَۃٌ ۔ (باب افعال) اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اِبَانَۃٌ ظاہر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر کرنے والا۔ بین مادہ۔ اس سے باب افعال تفعیل، استفعال۔ لازم بھی آتے ہیں اور متعدی بھی اسی لئے مُبِیْنٌ کے معنیٰ ظاہر بھی ہیں ظاہر کرنے والا بھی۔

= السُّوْءِ - سُوْءِ - دراصل اس شئے کو کہتے ہیں جو انسان کو غمگین کرنے والی ہو۔ برائی، آفت، گناہ، بُرا کام۔ عیب۔ یہ سب سو میں شامل ہیں۔

= اَلْفَحْشَآءِ۔ بأساء کے وزن پر مصدر ہے۔ فُحْش۔ مادہ۔ اَلْفَحْشَآء وہ قول یا فعل جس کی بُرائی کھلی ہوئی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا بُرا لگے۔ بُرا کام، بے حیائی کا کام، زنا۔ قرآن مجید میں مختلف معانی میں مستعمل ہے مثلاً وہ کام جو شرعاً بُرا ہو، بخل، بیحیائی۔ زنا۔ امر قبیح۔

= وَاَنْ تَقُوْلُوْا۔ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اور جملہ کا عطف السُّوْٓءَ پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ اور تمہیں السوء۔ اَلْفَحْشَآء اور خدا پر ایسی باتیں بنانے کا حکم دیتا ہے جن کا تم کو کوئی علم نہیں۔ یعنی جو تمہاری من گھڑت ہیں اور لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ان کو احکام خداوندی سمجھنے لگتے ہو۔ تَقُوْلُوْا۔ قَوْل۔ کا صلہ جب علیٰ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کے خلاف گھڑ لینا۔ کسی پر بہتان لگانا مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔ علم سے یہاں مراد علم یقینی یا علم ثابت بالوحی ہے۔ پس اس وعید کے تحت میں صرف کفر کے ہی نہیں بلکہ بدعت کے اقوال بھی داخل ہو جاتے ہیں (الماجدی) الاتخاذ الانداد۔ تحلیل المحرمات تحریم الطیبات (بیضاوی)

۲: ۱۷۰ = قِیْلَ لَھُمْ۔ میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع النَّاسُ ہے جو یٰۤاَیُّھَاالنَّاسُ کُلُوْا..... میں اوپر آیا ہے۔ مَالَا تَعْلَمُوْنَ تک النَّاسُ سے خطاب بصیغہ حاضر تھا۔ اب ان کی طرف ناگواری کے اظہار کے لئے حاضر سے بصیغہ غائب ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور عقلاء سے مخاطب ہو کر کہا جا رہا ہے۔ ان احمقوں کی طرف دیکھو ہماری پند و نصائح کیا جواب دے رہے ہیں۔

= اِتَّبِعُوْا۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم پیروی کرو۔

= مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ۔ ای القرآن۔

= بَلْ حرف اضراب ہے۔ یہاں ماقبل کا ابطال اور مابعد کا اثبات مقصود ہے۔ یعنی ہم مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا کی پیروی کریں گے۔

= مَآ اَلْفَیْنَا۔ ما موصولہ ہے۔ اَلْفَیْنَا۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ اِلْفَآءٌ (افعال) مصدر۔ اَلْفَیْنَا بمعنی وجدنا ہم نے پایا۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَاَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَی الْبَابِ ط (۱۲: ۲۵) اور دونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر کو پایا۔ لَفْیٌ مادہ۔

= اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا۔ الف استفہامیہ ہے واؤ عاطفہ ہے لَوْ حرف شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر یوں ہے۔ اَیَتَّبِعُوْنَھُمْ وَلَوْ کَانَ اٰبَآءُ ھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا۔ کیا وہ (پھر بھی) اپنے آباء و اجداد کا اتباع کریں گے۔ اگرچہ ان کے آباء و اجداد کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں (یعنی دین کے متعلق)

= وَلَا یَھْتَدُوْنَ ہ واؤ عاطفہ ہے۔ لَا یَھْتَدُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہیں۔ یعنی نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

۲: ۱۷۱ = وَمَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً۔ اس میں اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا کا مضاف محذوف ہے اور تقدیر کلام یہ ہے ومثل داعی الذین کفروا.... الخ یَنْعِقُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ نَعْقٌ۔ نَعِیْقٌ۔ نُعَاقٌ (باب فتح۔ ضَرَبَ) مصادر۔ فعل لازم ومتعدی ہر دو میں مستعمل ہے۔ چنانچہ بولتے ہیں۔ نَعِقَ الْغُرَابُ کوے کا کائیں کائیں کرنا۔ اور متعدی بالباء نَعَقَ بِغَنَمِہٖ اس نے چیخ کر اپنی بکریوں کو ڈانٹا۔ بِمَا میں ب تعدیہ کے لئے ہے اور مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ۔ جملہ کا ترجمہ ہوگا۔ اور کافر لوگوں کو دعوتِ حق دینے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو چلاّ چلاّ کر ایسی شے کو پکار رہا ہے جو کچھ بھی سوائے پکارنے کے اور چلانے کے نہیں سنتی۔ یعنی وہ صرف آواز کو سنتے ہیں معنی اور مفہوم کو نہیں سمجھتے

دُعَآءً = دَعَا یَدْعُوْا کا مصدر بمعنی پکار، بلانا، دعا کرنا، مانگنا۔ د ع و۔ مادّہ۔ نِدَآءً۔ نَادٰی یُنَادِیْ کا مصدر بمعنی پکارنا۔ آواز دینا۔ ندی مادّہ۔ دعا اور ندا رقریبًا ہم معنی ہیں۔

= صُمٌّ۔ خبر ہے جس کا مبتدا مضمر ہے ای ھُمْ صُمٌّ۔ وہ بہرے ہیں (آیات کو غور سے نہیں سنتے)

= بُکْمٌ۔ خبر ثانی۔ وہ گونگے ہیں۔ (کہ کلمات خیر ان کی زبان سے نہیں نکلتے)

= عُمْیٌ۔ خبر ثالث۔ وہ اندھے ہیں (کہ ہدایت کو نہیں دیکھتے)

= لَا یَعْقِلُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ یعنی چونکہ ان کی فکر و نظر میں خلل واقع ہوگیا ہے اس لئے دین کی بات سمجھتے ہی نہیں۔

۲: ۱۷۲ = اُشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ۔ جملہ شرطیہ کو شرط کے بعد لایا گیا ہے۔ ترجمہ اگر تم صرف اسی کی ہی (یعنی اللہ ہی کی) عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کرو۔ یہاں صیغہ امر وجوب کے لئے آیا ہے نہ کہ صرف اجازت کے لئے۔

۲: ۱۷۳ = اِنَّمَا۔ بعض کے نزدیک یہ کلمہ حصر ہے بمعنی بس "سوائے اس کے نہیں کہ"، لیکن حنفیوں کے نزدیک یہاں اِنَّمَا حصر کے لئے نہیں آیا بلکہ یہ لفظ اِنَّ حرف تحقیق اور مَا کافہ سے مرکب ہے، کیونکہ اول الذکر کی صورت میں سوائے مردار اور خون کے اور کوئی شے حرام نہیں کی گئی۔ حالانکہ ان دو کے علاوہ اور بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہیں۔

= حَرَّمَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَحْرِیْمٌ (تفعیل) مصدر، اس نے منع کیا۔ حرام۔ ممنوع۔ حرمت والا۔ ایک ہی مادہ حرم سے مشتق ہیں۔ ماہ ہائے حرام۔ (حرمت والے مہینے) کو حرام اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان میں بعض چیزوں کو حرام (ممنوع) قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ دیگر مہینوں میں حلال ہیں۔

= اَلْمَیْتَۃَ۔ مردار جس کو شریعت نے کھانے کے قابل نہیں قرار دیا۔ تفسیر حقانی میں ہے اَلْمَیْتَۃُ بروزن فَیْعَلَۃٌ اور اس کا اصل مَیْوِتَۃٌ ہے پس جب کہ واؤ اور ی جمع ہوئے اور اول ساکن تھا تو واؤ کو ی میں بدل دیا۔ پھر ی کو ی میں مدغم کر دیا۔ لیکن کثرت استعمال سے اس کو بالتخفیف پڑھنے لگے۔ ورنہ دراصل مشدّد ہے۔ لغت میں میتہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بطور معمول ذبح کئے بغیر مر جائے یا مارا جائے۔

= وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ط واؤ عاطفہ مَا موصولہ۔ اُهِلَّ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب اِهْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ جس کے معنی ہلال دیکھتے وقت آواز لگانے اور پکارنے کے ہیں۔ پھر ہر آواز کے متعلق اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ ولادت کے وقت بچے کے رونے اور حاجیوں کے لبیک لبیک کہنے کو بھی اہلال کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی اہلال کے وہی لغوی اور عرفی معنی لینی نامزد کرنا۔ آواز لگانا اور ذکر کرنا مراد ہیں۔

ترجمہ:۔ اور وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔

= فَمَنِ میں فاء عاطفہ اور مَنْ شرطیہ ہے۔

= اُضْطُرَّ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ لاچار کیا گیا۔ وہ بے بس کیا گیا۔ اِضْطِرَارٌ (افتعال) مصدر۔ جس کے اصل معنی انسان کو کسی ضرر رساں چیز پر مجبور کرنے کے ہیں۔ ضرر مادہ اِضْطِرَارٌ اصل میں اِضْتِرَارٌ تھا۔ ت کو ط سے بدل دیا گیا ہے اِضْطِرَارٌ ہو گیا۔

= غَيْرَ بَاغٍ حال ہے اور وَلَا عَادٍ اس پر معطوف ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ جواب شرط ہے۔ بَاغٍ بَغْيٌ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بَاغٍ اصل میں بَاغِيٌ (ناقص یائی) تھا ضمہ ی پر دشوار تھا۔ ی کو ساکن کیا۔ اب ی اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے ی اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ بَاغٍ ہو گیا۔ بمعنی حد سے نکل جانے والا۔ حکم عدولی کرنے والا۔ عَادٍ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے عَدْوٌ (باب نصر) عُدْوَانٌ مصدر جس کے معنی ظلم کرنے یا حد سے بڑھنے کے ہیں عَادٍ اصل میں پہلے عَادِوٌ تھا۔ واؤ کو یا سے بدلا عَادِيٌ ہو گیا۔ ی کو گرا دیا۔ عَادٍ رہ گیا (قاعدہ ہے کہ جو واؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ یا ہو کر گر پڑتی ہے)

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ میں بغاوت و عدوان کا تعلق کھانے سے ہے باغی کا یہ مطلب ہے کہ بے حکمی نہ کرے یعنی نوبت اضطرار کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور عادی کے یہ معنی ہیں کہ زیادتی نہ کرے۔ یعنی بقدر ضرورت کھائے۔ تقدیر آیت یہ ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ فَاَكَلَ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ۔ پس جو عاجز ہوا یا لاچار ہو گیا۔ درآنحالیکہ وہ نہ باغی حکم عدولی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (بقدر ضرورت کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں۔

= غَفُوْرٌ۔ غُفْرَانٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے (باب ضَرَبَ) بہت بخشنے والا۔ (کہ بعض حالات میں

جرائم پر بھی مؤاخذہ نہیں کرتا) رَحِیْمٌ۔ (ایسا شفقت والا کہ تنگی کے موقع پر آسانی بہم پہنچا دیتا ہے)

۲: ۱۷۴ = یَکْتُمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب کَتْمٌ (باب نصر) مصدر وہ چھپاتے ہیں یا چھپا لیتے ہیں۔

= مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ۔ میں مَا موصولہ ہے مِنَ الْکِتٰبِ۔ ای فی الکتب فی صفۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی ان کی الہامی کتاب توراۃ یا انجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق جو نازل ہوا تھا اس کو چھپا لیتے ہیں یا مِنْ تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی یہود توراۃ میں بعض تعلیمات و حقائق کو چھپا لیتے تھے اور اس سے مقصود ان کا دنیاوی نفع کمانا ہوتا تھا۔

= یَشْتَرُوْنَ بِہٖ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر وہ بدلہ میں لیتے ہیں یا حاصل کرتے ہیں۔ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کتمانِ حقیقت ہے یا یہ ضمیر مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ کی طرف عائد ہے۔

= ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ موصوف، صفت، تھوڑی قیمت، حقیر معاوضہ

= وَلَا یُزَکِّیْھِمْ۔ واؤ عاطفہ، لَا یُزَکِّیْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب، وہ پاک نہیں کرے گا۔ تَزْکِیَۃٌ۔ (تفعیل) مصدر۔ ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور نہ ہی وہ ان کو پاک کرے گا۔ یعنی نہ ہی اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت سے ان کے گناہ معاف کرے گا۔

= عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ موصوف صفت۔ دردناک، دکھ دینے والا۔ فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے۔

۲: ۱۷۵ = اُولٰٓئِکَ یہی ہیں وہ لوگ۔ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔

= فَمَآ اَصْبَرَھُمْ عَلَی النَّارِ۔ مَا استفہامیہ ہے اور بمعنی توبیخ آیا ہے۔ ای ما الذی صبرھم (ای شیٔ جَسَّرَھُمْ علی النار حتی ترکوا الحق واتبعوا الباطل۔ دوزخ کا عذاب جھیلنے پر انہیں کس نے صبر دیا اور کس شے نے انہیں اس کی جسارت دلائی کہ حق کو ترک کر کے باطل کے تابع ہو گئے۔ یا مَا بمعنی تعجب ہے۔ تعجب ہے ان کے حال پر کہ حق کو ترک کر کے اس جرأت صبر اور بیباکی سے عذاب جہنم کے لئے تیار ہیں۔ کیا ہی ان کا صبر ہے جہنم کے عذاب کو جھیلنے کا۔ اس صورت میں یہ افعال تعجب میں سے ہے (مَآ اَفْعَلَہٗ و اَفْعِلْ بِہٖ۔ افعال تعجب کے دو صیغے ہیں)

= ذٰلِکَ۔ ای مجموع ما ذکر من اکل النار وعدم التکلیم والتزکیۃ والعذاب المرتب علی الکتمانِ ما انزل اللّٰہُ من الکتاب۔ یعنی ان کا اپنے پیٹوں کو دوزخ کی آگ سے بھرنا۔ خداوند کریم کا ناراضگی سے ان سے کلام تک نہ کرنا۔ اور نہ ہی ان کے گناہوں کی مغفرت کر کے ان کو پاک کرنا اور دردناک عذاب میں مبتلا کرنا سب ہی اس میں شامل ہیں۔

= ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ میں ب سببیہ ہے۔ ای ذٰلک العذاب بسبب اَنَّ اللّٰہَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بالحق فرفضوہ بالتکذیب۔ یہ عذاب ان پر بدیں سبب نازل ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا مگر انہوں نے اس کی تکذیب کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا۔ الکتٰب سے مراد توراۃ بھی ہو سکتی ہے اور القرآن بھی۔ یا مطلق کتاب مراد ہے کہ جو توراۃ و قرآن و دیگر کتب سماویہ کو شامل ہے۔

= فی الکتٰب میں الکتٰب میں الف لام یا تو جنس کا ہے۔ اور اختلاف کے معنی یہ ہیں کہ کتاب کے بعض حصے پر تو ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا۔ یا الف لام عہد کا ہے۔ اور اس صورت میں اشارہ یا تو توراۃ کی جانب ہے اور یا القرآن کی طرف۔

= لَفِیْ میں لام تاکید کا ہے۔

= شِقَاقٍ بَعِیْدٍ ؕ موصوف، صفت۔ اَلشَّقُّ شگاف کو کہتے ہیں۔ پھاڑ کر برابر دو ٹکڑوں میں کرنا۔ شَقَقْتُهٗ بِنِصْفَیْنِ میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ ڈالا۔ چیرنا، پھاڑنا۔ جیسے ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۸۰: ۲۶) پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ (باب انفعال) اِنْشِقَاقٌ لازم آتا ہے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔

باب فِعَالٌ سے اَلشِّقَاقُ اور باب مفاعلۃ سے مُشَاقَّۃٌ بمعنی مخالفت کرنا۔ دشمنی کرنا ہے اس صورت میں شِقَاقٌ بمعنی مخالفت، باہم دشمنی، مقابلہ، باہم ضد بازی ہے۔ جملہ کا مطلب ہوگا کہ: وہ ضد میں آکر (نیکی سے) دور ہو گئے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے مخالفت میں دور نکل گئے ہیں ان کی باہمی مخالفت و عناد کا پاٹ طویل ہو گیا ہے۔

۲: ۱۷۷ = اَلْبِرُّ یہ بَحْرٌ کی ضد ہے۔ اور اس کے معنی خشکی کے ہیں پھر معنی وسعت کے لحاظ سے اس سے اَلْبِرُّ مشتق کیا گیا جس کے معنی وسیع پیمانہ پر نیکی کرنے کے ہیں اس کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ (۵۲: ۲۸) بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّهٗ، بندے نے اپنے رب کی خوب اطاعت کی بَرٌّ و بَارٌّ اسم صفت۔ اَبْرَارٌ و بَرَرَۃٌ جمع، نیک، نیکوکار۔ اطاعت شعار۔ اچھا سلوک کرنے والا۔ هُوَ بَرٌّ وَ بَارٌّ بِوَالِدَیْهِ۔ وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا ہے۔

= اَنْ تُوَلُّوْا میں اَنْ مصدریہ ہے۔ تُوَلُّوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی اَنْ کے عمل سے گر گیا ہے۔ تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر یہ لغات اضداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھیرنے دونوں معنی کے لئے آتا ہے۔ جیسے اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ (آیت ہذا) کہ تم اپنے منہ کرو، پہلے معنی میں آیا ہے اور

لَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ (۲۱ : ۵۷) جب تم جا چکو گے پیٹھ پھیر کر۔ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= قِبَلَ - اَلْجِهَةُ (المعجم الوسیط) طرف - سمت، مقابلہ - طاقت (قاموس القرآن) جہت کے معنیٰ میں آیت ہذا میں مستعمل ہے لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ - نیکی (بس یہی) نہیں کہ (نماز میں) تم پھیر لو اپنے رُخ مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ - (۷۰ : ۳۶) تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ تمہاری طرف دوڑتے چلے آتے ہیں۔

قِبَلَ - بمعنی طاقت وقدرت بھی آیا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آیا ہے۔ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا - (۲۷ : ۳۷) ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجیں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔

قَبْلُ تقدم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ بَعْدُ کی ضد ہے۔ باب تفعل سے بمعنی قبول کرنا قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے۔

= وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ..... الخ اَلْبِرَّ منصوب بوجہ عمل لٰكِنَّ ہے اَلْبِرَّ کی دو صورتیں ہیں (۱) اَلْبِرُّ - نیکی - بھلائی، نیکی کرنا (باب سَمِعَ) مصدر بمعنی فاعل بطور مبالغہ آیا ہے۔ اور تقدیر عبارت یوں ہے وَلٰكِنَّ الْبَارَّ مَنْ اٰمَنَ .... الخ ولیکن نیکی کرنے والا وہ ہے جو اللہ پر ایمان لایا ..... الخ

(۲) مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ (مضاف الیہ) کا مضاف مقدر ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے وَلٰكِنَّ الْبِرَّ بِرُّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ... الخ بلکہ اصل نیکی تو اس کی ہے جو اللہ پر ایمان لایا ..... الخ

= اٰتَى - ماضی واحد مذکر غائب۔ اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے دیا۔

= عَلٰى حُبِّهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں (۱) اس کا مرجع اَلْمَالُ ہے یعنی مال کی محبت ہوتے ہوئے بھی اس نے اس کو دیا۔ یا خرچ کیا۔ (۲) اس کا مرجع اللّٰہ ہے یعنی اللہ کی محبت میں اس نے مال خرچ کیا۔ (۳) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ضمیر مصدر اِيْتَاءٌ (دینا۔ خرچ کرنا) کی طرف راجع ہو۔ مال کو دیا دینے کی محبت سے۔ یعنی اس کا دل خرچ کرنے سے ناخوش نہیں ہوا بلکہ خوب جی کھول کر دیا۔

= ذَوِى الْقُرْبٰى - مضاف مضاف الیہ۔ قرابت والا - قرابت دار - نزدیکی رشتہ دار۔ ذُوْا - اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے۔

= اِبْنُ السَّبِيْلِ - راستہ کا بیٹا یعنی مسافر، راہگزر۔ چونکہ مسافر راہ نوردی کرتا ہے اس لئے اسے اِبْنُ السَّبِيْلِ کہتے ہیں۔

فِى الرِّقَابِ - رِقَابٌ - گردنیں رَقَبَةٌ کی جمع ہے۔ ای اٰتَى المال فى تَخْلِيْصِ الرِّقَابِ اَوْ فى فك الرِّقَابِ جو خرچ کرتا ہے مال کو غلام آزاد کرانے میں۔ اسی مضمون کو دوسری جگہ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے

وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ (۹۰ : ۱۲-۱۳) اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی کی گردن چھڑانا۔
رَقَبَةٌ اصل میں گردن کا نام ہے۔ پھر جملہ بدن انسانی کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اور عرف عام میں یہ غلام کا نام پڑ گیا۔

= اَلۡمُوۡفُوۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِیۡفَآءٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر۔ پورا کرنے والے۔ پورا دینے والے۔ وَفِیٌّ مصدر۔ اپنا عہد پورا کرنے والے۔ اس جملہ کا عطف جملہ مَنۡ اٰمَنَ پر ہے۔

= عَاهَدُوۡا۔ ماضی جمع مذکر غائب مُعَاهَدَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر انہوں نے معاہدہ کیا۔ انہوں نے عہد باندھا

= اَلۡبَاۡسَآءِ۔ سختی، فقر، تنگ۔ پستی۔ اسم مؤنث ہے۔ بُؤۡسٌ سے مشتق ہے۔ صفت نہیں ہے بعض کے نزدیک صفت ہے۔ جو موصوف کے قائم مقام ہے۔

= الصّٰبِرِيۡنَ۔ الصّٰبِرِيۡنَ کو یہاں اَلۡمُوۡفُوۡنَ کی طرح معطوف نہیں لایا گیا بلکہ فقر و مرض اور جہاد فی سبیل اللہ کے مواقع پر صبر و استقلال کو دیگر نیک اعمال متذکرہ بالا پر فضیلت کے اظہار کے لئے اسے منصوب علی الاختصاص والمدح لایا گیا ہے (نصب علی الاختصاص کے لئے ملاحظہ ہو عربی زبان کی گرامر مصنفہ ڈبلیو رائٹ آرٹیکل ۳۵ جلد دوم)

= اَلضَّرَّآءِ۔ تکلیف، سختی، تنگی، مرض، مصیبت۔ اسم ہے۔ سَرَّآءُ اور نَعۡمَآءُ کی ضد ہے۔ اَلۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ دونوں مؤنث ہیں ان کا مذکر نہیں آتا۔

= وَحِيۡنَ الۡبَاۡسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حِيۡنَ۔ بمعنی وقت۔ اَلۡبَاۡسِ۔ لڑائی۔ دبدبہ، سختی۔ آفت جنگ کی شدت۔ اصل میں تو اس کے معنی سختی اور آفت کے ہیں مگر لڑائی اور غلبہ کے معنی میں کثرت سے مستعمل ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاۡسًا وَّاَشَدُّ تَنۡكِيۡلًا ۝ (۴ : ۸۴) اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے۔ اور سزا کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔

اَلۡبَاۡسَآءِ اور اَلۡبَاۡسِ۔ مادہ ب ء س سے مشتق ہیں۔

= اُولٰٓئِكَ مندرجہ بالا اوصاف کے حامل۔

= صَدَقُوۡا۔ انہوں نے سچ کر دکھایا۔ صِدۡقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ای صدقوا فی الدین واتباع الحق وطلب البرّ۔ جو دین کے بارہ میں سچے اترے اور حق کے اتباع اور نیکی کی طلب میں کما حقہٗ فعال رہے۔

= اَلۡمُتَّقُوۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِتِّقَآءٌ (افتعال) مصدر پرہیزگار۔ تقوی رکھنے والے۔

گویا ایک نیک اور راستباز متقی میں مندرجہ ذیل صفات ہونی چاہئیں۔

(۱) جو ایمان رکھتا ہو! (۱) اللہ پر (۲)، یوم آخرت پر (۳)، ملائکہ پر (۴)، کتاب (قرآن مجید) پر (۵)، نبیوں پر۔

(۲) جو مال خرچ کرتا ہو اللہ کی محبت کی خاطر (۱) قرابت داروں پر (۲) یتیموں پر (۳) مسکینوں پر (۴) مسافروں پر (۵) سوال کرنے والوں پر (۶) غلاموں کے آزاد کرانے پر۔

(۳) جو نماز پڑھتا ہو۔

(۴) جو زکوٰۃ دیتا ہو

(۵) جو ایفاء عہد کرتا ہو

(۶) جو تنگ دستی۔ تکلیف اور جنگ کی سختی میں صابر اور ثابت قائم رہتا ہو۔

۲:۱۷۸ـــ كُتِبَ عَلَيْكُمُ۔ كُتِبَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ كَتْبٌ وَكِتَابٌ (باب نصر) لکھنا۔ علیٰ کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنا۔ واجب کرنا۔ کہا جاتا ہے

كَتَبَ اللّٰهُ عَلٰى عِبَادِهِ الطَّاعَةَ وَعَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی ذات پر رحمت کو ضروری قرار دیا ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ تم کو حکم دیا ہے۔ تم پر لازم قرار دیا ہے۔ تم پر فرض کیا گیا ہے۔

= اَلْقِصَاصُ۔ خون کا بدلہ۔ خون بہا۔ مفعول مالم یُسَمَّ فاعلہٗ

اَلْقَصُّ کے معنی نشان قدم پر چلنے کے ہیں۔ محاورہ ہے قَصَصْتُ اَثَرَہٗ میں اس کے نقش قدم پر چلا۔ قرآن مجید میں ہے فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۱۸:۶۴) تو وہ اپنے اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے۔ اور جگہ آیا ہے وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ (۲۸:۱۱) اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔

قصہ کو قصہ اسی لئے کہتے ہیں کہ قصہ بیان کرنے والا اصل واقعہ کی پیروی اپنے بیان میں کرتا ہے۔

= فِى الْقَتْلٰى۔ اَلْقَتْلٰى جمع ہے اَلْقَتِيْلُ کی (بمعنی مقتول) فِى الْقَتْلٰى۔ یعنی مقتولوں کے بارہ میں

= اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ۔ آزاد کے بدلہ میں آزاد۔ حُرٌّ۔ اس آزاد مرد کو کہتے ہیں جو کسی کا غلام شرعی نہ ہو۔ یہ عَبْدٌ کی ضد ہے۔ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ۔ ایک غلام کا آزاد کرنا۔ حُرِّيَّتٌ آزادی

= عُفِىَ لَهٗ۔ عُفِىَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ عَفَا يَعْفُوْا (باب نصر) عَفْوٌ۔ جس کے معنی اسان حاجت سے زیادہ۔ معاف کرنا ہیں۔ مَنْ عُفِىَ لَهٗ۔ جس شخص (قاتل) کو معاف کیا ہو۔ شَىْءٌ۔ کچھ۔ کچھ چیز۔ مِنْ اَخِيْهِ۔ اس کے بھائی کی طرف سے۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مقتول ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر مقتول کے بھائی (یعنی وارث) کی طرف سے قاتل کو قصاص کے سلسلہ میں کچھ معافی دی جائے تو مقتول کے بھائی (یا وارث) کو معروف طریقہ سے (باقی قصاص) کا مطالبہ کرنا چاہئے اور قاتل کو چاہئے کہ خوش خوئی سے وہ اسے ادا کرے۔ اِتِّبَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) بمعنی پیروی کرنا۔ یہاں مطلب یہ ہے

کہ معافی کے بعد باقیماندہ قصاص کا مطالبہ رائج الوقت طریقہ سے کرے اور اِحْسَانٍ یعنی احسان مانتے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے ۔ یعنی قاتل کو مقتول کے بھائی (یا وارث) کی طرف سے دی گئی معافی کا احسان ملتے ہوئے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے باقی ماندہ خون بہا ادا کرنا چاہئے ۔

= تَخْفِيْفٌ بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے بمعنی ہلکا کرنا۔ آسانی کرنا۔ تخفیف کرنا۔

= اِعْتَدٰى ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر ۔ اس نے زیادتی کی۔ اس نے حق سے تجاوز کیا ۔ عدو ۔ مادہ ۔

۲ : ۱۷۹ ۔ اُولِي الْاَلْبَابِ ۔ اُولِيْ ۔ والے ۔ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بحالت رفع اُولُوْا اور بحالتِ نصب وجر اُولِيْ ۔ اَلْبَابٌ ۔ لُبٌّ کی جمع بمعنی عقل ۔ اُولِي الْاَلْبَابِ ۔ عقل والے ۔ صاحب عقل

= خَيْرًا ۔ بہتری ۔ بھلائی ۔ نیک کام ، نیکی ۔ یہاں اس سے مراد مال ہے یہ لفظ اسی معنی میں اور جگہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے جیسے وانہ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۱۰۰ : ۸) اور وہ مال و دولت کی شدید محبت رکھتا ہے. یہاں خَيْرًا بمعنی مالًا كَثِيْرًا ۔ آیا ہے ۔

= اَلْوَصِيَّةُ ۔ مصدر ہے ۔ (باب سَمِعَ) مرنے کا وہ حکم جو کہ مرنے سے پہلے بعض لوگوں کے متعلق وہ دے کر مرتا ہے اَلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ جملہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ متعلق اَلْوَصِيَّةُ سے اِنْ تَرَكَ خَيْرَ جملہ شرطیہ ہے جواب شرط جملہ اولیٰ سے سمجھا جاتا ہے

= حَقًّا ۔ مصدر مؤکدہ ہے اور فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای حَقَّ ذٰلك علی الْمُتَّقِيْنَ حَقًّا متقیوں یعنی خدا ترسوں پر یہ لازم کر دیا گیا۔

۲ : ۱۸۱ = فَمَنْ بَدَّلَهٗ ۔ میں ضمیر ہٗ ۔ اِلْيْصَاءٌ (نصیحت کرنا) کی طرف راجع ہے ۔ اور اِلْيْصَاءٌ اَلْوَصِيَّةُ میں ضمنًا مذکور ہے مَنْ شرطیہ ہے اور فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ جملہ شرطیہ ہے فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ جواب شرط ہے پس جو کوئی وصیت کو بدل دے بعد اس کے کہ وہ اسے سن چکا ہو تو اس کا گناہ انہی لوگوں پر ہے جو اس کو بدل دیں گے اِثْمُهٗ میں ہٗ کی ضمیر یا تو تبدیل شدہ اِلْيْصَاءٌ کی طرف راجع ہے یا خود تبدیل کی طرف

۲ : ۱۸۲ = مُوْصٍ اسم فاعل واحد مذکر اِيْصَاءٌ مصدر باب افعال) اصل میں مُوْصِيٌ تھا وصیت کرنے والا

= جَنَفًا = مَيْلًا عَنِ الْحَقِّ خَطَأً وَجَهْلًا ۔ غلطی سے یا نادانستگی سے حق سے دوسری طرف جھک جانا۔ طرفداری کجی ۔ بوجہ مفعول منصوب ہے ۔ مصدر ہے ۔

اِثْمًا ۔ مصدر ۔ بوجہ مفعول منصوب ہے ۔ عمدًا ارتکاب ظلم کرنا ۔

خَافَ ۔ فعل بافاعل ہے ۔ مِنْ مُّوْصٍ متعلق ہے خَافَ سے یہ جملہ شرطیہ ہے فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ ۔

جواب شرط ہے

۲: ۱۸۳ = کُتِبَ عَلَیْکُمُ۔ ای فُرِضَ عَلَیْکُمْ۔ جیسا کہ اوپر آیت ۱۸۰-۱۷۸ میں آیا ہے۔

= الصِّیَامُ ۔ مفعول مالم یسم فاعلہٗ ۔ صَامَ یَصُوْمُ ۔ صَوْمٌ وَ صِیَامٌ ۔ مصدر (باب نصر) الصَّوْمُ کے اصل معنی کسی کام سے رُک جانے یا باز رہنے کے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق کھانے پینے، چلنے پھرنے یا گفتگو کرنے سے ہو۔ گفتگو سے رکنے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (۱۹ : ۲۵) کہ میں نے خدا کے لئے روزے کی منت مانی ہے۔ یعنی کلام سے خاموش رہنے کی جیسا کہ بعد میں اسی آیت میں اس کی تفسیر یوں کی گئی ہے فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا۔ تو آج میں ہرگز کسی آدمی بات نہ کروں گی۔

چلنے پھرنے سے رُک جانے کے معنی میں شاعر کا قول ہے خَیْلٌ صِیَامٌ وَّ اُخْرٰی غَیْرُ صَائِمَۃٍ۔ کچھ گھوڑے اپنے تھان پر کھڑے ہیں اور دوسرے میدان جنگ میں ہیں

آیت ہذا میں اصطلاح شریعت میں کسی مکلف کا روزہ رکھنے کی نیت سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے عمدًا قے کرنے اور جماع سے رُکے رہنے کو صیام کہتے ہیں اور یہاں صیام کے معنی رمضان کے روزے ہیں۔

= کَمَا۔ میں کاف تشبیہ کا ہے اور مَا موصولہ۔ اگلا جملہ اس کا صلہ ہے یہاں تشبیہ روزوں کے فرض ہونے میں ہے۔ روزوں کے دنوں کی تعداد یا ان کی کیفیت میں نہیں ہے۔

= لَعَلَّکُمْ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بفعل ہے اور کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، اس کا اسم۔ شاید تم۔

= تَتَّقُوْنَ ہٗ مضارع جمع مذکر حاضر اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم بچتے رہو۔ تم ڈرتے رہو (ارتکاب گناہ سے) تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

۲: ۱۸۴ = اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ موصوف و صفت منصوب بوجہ فعل مقدر صُوْمُوْا۔ (جس کا یہ مفعول فیہ ہے) چند گنتی کے دن۔

مَعْدُوْدٰتٍ = اسم مفعول جمع مؤنث۔ مَعْدُوْدَۃٌ۔ واحد۔ گنے ہوئے

= فَمَنْ ۔ شرطیہ۔ کَانَ کا اسم ضمیر ہے جو مَنْ کی طرف راجع ہے اور مَرِیْضًا اس کی خبر۔ معطوف علیہ اَوْ حرف عطف عَلٰی سَفَرٍ معطوف موضع نصب میں ہے۔ اَیْ اَوْ کَانَ مُسَافِرًا۔ فَعِدَّۃٌ مبتدا اس کی خبر محذوف ہے۔ ای فَعَلَیْہِ عِدَّۃٌ تِنْ اَیَّامٍ اُخَرَ۔ مِنْ اَیَّامٍ اُخَرَ صفت ہے عِدَّۃٌ کی۔ پس فَمَنْ کَانَ ...... عَلٰی سَفَرٍ شرط ہے اور فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ جواب شرط ہے۔

عِدَّۃٌ یہ عَدٌّ سے بروزن فِعْلَۃٌ بمعنی مَعْدُوْدٌ ہے (جیسے کہ طِحْنٌ بمعنی مَطْحُوْنٌ ہے (پیسا ہوا آٹا) گنے ہوئے۔

= یُطِیْقُوْنَہٗ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِطَاقَۃٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں ہ ضمیر واحد مذکر کا مرجع صیام ہے یُطِیْقُوْنَ۔ کے متعلق مفسرین کے متعدد اقوال ہیں مثلاً (۱) یُطِیْقُوْنَ بمعنی یُطَوَّقُوْنَ، یُکَلَّفُوْنَ (روزہ رکھنے میں) تکلیف محسوس کریں۔ جو بہ تکلف و بمشقت روزہ رکھ سکتے ہوں۔

(۲) یُطِیْقُوْنَ سے پہلے لَا مقدر ہے اور تقدیر یوں ہے لَا یُطِیْقُوْنَ (روزہ رکھنے کی) طاقت نہیں رکھتے ہیں (۳) اس کا مفہوم وہی ہے جو اَطَاقَ فُلَانٌ کا ہے۔ اَطَاقَ میں باب افعال کا ہمزہ سلب ماخذ کے لئے ہے اس لئے اَطَاقَ فُلَانٌ کا مطلب ہوا فلاں شخص میں طاقت نہیں ہے۔ اس صورت میں یُطِیْقُوْنَہٗ کا مطلب ہوگا کہ وہ اس کی (روزہ رکھنے کی) طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

= فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ۔ فِدْیَۃٌ۔ مبدل منہ۔ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ مضاف مضاف الیہ ہوکر بدل ہے فِدْیَۃٌ سے مطلب یہ کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان کے ذمہ فدیہ ہے۔ جو ایک مسکین کا کھانا ہے۔ فِدْیَۃٌ مصدر۔ بمعنی بدلہ دینا۔ مال خرچ کر کے مصیبت سے چھٹکارہ حاصل کرنا۔ جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

= فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ۔ تَطَوَّعَ ماضی واحد مذکر غائب تَطَوُّعٌ (تفعّل) مصدر اس نے خوشی سے نیکی کی۔ اس نے شوق سے نیکی کی۔ تَطَوُّعٌ کے اصل معنی تو نیکی میں تکلف کے ہیں۔ مگر عرف میں جو چیزیں کہ لازم و فرض نہ ہوں جیسے نوافل وغیرہ ان کے بجالانے اور انجام دینے کو کہتے ہیں۔

خَیْرًا۔ بمعنی نیکی۔ بھلائی۔ اور خَیْرٌ بمعنی بہتر۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے پس جو شخص اپنی خوشی سے نیکی کرے وہ اس کے لئے بہتر ہے۔

= وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ اَنْ تَصُوْمُوْا مبتدا۔ خَیْرٌ لَّکُمْ اس کی خبر۔ اور روزہ رکھنا ہی بہتر ہے تمہارے لئے

۲: ۱۸۵ = شَھْرُ رَمَضَانَ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ اَلَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ۔ میں اَلَّذِیْ موصول اور اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ صلہ اپنے موصول کا۔ صلہ و موصول مل کر مبتدا کی خبر۔ ھُدًی لِّلنَّاسِ حال ہے قرآن سے یعنی نازل کیا گیا اس ماہ میں قرآن درآنحالیکہ وہ سراپا ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور (اس میں) روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی (وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی) اور یہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے (وَالْفُرْقَانِ) تینوں قرآن سے حال ہیں اور ۲ و ۳ کا عطف ھُدًی ۱ پر ہے۔

ھُدًی۔ اسم و مصدر (باب ضَرَبَ) ہدایت، ہدایت کرنا۔ بَیِّنٰتٍ جمع بَیِّنَۃٌ واحد۔ کھلی دلیل۔ واضح دلالت۔ اَلْفُرْقَانِ۔ مصدر بھی ہے یعنی الگ الگ کرنا۔ حق کو باطل سے جدا کرنا۔ اور صیغہ صفت بھی ہے یعنی حق کو باطل سے جدا کر دینے والی شے۔ آیت ہذا میں وہ دلائل مراد ہیں جو حق کو باطل سے جدا کر دینے والی ہیں اس کے علاوہ یہ لفظ قرآن مجید میں قرآن، توراۃ۔ دلیل و حجت کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔

= فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ۔ جملہ شرطیہ ہے اور فَلْيَصُمْهُ جوابِ شرط شَهِدَ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے شُهُوْدٌ مصدر سے بمعنی پانا۔ شَهَادَةٌ مصدر سے شَهِدَ بمعنی شہادت دینا ہے۔ الشَّهْرَ میں الف لام عہد کا ہے مراد رمضان کا مہینہ ہے۔ فَلْيَصُمْهُ میں ف جواب شرط کے لئے ہے لِيَصُمْ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب صَوْمٌ مصدر (باب نَصَرَ) ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول فیہ۔ اور اس کا مرجع الشَّهْرَ ہے پس وہ اس کا (رمضان کے مہینے کے) روزے رکھے۔

= مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنا۔

= اَلْيُسْرَ۔ اَلْيُسْرُ کے معنی آسانی اور سہولت کے ہیں اور یہ اَلْعُسْرُ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا (۶۵:۷) خدا عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا۔

= اَلْعُسْرَ۔ تنگی، سختی۔ اَلْيُسْر کی ضد ہے۔

= وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔ صاحب تفسیر مظہری اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں (اور تاکہ تم گنتی پوری کرو) (العدۃ میں الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے تقدیر عبارت کی یوں ہے عدۃ شھر رمضان بقضاء ما افطر منہ (یعنی تاکہ ماہ رمضان کی شمار افطار کئے ہوئے روزوں کو قضاء کرکے پوری کرلو۔۔۔۔۔۔ ولتکملوا العدۃ کا مع اپنے معطوف وَلِتُكَبِّرُوا ۔۔۔۔۔۔ الخ کے اَلْيُسْرَ پر عطف ہے (یا تو) اس وجہ سے کہ اَلْيُسْرَ باعتبار معنی کے ماقبل کی علت ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے یہ احکام یعنی مریض اور مسافر کے لئے افطار کو مباح کرنا اور مرض کے ایام کی قدر قضا واجب کرنا اس لئے مشروع کر دیئے تاکہ تم پر سہولت ہو اور تاکہ تم ماہ رمضان کے دنوں کی گنتی افطار کئے ہوئے روزوں کی قضاء کرکے پوری کرلو۔۔۔۔ الخ یا لتکملوا۔۔۔۔ (اس کے بعد اس آیت کی دیگر صورتیں بیان کی گئی ہیں)

اس صورت میں آیت يُرِيْدُ اللّٰهُ ۔۔۔۔۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ کا ترجمہ ہوگا اور اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی کرنی اور نہیں چاہتا تمہارے لئے دشواری اور (چاہتا ہے کہ) تم گنتی پوری کرلیا کرو (افطار روزوں کی قضا پوری کرکے) اور اللہ کی بڑائی بیان کیا کرو۔ اس بات پر کہ اس نے تم کو سیدھی راہ دکھائی اور تاکہ تم احسان مانو (یعنی تاکہ تم روزہ کے واجب ہونے پر شکر کرو اس لئے کہ وہ درجات کے ملنے کا ذریعہ ہے اور مریض اور مسافر کے لئے افطار کے مباح ہونے پر شکر کرو کہ اس میں تمہارے لئے تخفیف اور رخصت ہے۔ تُكْمِلُوْا۔ تم پورا کرو، تم مکمل کرو۔ اِكْمَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ سے مضارع جمع مذکر حاضر نون اعرابی لام کے آنے سے حذف ہوگیا۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ کا عطف لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ پر ہے۔

= رَمَضَانَ۔ رَمِضَ کا مصدر ہے جو جلنے اور سوختہ ہونے کے لئے آتا ہے پھر اس کی طرف شَهْر کی اضافت کی گئی۔ اور اسے علم قرار دیا گیا۔ اس ماہ کو رمضان سے یا تو اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس ماہ میں بھوک پیاس کی

سوزش سے روزہ دار سوختہ ہوجاتا ہے یا اس لئے کہ گناہ اس میں جل جاتے ہیں اور یا اس لئے کہ جب لوگوں نے قدیم زبان سے مہینوں کے نام منتقل کئے تو یہ مہینہ سخت تمازت کے زمانہ میں واقع ہوا۔ (بیضاوی) لیکن صحیح یہ ہے کہ علم تقویم میں یہ قمری سال کے ایک مہینہ کا نام ہے۔

۲: ۱۸۶ = وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ۔ اِذَا ظرف زمان ہے سَئَلَ فعل كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ عِبَادِیۡ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل بِعَنِّیۡ جار مجرور مل کر متعلق فعل۔ اِذَا سَئَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ جملہ شرطیہ۔ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ای قُلْ لَهُمْ (ای عبادی) اِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ۔ جواب شرط۔

= اُجِیۡبُ ۔ مضارع واحد متکلم۔ اِجَابَةٌ (باب افعال) مصدر بمعنی قبول کرنا۔ میں قبول کرتا ہوں۔

اَلدَّاعِ ۔ بلانے والا۔ پکارنے والا۔ دُعَاءٌ (دع و مادہ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بحالت رفع وجر۔ دَعۡوَةَ الدَّاعِ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اُجِیۡبُ کا مفعول۔

= دَعَانِ ۔ اصل میں دَعَانِیۡ تھا۔ یؔ ضمیر واحد متکلم حذف ہوگئی اور نؔ وقایہ ہے دَعَا ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے مجھے پکارا۔ اس نے مجھ سے دعا کی۔

= فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا لِیۡ ۔ فؔ سببیہ ہے لِيَسۡتَجِيۡبُوۡا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اِسۡتِجَابَةٌ (باب استفعال) ان کو چاہئے کہ میرا حکم مانیں ان کو چاہئے کہ میرا امر قبول کریں۔ ای اذا دعوتھم الی الایمان والطاعۃ کما انی اجیبھم اذا دعونی لحوائجھم۔ یعنی جب میں ان کو ایمان اور اطاعت کی طرف بلاؤں تو ان کو میرا حکم ماننا چاہئے جیسا کہ میں ان کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے اپنی حاجات کے لئے پکارتے ہیں اِسۡتِجَابَةٌ بمعنی اِجَابَةٌ (افعال) ہے۔ والاجابۃ فی اللغۃ الطاعۃ فالاجابۃ من العبد الطاعۃ و من اللہ الاثابۃ والعطاء۔ لغت میں اجابت بمعنی اطاعت ہے۔ بندہ کی طرف سے اجابت بمعنی اطاعت اور اللہ کی طرف سے جزا عطا کرنا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے فَاسۡتَجَابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ (۳: ۱۹۵) تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی۔ اور وَالَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمۡ (۴۲: ۳۸) اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں۔

= وَلۡيُؤۡمِنُوۡا بِیۡ ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے واؤ عاطفہ لِيُؤۡمِنُوۡا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر غائب اور چاہئے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں۔

= يَرۡشُدُوۡنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب رُشۡدٌ (باب نَصَرَ) مصدر وہ سیدھے راہ پر آجائیں۔ وہ ہدایت پاجائیں۔ اَلرُّشۡدُ غَیٌّ کی ضد ہے۔ اور ہدایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ قَدۡ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ (۲: ۲۵۶) گمراہی سے ہدایت الگ ہو چکی۔

۲: ۱۸۷ = اُحِلَّ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِحۡلَالٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر حلال کیا گیا۔ مباح کیا گیا

الرَّفَثُ مفعول مالم یسم فاعلہٗ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف ہے الرَّفَثُ کا۔ رفث ایک لفظ جامع ہے جس قسم کا مرد عورتوں سے فائدہ اٹھائیں سب کو یہ شامل ہے ۔ اور رفث کو اِلیٰ سے اس لئے متعدی کیا ہے کہ اس لفظ کے اندر افضاء (جماع) کا مضمون ہے اور افضاء کا صلہ الیٰ آتا ہے۔

ترجمہ جائز کر دیا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں پاس جانا اپنی بیبیوں کے ۔

= کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ ۔ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَخْتَانُوْنَ اِخْتِیَانٌ (اِفْتِعَالٌ) خین مادہ ۔ خیانت کرنا۔ اِخْتِیَانٌ میں خِیَانَۃٌ سے زیادہ مبالغہ ہے۔ تم اپنے آپ سے خیانت کیا کرتے تھے۔

= فَتَابَ عَلَیْکُمْ ۔ یعنی جب تم نے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کرلی۔ تَابَ عَلٰی ۔ اللہ کا بندے کی توبہ قبول کر لینا ۔ اُسے معاف کر دینا۔

= عَفَا عَنْکُمْ ۔ اس نے تم کو معاف کر دیا ۔ اس نے تمہارے گناہ مٹا دیئے ۔ عَفْوٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ۔ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے عَفْوٌ کا استعمال جب کسی کے جرم کے معاف کرنے کے لئے ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ بذریعہ عَنْ ہوتا ہے۔

= فَالْئٰنَ میں ف ترتیب کا ہے اَلْئٰنَ (اب) ظرف زمان ہے الف لام بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔

= بَاشِرُوْھُنَّ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب ۔ تم اپنی عورتوں سے یعنی اپنی بیویوں سے مباشرت کرو۔ (مطلب یہ کہ اب روزوں میں رات کے وقت اپنی عورتوں سے تم کو مباشرت کی اجازت ہے بَاشَرَ یُبَاشِرُ مُبَاشِرَۃً ۔ (مفاعلہ) مصدر بَشَرٌ مادہ ۔ اَلْبَشَرَۃُ کے معنی انسان کی جلد کی اوپر کی سطح ہے انسان کو بشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی جلد بالوں سے صاف ہوتی ہے اس کے برعکس حیوا کی کھال پر اُون ، بال یا پشم ہوتی ہے۔

اَلْمُبَاشَرَۃُ کے اصل معنی تو ایک کی جلد کو دوسرے کی جلد کے ساتھ ملانا کے ہیں مگر کنایۃً عورت سے مجامعت کرنا کے معنی میں آتا ہے۔

= اِبْتَغُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِبْتِغَاءٌ (اِفتعالٌ) مصدر تم تلاش کرو۔ تم چاہو، اِبْتَغُوْا فعل بافاعل مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ ۔ مفعول ۔ جملہ ہٰذا ۔ اور جملہ وَکُلُوْا ۔ اور وَاشْرَبُوْا تینوں کا عطف بَاشِرُوْھُنَّ پر ہے

= یَتَبَیَّنَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبَیُّنٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر (حتیٰ کہ) ظاہر ہو جائے ۔ ممیز ہو جائے اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ موصوف وصفت سفید دھاگہ اَلْخَیْطِ الْاَسْوَدِ موصوف وصفت مجرور۔ سیاہ دھاگہ

= مِنَ الْفَجْرِ ۔ بیان ہے اَلْخَیْطُ کا۔

= وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ط میں واؤ حالیہ ہے۔ دراں حالیکہ تم مسجدوں میں اعتکاف کے لئے بیٹھے ہوئے ہو عٰكِفُوْنَ جمع عَاكِفٌ کی اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ شرع میں عبادت کی نیّت سے مسجد میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ اور اس کے لغوی معنیٰ ہیں مقیم ہونے والے اور ایسے جمنے والے کہ ٹلے ہی نہیں۔ آیۃ ہذا میں اپنے شرعی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ٥ (٢١:٥٢) اپنے لغوی معنیٰ میں آیا ہے۔

= تَقْرَبُوْهَا میں هَا ضمیر کا مرجع حُدُوْد ہے۔

۲: ۱۸۸ = لَا تَاْكُلُوْٓا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت کھاؤ اَمْوَالَكُمْ ایک دوسرے کا مال بَيْنَكُمْ آپس میں۔ اور باہم ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

= وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ۔ واؤ عاطفہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اسی لئے تُدْلُوْا تَاْكُلُوْا کے لَا کے تحت میں ہے اَيْ وَلَا تُدْلُوْا۔ اور مت کھینچ لیجاؤ۔ یہ يُدْلُوْا۔ اِدْلَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ہے۔ جس کے معنی ڈول نکالنا یا ڈول ڈالنا کے ہیں جیسے کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ (١٢:١٩) اس نے کنوئیں میں اپنا ڈول ڈالا۔ پھر استعارہ کے طور پر اس کے معنی کسی چیز تک پہنچنے کے لئے ذریعہ بنانا بھی آجاتے ہیں۔ یعنی نہ ہی رسائی حاصل کرو اس مال سے (رشوت دے کر) حاکموں تک (تاکہ وہاں جھوٹ سچ بول کر ناجائز طور پر فیصلہ اپنے حق میں کرالو۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ بھی حرام کو حلال نہیں کر سکتا)۔

= لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ۔ تاکہ یوں کھاؤ کچھ حصّہ لوگوں کے مال کا۔ یہاں لام تعلیل کی ہے کہ تم اس واسطے مقدمہ حکام کے ہاں لیجاؤ کہ جائز یا ناجائز طور سے فیصلہ اپنے حق میں کروا کر دوسروں کا مال کھا جاؤ۔ فَرِيْقٌ کا مطلب گروہ بھی ہے اور کسی چیز کے حصہ اور جزو کو بھی فریق کہتے ہیں یہاں یہی معنیٰ مراد ہیں۔ فَرِيْقًا۔ اَيْ قِطْعَةً وَّجُزْءً۔ فَرِيْقًا مفعول ہے لِتَاْكُلُوْا کا۔

= وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥ یہ جملہ حال ہے۔ تَاْكُلُوْا کے فاعل سے۔ دراں حالیکہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کیا ہے۔

۲: ۱۸۹ = اَلْاَهِلَّةِ ط مہینے کی پہلی اور دوسری تاریخ کے چاند کو الاھلۃ کہتے ہیں پھر اس کے بعد اسے قمر کہا جاتا ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ط لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ یہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) اَهِلَّةٌ هِلَالٌ کی جمع ہے اَهَالِيْل بھی اس کی جمع ہے

= قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ کہہ دو کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی) میعادیں اور حج کے وقت معلوم ہونے کا ذریعہ ہے۔ هِيَ اَيْ اِهْلَال۔ مَوَاقِيْت جمع ہے مِيْقَاتٌ کی۔ اسم آلہ، وقت کی شناخت

کے ذرائع۔ یہ وَقْتٌ مادہ سے مشتق ہے۔ وَقَّتَ یُوَقِّتُ تَوْقِیْتٌ (تفعیل) وقت ظاہر کرنا۔ مِیْقَاتٌ اور مَوْقِتٌ کسی کام کو شروع کرنے کی جگہ۔ جیسے میقاتِ حج، میقات احرام۔

= ظُهُوْرِهَا۔ مضاف، مضاف الیہ ان کی پشتوں (کی جانب) سے ظَهْرٌ واحد۔

= وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى۔ البِرّ ای ذُوالبِرّ او البارّ بمعنی نیکوکار۔ نیکی کرنے والا۔ اَبْرَارٌ جمع۔ بلکہ نیکو کار وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔ (نیز ملاحظہ ۲ : ۱۷۷)

= اِتَّقٰى۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وہ ڈرا۔ اس نے پرہیزگاری اختیار کی۔

فائدہ۔ عرب کے لوگوں کا دستور تھا کہ جب احرام باندھ لیا کرتے اور انہیں گھر میں داخل ہونے کی ضرورت پڑتی تو دروازہ سے داخل نہ ہوتے بلکہ پیچھے سے دیوار میں سوراخ کر کے داخل ہوتے اور اس کو بڑی نیکی سمجھتے۔

= تُفْلِحُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر تم فلاح پاؤ۔ فلاح پانا بمعنی بھلائی۔ کامیابی کا حاصل کرنا اور مقصد رو ری ہے۔

= لَا تَعْتَدُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر بمعنی حد سے گذرنا۔ تم حد سے مت گذرو، تم زیادتی مت کرو۔ اَلْمُعْتَدُ۔ اسم فاعل واحد مذکر، زیادتی کرنے والا۔ حد سے گذرنے والا۔

= اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ۔ جملہ مفعول ہے فعل قَاتِلُوْا کا۔

= اَلْمُعْتَدِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر منصوب۔ حد سے بڑھ جانیوالا۔

۲ : ۱۹۱ - وَاقْتُلُوْهُمْ۔ واؤ عاطفہ۔ اُقْتُلُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب۔ اس کا مرجع وہ لوگ ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ ای اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وہ لوگ جو تم سے لڑائی لڑیں۔

= حَیْثُ۔ ظرف مکان ہے مبنی برضمہ۔ مکان مبہم کے لئے آتا ہے جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے۔ جہاں۔ جس جگہ۔

= ثَقِفْتُمُوْهُمْ۔ ثَقِفْتُمُوْا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں ثَقِفْتُمْ تھا۔ واؤ اشباع کا ہے ثَقْفٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے جس کے معنی پالینے کے ہیں۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

= اَلْفِتْنَةُ۔ کے لغوی معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں۔ اسی لئے نعمت اور مصیبت کو بھی فتنہ کہتے ہیں۔ فَتَنَ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید میں فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے مثلاً بمعنی آزمائش۔ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ۔ (۲ : ۱۰۲) ہم تو ذریعہ آزمائش ہیں تم کفر میں نہ پڑو۔ بمعنی آفت۔ مصیبت۔ وَحَسِبُوْا اَنْ لَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ۔ (۵ : ۷۱) اور یہ خیال کرتے تھے کہ (اس سے ان پر) کوئی آفت نہیں آنے کی۔ بمعنی عذاب

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ○ (۳۷: ۶۲) اور ہم نے اس کو ظالموں کے لئے عذاب بنا رکھا ہے۔ اور آیت ہذا میں فتنہ سے مراد کفار کا خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا اور مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکنا ہے (مظہری) وقیل معناہ شرکھم باللہ فی الحرم وصدھم ایاکم عنہ (بیضاوی) ان شرکھم باللہ اشد واعظم من قتلکم ایاھم فی الحرم (خازن) اور ان کا اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا تمہارے ان کو مسجد حرام میں قتل کرنے سے بہت برا ہے۔

= اَشَدُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ سخت تر۔ بدتر۔ نہایت سخت۔ شِدَّةٌ سے۔

۲: ۱۹۲ = اِنْتَهَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِنْتِهَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ نہی مادہ۔ وہ رک گئے۔ انہوں نے چھوڑ دیا۔ فَاِنِ انْتَهَوْا جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جملہ جزائیہ۔

۲: ۱۹۳ = فَلَا عُدْوَانَ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔ جملہ جزائیہ ہے۔ (فَاِنِ انْتَهَوْا اس سے قبل کا جملہ شرطیہ ہے) عُدْوَانَ یہ عَدَا یَعْدُوْ (باب نَصَرَ) کا مصدر ہے۔ زیادتی، ظلم، ستم، تعدی، بہت بری طرح حد سے بڑھ جانا۔ ترجمہ۔ تو کسی پر زیادتی نہیں سوائے ..... الخ اَلظّٰلِمِيْنَ۔ ظلم کرنے والے۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مجرور۔ یہاں ظالمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور حرب میں باقی ہیں۔

۲: ۱۹۴ = اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ۔ موصوف صفت۔ حرمت والا مہینہ اَلْحُرُمٰتُ۔ حرمتیں۔ بزرگیاں۔ حُرْمَةٌ کی جمع۔ حرمت اس چیز کو کہتے ہیں جس کا ادب ضروری ہو۔

قِصَاصٌ۔ بدلہ۔ قتل کا بدلہ قتلِ قاتل۔ ہر عضو کا بدلہ عضو، ہر چوٹ کا بدلہ ویسی ہی چوٹ۔ ادب کی چیزوں میں مساوات۔ یعنی ماہ حرام میں اگر دشمن قتال کرے اور اس کی حرمت کا لحاظ نہ کرے تو تم بھی دفاعی جنگ کرو (آیت ہذا) خون کا بدلہ خون۔ خون بہا۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ۔ ماہِ حرام کا بدلہ ماہ حرام ہی ہے اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری سے ہوگا۔ یعنی حرمتوں کے بارہ میں دشمن جتنی زیادتی کا مرتکب ہوگا۔ دوسرا فریق اس دشمن کے خلاف اس زیادتی کے برابر اس کا توڑ کرنے میں حق بجانب ہوگا۔

= فائدہ: اہل عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ ذی القعدہ۔ ذوی الحجہ اور محرم کے تین مہینے حج کے لئے مختص تھے اور رجب کا مہینہ عمرہ کے لئے خاص کیا گیا تھا۔ ان چار مہینوں میں جنگ وجدل۔ قتل و غارتگری ممنوع تھی تاکہ زائرین کعبہ امن و امان کے ساتھ خدا کے گھر تک جائیں۔ اور اپنے گھروں کو واپس ہو سکیں۔ اسی بنا پر ان مہینوں کو حرام مہینے کہا جاتا تھا۔ یعنی حرمت والے مہینے۔ آیت کا منشا یہ ہے کہ ماہ حرام کی حرمت کا لحاظ کفار کریں تو مسلمان بھی کریں اور اگر وہ اس حرمت کو نظر انداز کر کے کسی حرام مہینہ میں مسلمانوں پر دست اندازی کریں تو پھر مسلمان بھی ماہ حرام میں بدلہ لینے کے مجاز ہیں!

(اقتباس از تفہیم القرآن)

= فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اِعْتَدٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعالٌ) مصدر۔ اس نے زیادتی کی (تم پر)

فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ۔ جواب شرط ف جواب شرط کا ہے۔ اِعْتَدُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم زیادہ کرو۔ اِعْتِدَاءٌ۔ (زیادتی) کی جزا کو اِعْتِدَاءٌ کہنا صرف لفظی مشابہت ہے۔ مطلب یہ کہ زیادہ کرنے والے کی زیادتی کی حد تک اس زیادتی کا توڑ کرنا جائز ہے۔

= مَا اعْتَدٰی میں مَا موصولہ ہے۔

= الْمُتَّقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ تقویٰ کرنے والے۔ ڈرنے والے، پرہیز کرنے والے۔

۲: ۱۹۵ = اَنْفِقُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر تم خرچ کرو۔

= لَا تُلْقُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) جمع مذکر حاضر، تم مت ڈالو۔ لقی مادہ۔ قرآن مجید میں ہے۔ کُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ (۶۷: ۸) جب بھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائیگی۔

= بِاَیْدِیْکُمْ۔ باء۔ حرف جار۔ اَیْدِیْکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے ہاتھ۔ یعنی اپنے ہاتھوں۔ اس سے قبل اَنْفُسَکُمْ محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے وَلَا تُلْقُوْا اَنْفُسَکُمْ بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ۔ اور نہ پھینکو (یا نہ ڈالو) اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں۔ التھلکۃ۔ ھلك (باب ضَرَبَ و سَمِعَ) سے مصدر ہے ہلاک ہونا۔ تباہ ہونا۔ ہلاکت۔ تباہی۔

= اَحْسِنُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، اِحْسَانٌ۔ (افعال) مصدر۔ تم نیکی کرو۔

= اَلْمُحْسِنِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِحْسَانٌ سے۔ نیکی کرنے والے۔ اچھے کام کرنے والے۔

۲: ۱۹۶ = اَتِمُّوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتْمَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم پورا کرو۔

= اَلْحَجَّ۔ حَجَّ یَحُجُّ (باب نصر) مصدر، اصل لغت میں حج قصد زیارت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں حج کی نیت سے اول احرام باندھ کر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا حج کہلاتا ہے

= اَلْعُمْرَۃَ۔ عمرہ زیارت بیت اللہ کے سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے۔ جو حج کی طرح خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ عمر بھر میں ایک دفعہ اس کا بجالانا بشرط استطاعت سنت مؤکدہ ہے شاہ عبدالقادر دہلوی رح فرماتے ہیں کہ:۔ عمرے کا طریق یہ ہے کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے اور طواف کعبہ کرے۔ اور صفا مروہ کے بیچ دوڑے پھر حجامت کرا کر احرام اتارے۔

= فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ۔ پہلا جملہ شرطیہ ہے اور دوسرا جملہ جواب شرط ہے۔ اُحْصِرْتُمْ۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اِحْصَارٌ۔ (افعال) مصدر سے۔ جس کے معنی روکنے

کے ہیں خواہ روکاوٹ کسی ظاہری سبب کی بنا پر ہو۔ جیسے دشمن کا آڑے آکر روکنا۔ یا کسی باطنی سبب سے جیسے مرض کی وجہ سے رُکنے پر مجبور ہو جانا۔ پہلے جملہ کا ترجمہ یہ ہے: پھر اگر تم روک لئے جاؤ۔ یعنی اگر تم حج سے یا اس عمرہ سے جس کی تکمیل کا تم کو حکم دیا گیا ہے روکے جاؤ۔ دوسرے جملہ میں ف جواب شرط کے لئے ہے مَا موصولہ ہے۔ اِسْتَيْسَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اِسْتِيْسَارٌ (استفعال) مصدر بمعنی میسر آنا۔ آسان ہونا وہ میسر آیا۔ وہ آسان ہوا۔ اَلْهَدْيِ۔ اسم معرف باللام قربانی کا جانور جو ماہ حُرم میں حَرم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے ترجمہ۔ تو جو قربانی کا جانور میسر آجائے (ذبح کردیا۔ ذبح کرنے کے لئے بھیجو)

= وَلَا تَحْلِقُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر حَلْقٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی بالوں کو منڈانا۔ تم بال یا سر مت منڈاؤ۔ تم حجامت نہ کراؤ۔

مَحِلَّهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَحِلّ اسم ظرف مکان، قربانی کے حلال ہونے کی جگہ۔ جہاں قربانی کے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَلْهَدْيُ ہے۔

= اَذًى۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح کو یا جسم کو پہنچے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اور فَفِدْيَةٌ ..... اَوْ نُسُكٍ جواب شرط۔ پس جو کوئی تم میں سے بیمار ہو جائے یا اس کے سر میں کوئی بیماری یا تکلیف ہو تو اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی دے۔ فِدْيَةٌ۔ اَلْفِدٰى۔ اَلْفِدَاءُ کے معنی کسی کی جانب سے کچھ دے کر اسے مصیبت سے بچالینا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً (۴۷:۴) پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہئے یا کچھ مال لے کر۔ فِدْيَةٌ واحد فِدًى جمع وہ مال جو کسی کو آزاد کرانے کے لئے دیا جائے۔ یا وہ مال جو کسی عبادت میں کوتاہی کرنے کی وجہ خرچ کرکے انسان خود اپنے کو گناہ سے بچاتا ہے آیت ہذا میں اسی معنی میں مستعمل ہے۔

نُسُكٍ۔ اَلنُّسُكُ کے معنی عبادت کے ہیں۔ اور نَاسِكٌ عابد کو کہا جاتا ہے مگر یہ لفظ ارکانِ حج کے ادا کرنے کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے مَنَاسِكُ حج اور عبادت کے ارکان۔ قربانی بھی ارکان حج میں سے ہے یہاں قربانی ہی مراد ہے۔ نُسُكٍ کا واحد نَسِيْكَةٌ بمعنی ذبیحہ ہے۔

= فَاِذَآ اَمِنْتُمْ۔ ای اذا امنتم من الاحصار یعنی جب احصار سے امن ہو مثلاً دشمن کا خوف جاتا رہے یا تم مریض تھے اب تندرست ہو گئے۔

= تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ۔ تَمَتَّعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَمَتُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر جس کے معنی برتنے۔ فائدہ اٹھانے اور مدت منفعت میں امتداد ہونے کے ہیں۔ اس نے فائدہ اٹھایا۔ یعنی جس شخص نے عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھایا۔ یعنی (۱) اگر پہلے احصار میں تھا اب امن میں آگیا۔ یا پہلے بیمار تھا اب تندرست

ہو گیا۔ لیکن اس دوران وہ اپنے احرام سے حلال نہیں ہوا۔ یا (۲) پہلے سے ہی امن میں تھا (نہ احصار میں تھا نہ بیمار تھا) اور ایک ساتھ ہی حج اور عمرہ کا احرام باندھا۔ پہلے عمرہ کے ارکان ادا کئے لیکن احرام بدستور رہا۔ احرام سے حلال نہیں ہوا یہاں تک کہ ایام حج میں حج کے ارکان ادا کر کے حلق کرایا۔ اور احرام سے فارغ ہوا۔ اسی طرح ایک سفر میں دو عبادتیں جمع کرلیں۔ اس صورت میں آیت ہذا میں تمتع عرفی مراد ہے نہ کہ شرعی۔ اس لئے وہ تمتع اور قران دونوں کو شامل ہے۔ ان دونوں صورتوں میں قربانی لازمی قرار دیدی گئی کیونکہ دونوں صورتوں میں اس نے فائدہ اٹھایا۔

= فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔ ای فعلیہ ما استیسر من الھدی۔ تو جو قربانی میسر آسکے اس پر لازم ہے

= فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ۔ ای فمن لم یجد الھدیٰ جس کو قربانی میسر نہ آسکے یعنی جو قربانی نہ دے سکے۔

= فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ۔ ای فعلیہ صیام ثلثۃ ایام تو وہ تین دن کے روزے لازمی رکھے۔

= رَجَعْتُمْ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں التفات ضمائر ہے۔ اوپر خطاب واحد غائب کے صیغہ میں ہو رہا تھا۔ اب ان احکام کو جو اوپر بیان ہوئے پوری طرح ذہن نشین کرانے کے لئے صیغہ حاضر اختیار کیا گیا۔

= تِلْكَ۔ اسم اشارہ بعید جمع مؤنث عَشَرَۃٌ مشارالیہ ہے

= كَامِلَةٌ۔ پوری (دہائی) یعنی پورے دس۔ کَمَالٌ مصدر (باب نصر۔ کرم۔ سمع) اسم فاعل واحد مؤنث۔ یعنی قربانی کی جگہ پورے دس روزے ہوتے ہیں۔ اس سے کم نہیں۔ بعض کے نزدیک لفظ کَامِلَۃٌ تاکید در تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔

= ذٰلِكَ۔ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ یہ اشارہ یا تو (۱) تَمَتُّعٌ کی طرف ہے جس کا ذکر آچکا ہے اور یا (۲) اس کا اشارہ اصل حکم یعنی وجوب قربانی کی طرف ہے

= حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ حَاضِرِي۔ باشندے۔ رہنے والے۔ حَضَارَۃٌ مصدر سے جس کے معنی شہر میں رہنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اصل میں حَاضِرِیْنَ تھا۔ اضافت کے سبب نون جمع حذف ہو گیا۔ حَاضِرِي۔ مضاف، المسجد الحرام موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔

یہ تمتع یا قربانی کا وجوبًا دینا اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے قریب نہ رہتے ہوں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جو میقات سے پرے رہتے ہیں۔

= وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو (ان تمام احکام کی بجا آوری میں جو اوپر مذکور ہوئے)

= وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ اور یاد رکھو یا جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے لمن لم یتقہ اس کو جو اس سے نہیں ڈرتا۔

عِقَابٌ۔ عَاقَبَ يُعَاقِبُ مُعَاقَبَةً وَعِقَابٌ (باب مفاعلہ سے) مصدر ہے گناہ پر سزا دینا۔ پاداشِ جرم

کئے کی سزا۔ عذاب اور عقاب میں فرق یہ ہے کہ عقاب سزا کے استحقاق کو بتاتا ہے۔ عقاب کو عقاب اسی لئے ہی کہا جاتا ہے کہ مرتکب جرم۔ جرم کے عقب میں ہی اس کا مستحق ہو جاتا ہے اور عذاب استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ عقاب کے معنی اصل میں پیچھے ہو لینے کے ہیں۔ چنانچہ بولتے ہیں عقب الثانی الاول دوسرا پہلے کے پیچھے ہو لیا۔ اور عقب اللیل والنھار۔ رات دن کے پیچھے ہولی۔ اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جو جرم کے پیچھے دی جاتی ہے۔ لہٰذا اس کا ترجمہ پاداش جرم کرنا چاہئے۔

شَدِیْدُ۔ سخت، محکم۔ پکا۔ شَدٌّ (باب ضَرَبَ۔ نَصَرَ) سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے شَدِیْدُ الْعِقَابِ، ترکیب اضافی ہے اور شدید کی اضافت صفت مشبہ کی اپنے مرفوع کی طرف اضافت سے ہے۔ اضافۃ شدید من اضافۃ الصفۃ المشبھۃ الی مرفوعھا۔ (روح المعانی)

۲: ۱۹۷ = اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ۔ ای وقت الحج اشھر معلومٰت وھی شوال و ذوالقعدۃ وعشر لیال من ذوی الحجۃ۔ حج کا وقت چند مہینے ہیں اور وہ ہیں۔ شوال۔ ذوالقعدہ اور ذوالحج کی دس راتیں۔

اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ۔ موصوف وصفت۔ جانے بوجھے مہینے۔

فَرَضَ۔ ماضی معروف۔ واحد مذکر غائب فَرْضٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ فرض کے اصل معنی ہیں کسی حجم والی چیز کو جس میں صلابت ہو کاٹ دینا۔ لیکن قرآن مجید میں یہ ان معنی میں آیا ہے۔ اس نے واجب کر لیا۔ اس نے مقرر کر دیا۔ اس نے عزم کر لیا۔ اس نے اجازت دیدی۔ یہاں عزم کر لینے یا نیت کر لینے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= فِيْهِنَّ۔ هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع اَشْهُرٌ ہے۔

= رَفَثَ۔ ملاحظہ ہو ۲: ۱۸۷۔

= فُسُوْقٌ۔ اسم فعل۔ گناہ۔ نیز مصدر (باب ضرب۔ نصر) گناہ کرنا۔ نافرمان ہونا۔ فَسَقَ فُلَانٌ کے معنی کسی شخص کا دائرہ شریعت سے نکل جانے کے ہیں۔ یہ فَسَقَ الرُّطَبُ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی گدری کھجور کے اپنے چھلکے سے باہر نکل آنے کے ہیں۔ فاسق کا لفظ اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام و اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

= جِدَالَ۔ باب مفاعلۃ سے مصدر ہے باہم جھگڑا کرنا۔

فائدہ۔ رفث۔ فسوق اور جدال میں لا کا تکرار تاکید ممانعت کے لئے ہے۔

= تَزَوَّدُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَزَوُّدٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ تم زادِ راہ لے لیا کرو۔ تم سفر خرچ

ہمراہ لو۔ حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ اہل یمن کی عادت تھی کہ جب وہ حج کو آتے تو زادِ راہ ساتھ نہ لاتے اور اس کو توکل کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور کہتے کہ ہم لوگ متوکل ہیں۔ اور جب وہ مکہ آتے تو لوگوں سے بھیک مانگتے۔ اور بقول علامہ بغوی رح بعض اوقات لوٹ اور غصب تک نوبت پہنچتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :- وَ تَزَوَّدُوْا۔ یعنی زادِ راہ اس قدر لے جایا کرو کہ جس سے وہاں تک پہنچ سکو۔ اور آبرو بچا سکو۔

= فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی۔ بیشک بہترین زادِ راہ تو تقویٰ ہے اس سے پہلے نہی عن المنکر کا حکم تھا۔ رفث۔ فسوق۔ جدال سے پرہیز۔ اب خیر پر برانگیختہ فرمایا ہے۔ اس کی شرح میں علامہ ابن کثیر رح رقمطراز ہیں: چونکہ دنیوی توشہ کا حکم دیا تو ساتھ ہی فرمایا ہے کہ آخرت کے توشے کی بھی فکر کر لو۔ یعنی قبر میں اپنے ساتھ خوفِ خدا لے جاؤ۔ جیسے اور جگہ لباس کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ (۷ : ۲۶) اے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے بہتر ہے۔ یعنی خشوع و خضوع طاعت و تقویٰ کے باطنی لباس سے خالی نہ رہو بلکہ یہ لباس ظاہری لباس سے کہیں زیادہ بہتر اور نفع دینے والا ہے۔ تقویٰ مادہ وقی سے مشتق ہے۔

= اتَّقُوْنِ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی متکلم کی محذوف ہے۔ مجھ سے ڈرو۔ (اور وہ ڈر کیا ہے اس کے احکام کی تعمیل کرنا۔ اور اس کی گرفت سے بچنا۔ پرہیزگاری اختیار کرنا)

= یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ۔ یَا حرفِ ندار۔ اولی الالباب۔ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ اے عقل والو۔ اَلْبَابُ جمع ہے لُبٌّ کی بمعنی مغز بادام۔ بمعنی عقل مستعمل ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان کے مغز میں ہوتی ہے۔

= جُنَاحٌ۔ گناہ۔ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے مائل کر دے اور دوسری طرف جھکا دے۔ جُنَاحٌ سے موسوم ہوا۔ اور پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔

مائل ہونے کے معنی میں: وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (۸ : ۶۱) اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔

= اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا۔ میں اَنْ مصدریہ ہے تَبْتَغُوْا مضارع جمع مذکر حاضر اِبْتِغَاءٌ (افتعال) مصدر اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ تم چاہتے ہو، تم ڈھونڈھتے ہو، تم تلاش کرتے ہو۔ فَضْلًا اسم فعل (حالت نصب) تجارت کے ذریعے سے رزق۔ روزی۔ اور بھی کئی معانی میں مستعمل ہے۔ روزی کی تلاش کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۶۲: ۱۰) پھر جب نماز ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

ولا خلاف بین العلماء فی ان المراد بالفضل المذکور فی الاٰیۃ ربح التجارۃ (اور اس بات میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ آیت مذکور میں الفضل سے مراد منفعت تجارت ہے)

= فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ۔ جب تم عرفات سے لوٹو اَفَضْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر اِفَاضَۃٌ (افعال) مصدر سے ہے۔ مادہ فیض ہے (باب ضرب) فَاضَ الْمَآءُ کے معنی کسی جگہ سے پانی اچھل کر بہہ نکلنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ (۵: ۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اور اَفَاضَ (باب افعال) اِنَاءَہٗ کے معنی برتن کو لبالب بھر دینے کے ہیں کہ پانی اس سے نیچے گرنے لگے۔ اور اَفَضْتُہٗ کے معنی اوپر سے گرانے اور بہانے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ۔ (۷: ۵۰) کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ۔ وَفَاضَ الْخَبَرُ خبر کا منتشر ہونا یا پھیلنا۔ اور اسی لئے حَدِیْثٌ مُّسْتَفِیْضٌ کے معنی منتشر یعنی عام پھیلی ہوئی بات کے ہیں۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: اِفَاضَۃٌ کے معنی مجمع کثیر کے یکبارگی لوٹنے کے ہیں اور یہ فَیَضَانُ الْمَآءِ (یعنی پانی کا زور سے بہہ نکلنا) کے ساتھ تشبیہ دے کر بولا جاتا ہے۔

باوجود اس تمام تشریح کے اس لفظ کا استعمال حاجیوں کے عرفات میں قیام کے بعد مزدلفہ یا منیٰ کی طرف واپس لوٹنے کے لئے مخصوص ہے چنانچہ معجم الوسیط میں یوں تحریر ہے (افاض الحجاج من عرفاتٍ الی منیً: ای انصرفوا الیھا بعد انقضاء الموقف یعنی وہ (حجاج) واپس لوٹے اس (منیٰ) کی طرف وقوف (عرفات) پورا کر لینے کے بعد اور اِفَاضَۃٌ: انصراف الحجاج عن الموقف فی عرفۃ۔ حاجیوں کی وقوف عرفات کے بعد واپسی۔ اور طواف الافاضۃ طواف یوم النحر ینصرف الحجاج من منی الی مکۃ فیطوف ویعود۔ اور طواف افاضہ: قربانی کے دن کا طواف جب حاجی منیٰ سے لوٹ کر مکہ جا کر طواف کرتے ہیں۔ اور پھر واپس (منی کی طرف) مڑتے ہیں۔

= اَلْمَشْعَرِ الْحَرَامِ: موصوف وصفت۔ المشعر۔ اسم ظرف ہے بمعنی علامت، نشان، مشاعر الحج کے معنی رسوم حج ادا کرنے کی جگہ کے ہیں۔ اس کا واحد مشعر ہے اور انہیں شعائر الحج بھی کہا جاتا ہے اس کا واحد شعیرہ ہے۔ المشعر الحرام۔ حرمت والا نشان حج بمعنی مزدلفہ۔

فائدہ۔ عرفات۔ مکہ معظمہ سے جو سڑک مشرق کی جانب طائف کو جاتی ہے اس پر مکہ سے کوئی بارہ میل کے فاصلہ پر کئی مربع میل کے رقبہ کا ایک طویل وعریض میدان ہے اسے عرفات کہتے ہیں اسی نام کی ایک پہاڑی بھی اسی میدان میں واقع ہے جو سطح زمین سے کوئی دوصد گز بلند ہے۔ مسجد نمرہ اسی میدان میں واقع ہے جہاں ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں اس مسجد کو مسجد ابراہیم یا مسجد عرفہ بھی کہا جاتا ہے

عرفات کے اصل پہاڑی سلسلہ سے ذرا الگ میدانِ عرفات سے شمال مشرق میں سرخ رنگ کی ایک مخروطی پہاڑی ہے جسے جبل الرحمت کہتے ہیں۔

(۲) مزدلفہ یا مشعر الحرام۔ جب عرفات سے منیٰ کی طرف جائیں اور عرفات کے دونوں کنارے چھوڑ دیں تو مزدلفہ شروع ہو جاتا ہے جس کی حد مازماں سے لے کر محسّر تک ہے اور دو پہاڑوں کے درمیان یہ سارا علاقہ مزدلفہ ہے خود مازمان اور وادی محسر مشعر الحرام میں شامل نہیں۔ حاجی حضرات یہاں مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی کر کے پڑھتے ہیں۔

= وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اُذْكُرُوْا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ كَمَا میں کاف تشبیہ کا ہے اور مَا مصدریہ ہے هَدٰى فعل ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع بھی اللہ ہے۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اور یاد کرو اسے جس طرح اس نے تم کو بتایا ہے۔

= وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ہ واؤ حالیہ ہے اِنْ مخففہ ہے اصل میں اِنَّ تھا قَبْلِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہدایت ہے۔ لام فارقہ ہے الضَّآلِّيْنَ ہ اَلضَّآلُّ کی جمع ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ضَلَالٌ (باب ضرب) مصدر گمراہ ہونا۔ راہِ حق سے ہٹ جانا۔ راستہ سے بھٹک جانا فراموش کرنا۔ گمراہ کرنا۔ (کوشش کا) برباد ہو جانا۔ (جبکہ ضَلَالٌ کے معنیٰ سیدھی راہ سے ہٹ جانا کے ہیں خواہ وہ ہٹنا سہواً ہو یا عمداً۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ تو جس سے بھی کسی قسم کی غلطی سرزد ہو گی اس کے متعلق ہم ضلالت کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور کفار دونوں کی طرف ضلالت کی نسبت کی گئی ہے۔ گو ان دونوں قسم کی ضلالت میں بون بعید پایا جاتا ہے۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آیتِ کریمہ: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ (۹۳ : ۷) میں ضَآلًّا فرمایا ہے۔ جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہدایتِ نبوت عطا ہونے سے قبل تم اس راہنمائی سے محروم تھے۔ (راغب) ترجمہ آیت ہذا کا یہ ہوگا: اور بے شک اس سے قبل تم ناواقفوں میں سے تھے۔ نہ جاننے والوں میں سے تھے۔ (حق کی طلب میں تھے)

۲ : ۱۹۹ = ثُمَّ۔ حرف عطف ہے ماقبل سے مابعد کے متأخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ تأخر زمانی ہو یا رتبہ کے لحاظ ہو۔ مولانا عبد الماجد دریاآبادی رح رقمطراز ہیں۔ ثُمَّ۔ یہاں تأخر زمانی کے لئے نہیں فصلِ کلام کے لئے ہے۔ یعنی ایک بات ختم ہوئی اب دوسری ہدایت سنو! جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "وہاں تو" کہتے ہیں۔

جملہ ثُمَّ اَفِيْضُوْا ..... کا عطف جملہ سابقہ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ پر ہے اور ثُمَّ یہاں تراخی فی الرتبۃ کے لئے آیا ہے مطلب یہ کہ جب تم عرفات سے وقوفِ عرفہ کے بعد منیٰ کی طرف واپس مڑو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

ہاں تو اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ تم وہاں سے مڑا کرو جہاں سے لوگ واپس مڑا کرتے ہیں (یعنی عرفات سے نہ کہ مزدلفہ سے)

= اَفِیْضُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِفَاضَۃٌ (افعال) مصدر سے۔ تم واپس مڑو، تم بہاؤ (پانی کو) یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

اس امر کے مخاطبین قریش ہیں جو حمس (شدت والے اور حیثیت والے) کہلاتے تھے اور وہ اور ان کے حلیف عرفات میں دوسرے اہل عرب کے ساتھ ٹھہرنے کو عار سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں۔ اور اس کے حرم کے رہنے والے ہیں اس لئے ہم حرم کو نہیں چھوڑتے اور یہاں سے نہیں نکلتے۔ پھر جب لوگ عرفات سے چلتے تھے تو حمس مزدلفہ سے کوچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مثل اوروں کے عرفات میں ٹھہریں اور وہاں وقوف کے بعد سب کے ساتھ مزدلفہ جائیں اور پھر وہاں سے واپس منیٰ جائیں۔

= مِنْ حَیْثُ۔ جہاں سے۔ جس جگہ سے۔ حَیْثُ اسم ظرف مکان ہے اور مبنی بر ضمہ ہے۔

= اَلنَّاسُ۔ سے حمس کے سوائے تمام لوگ مراد ہیں۔ المراد من الناس الجنس (روح المعانی) الناس سے مراد جنس انسان ہے۔ ضحاک نے کہا ہے کہ النَّاسُ سے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں جیسے ام یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ (۴: ۵۴) میں الناس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں

۲ : ۲۰۰ = قَضَیْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ قَضَاءٌ مصدر (باب ضرب) قضی مادہ۔ جب تم نے ادا کر لیا۔ جب تم پورے کر چکو۔

= مَنَاسِکَکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے (حج کے) ارکان مَنْسَکٌ واحد۔

= کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ۔ کاف حرف تشبیہ ہے ذِکْرِکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف۔ = اٰبَآءَکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ تمہارے اپنے آباء اجداد کے ذکر کی طرح یعنی جس طرح تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو اسی طرح اللہ کا ذکر کرو۔

= اَوْ۔ یہاں اختیار کے معنی میں نہیں۔ بلکہ ترقی کے لئے ہے اور بَلْ کا ہم معنیٰ ہے یعنی بلکہ ان کے ذکر سے بھی بڑھ کر اللہ کو یاد کرو

= اَشَدَّ ذِکْرًا۔ صاحب تفسیر حقانی فرماتے ہیں: اَشَدَّ ذِکْرًا میں اگرچہ لوگوں نے بہت قیل وقال کی ہے مگر صاف قول یہ ہے کہ اَشَدَّ منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے اور یہ حال ذِکْرًا سے ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس کی صفت ہو۔ اور ذِکْرًا تمیز ہے اَشَدَّ کی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

= خَلَاقٍ ط۔ حصہ۔ اپنے خلق اور عادت سے جو فضیلت انسان حاصل کرے اس کا نام خلاق ہے۔

= حَسَنَةً ۔ بھلائی یہ نیکی ۔ نعمت جو مسرت کا سبب ہو۔ سَیِّئَةٌ کی ضد ہے۔

۲ : ۲۰۱ = قِنَا ۔ قِ ۔ نَا ۔ قِ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اور نَا ضمیر مفعول جمع متکلم ۔ وِقَاءٌ ۔ وِقَایَةٌ وَقْیٌ ۔ وَاقِیَةٌ ۔ مصادر (لفیف مفروق) بمعنی بچانا ۔ پرہیز کرنا ۔ احتیاط کرنا ۔ وَقٰی یَقِیْ (باب ضرب سے) کسی دکھ دینے والی ضرر رساں چیز سے بچانا ۔ قِ نَا ۔ تو ہم کو بچا ۔ تو ہم کو محفوظ رکھ ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا ۔ (۶۶ : ۶) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔

وَقٰی سے مضارع اصل میں یَوْقِیُ تھا ۔ لفیف مفروق میں ف کلمہ کی تعلیل مثل معتل الفاء (مثال) کے ہوتی ہے ۔ لہٰذا مثال کی تعلیل کے مطابق کہ مضارع مکسور العین میں عین کلمہ سے پہلے جو واؤ واقع ہوتا ہے وہ حذف ہو جاتا ہے ۔ جیسے وَعَدَ یَوْعِدُ سے یَعِدُ لہٰذا یَوْقِیْ یَقِیُ ہو گیا ۔ لفیف مفروق کے لام کلمہ کی تعلیل مثل ناقص یائی ہوتی ہے لہٰذا مثل رَمٰی یَرْمِیُ میں یَ پر ضمہ دشوار ہونے کی وجہ سے حذف ہو جاتا ہے لفیف مفروق کے لام کلمہ میں تعلیل کی وجہ سے یَقِیُ یَقِیْ ہو گیا۔

اسی کے مطابق صیغہ امر بنانے کے لئے علامت مضارع کو حذف کیا ۔ اور آخر میں حرف علت کو گرا دیا تو قِ رہ گیا جو امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ بن گیا۔

۲ : ۲۰۲ = اُولٰٓئِكَ ۔ اسم اشارہ جمع مذکر ۔ وہ سب ۔ اس میں مشارٌ الیہم وہ مؤمنین ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں حَسَنَةً کی دعا کرتے ہیں

= نَصِیْبٌ ۔ حصہ ۔ خواہ ثواب کا ہو ۔ میراث کا ہو ۔ یا حکومت کا ہو۔

= کَسَبُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے کمایا ۔ کَسْبٌ ۔ کمائی کرنا ۔ نفع کے لئے کوئی کام کرنا ۔ خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا برا ۔ قرآن مجید میں کَسَبَ کا استعمال اس طرح کیا گیا ہے ۔ (۱) قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی جیسے وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۔ (۲ : ۲۲۵) لیکن جو قسمیں قصد دل سے کھاؤ گے ان پر مؤاخذہ کرے گا ۔ (۲) اچھا برا قول یا فعل ۔ جیسے : ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (۳ : ۱۶۱) پھر ہر شخص کو اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ۔ (۳) نیک کام کرنا ۔ جیسے لَهَا مَا كَسَبَتْ (۲ : ۲۸۶) اچھا کام کرے گا تو اس کو اس کا فائدہ ملیگا ۔ (۴) برے کام کرنا ۔ جیسے وَ لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا ۔ (۶ : ۶۵) اور جو (کوئی) برا کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو ہوتا ہے ۔ (۵) مال کمانا ۔ جیسے اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (۲ : ۲۶۷) پاکیزہ اور عمدہ مال جو تم کماتے ہو ۔ اس میں سے (خدا کی راہ میں) خرچ کرو وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۔ واؤ عاطفہ ۔ سَرِیْعٌ ۔ جلدی کرنے والا ۔ سُرْعَةٌ (باب فتح) سے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں ۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے سَرِیْعُ الْحِسَابِ ط

ترکیب اضافی ہے سَرِيْعُ مضاف الْحِسَابِ مضاف الیہ ۔ جلدی حساب کرنے والا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اللہ مبتدا کی خبر ہے ۔ اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

۲: ۲۰۳ = فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ط دن جو معدودے چند ہیں۔ چند گنتی کے دن، چند دن گنتی کے

— فائدہ۔ حج کا ذکر ہو رہا ہے مزدلفہ میں رات بسر کر کے دسویں تاریخ ذوالحجہ کو صبح سویرے بعد از نماز فجر وہاں سے نکل کر منیٰ پہنچے۔ ۱۰، ۱۱، ۱۲ تاریخ کو منیٰ میں قیام کیا اور ذکر و اذکار میں مشغول رہے۔ اور دیگر مناسک حج کی ادائیگی کی مثلاً دس تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رمی کی، قربانی دی۔ سر منڈایا۔ احرام سے باہر آئے طوافِ زیارت کیا۔ صفامروہ کے درمیان سعی کی۔ اور واپس منیٰ آئے۔ اب منیٰ سے مکہ کی طرف واپسی کی دو صورتیں ہیں اگر کوئی شخص دسویں تاریخ کے بعد صرف دو دن قیام کر کے بارہ تاریخ کی شام کو مکہ معظمہ چلا جائے تو بھی درست ہے اور جس کا جی چاہے بارہ تاریخ کو وہیں ٹھہرے ۔ اور تیرہ تاریخ کی شام کو مکہ معظمہ واپس مڑے تب بھی درست ہے فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ ...... لِمَنِ اتَّقٰى میں اسی کی طرف اشارہ ہے

۹ ر کی فجر تا ۱۳ ر ذوالحجہ کی عصر تک ایام تشریق کہلاتے ہیں۔

= تَعَجَّلَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَعَجُّلٌ (تفعّل) مصدر اس نے جلدی کی۔ اس نے عجلت سے کام لیا مَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ ۔ جو شخص جلدی کر کے دو دن میں ہی چلا گیا۔ یعنی یوم النحر (دسویں تاریخ کے بعد ۱۱ ر اور ۱۲ ر کو منیٰ میں ٹھہر کر ۱۲ ر کی شام کو مکہ معظمہ میں واپس ہو گیا۔ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اس پر کوئی حرج نہیں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ موصولہ ہے

= مَنْ تَاَخَّرَ ۔ تَاَخَّرَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ تَاَخُّرٌ (تفعّل) مصدر پیچھے رہنا۔ پیچھے ہو جانا۔ وہ پیچھے رہ گیا۔ یا پیچھے رہا۔ جس نے تاخیر کی۔ یعنی ۱۲ ر تاریخ کو بھی منیٰ میں ٹھہرا رہا اور ۱۳ ر کی شام کو واپس ہوا۔

= لِمَنِ اتَّقٰى ۔ ای ذٰلِكَ التخییر و نفی الاثم للحاج المتقی۔ یعنی اس تاخیر میں اس حاجی کے لئے کوئی حرج نہیں جو دل میں خوفِ خدا رکھتا ہو ۔ اور جس نے یہ تاخیر تقویٰ کی خاطر کی ہو

= تُحْشَرُوْنَ ہ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ حَشْرٌ (باب نصر، ضرب) مصدر

۲: ۲۰۴ = وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ ۔ واؤ عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف جملہ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ ...... (آیہ ۲۰۰) پر ہے۔ آیہ ۲۰۰ میں ذکر تھا کہ بعض ایسے بھی ہیں کہ جو حج کے ایام اور ایسے مواضع میں صرف دنیا خدا تعالیٰ سے مانگتے ہیں کس لئے کہ آخرت اور وہاں کی نعمتوں کا ان کو یقین ہی نہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں کہ دنیا و آخرت دونوں کا سوال کرتے ہیں۔ اب یہاں ان دونوں گروہوں کی تشریح ہے ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے اور مَنْ موصولہ۔

= يُعْجِبُكَ ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْجَابٌ (افعال) مصدر كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر

تجھ کو بھلا لگتا ہے۔ تجھ کو پسند آتا ہے۔

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ متعلق قول سے ہے۔ ای فی امور الدنیا واسباب المعاش یعنی اس کی گفتگو بابت امور دنیا و اسباب معاش۔ مطلب یہ ہے کہ دنیاوی امور کے متعلق یا اس کی غرض سے اظہار دعویٰ محبت اور آپ سے اظہار اسلام وہ ایسے فصیح اور شیریں کلام میں کرتا ہے جو آپ کو متاثر کرتا ہے۔

= يُشْهِدُ اللّٰهَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اشھادٌ (اِفْعَالٌ) مصدر اللّٰہَ مفعول۔ وہ اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ یعنی اللہ کی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ جو کچھ اس کے دل میں ہے وہ اس کی زبان کے مطابق ہے۔

= وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ جملہ حالیہ اَلَدُّ۔ سخت جھگڑالو۔ لَدَّ يَلُدُّ (باب نَصَرَ) افعل التفضیل کا صیغہ لَدٌّ۔ مصدر خِصَامٌ۔ خَصْمٌ کی جمع جیسے بِحَارٌ۔ بَحْرٌ۔ یا صِعَابٌ صَعْبٌ کی جمع ہے۔ خَصْمٌ جھگڑنے والا۔ اَلَدُّ الْخِصَامِ جھگڑا کرنے والوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو۔ بہت بڑا جھگڑالو۔ خِصَامٌ مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں اَلَدُّ الْخِصَامِ بمعنی شَدِيْدُ الْخُصُوْمَةِ ہوگا۔

۲: ۲۰۵ = تَوَلّٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ لوٹا۔ وہ پھرا۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔

= سَعٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ سَعْیٌ۔ مصدر (باب فتح) اس نے کوشش کی۔ اس نے جلدی کی اس نے قصد کیا۔

= لِيُفْسِدَ۔ میں لام تعلیل کا ہے اور سعی سے متعلق ہے یعنی وہ زمین میں اس واسطے دوڑتا پھرتا ہے کہ فساد پھیلائے۔

۲: ۲۰۶ = اِتَّقِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر تو ڈر۔ وَقْیٌ مادہ۔

= اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ۔ اَلْعِزَّةُ۔ عزت۔ غرور۔ غلبہ۔ بزرگی۔ عِزٌّ۔ عِزَّةٌ۔ مصدر (باب ضَرَبَ) بِالْاِثْمِ۔ میں باء سببیہ ہے۔ غرور اور تکبر نے اس کو گناہ پر آمادہ کیا۔

= حَسْبُهٗ۔ اس کو بس ہے۔ اس کو کافی ہے۔ اس کو کفایت ہے۔ حَسْبُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ حَسْبُ۔ کافی۔ کفایت۔

= اَلْمِهَادُ۔ اسم۔ بچھونا۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ۔ مَهْدٌ۔ بستر، گہوارہ۔ مِهَادٌ (بستر) کی جمع اَمْهِدَةٌ اور مُهُدٌ ہے۔

فائدہ۔ علامہ بغوی رح نے بروایت کلبی و مقاتل و عطا فرمایا ہے کہ اخنس بن شریق بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ یہ شخص بہت شیریں کلام اور خوبصورت ملیح تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا بیٹھتا اور باتیں بناتا تھا۔ اور قسمیں کھا کھا کر کہتا تھا کہ مجھے آپ سے محبت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے ملاطفت فرماتے تھے۔ واقع میں وہ منافق تھا۔ اس کے بارہ میں آیات ۲۰۴: ۲

تا ۲۰۶ نازل ہوئیں۔ (آیت ۲۰۶ میں لَہٗ ۔ اَخَذَتْہُ اور فَحَسْبُہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اخنس کی طرف راجع ہے) اسی اخنس نے اپنے مخالف بنو ثقیف پر شب خون مار کر ان کی کھیتیاں جلادیں۔ اور ان کے مویشی ہلاک کر دیئے۔ اور اپنے ایک مدیون کے پاس تقاضے کے لئے طائف گیا اور وہاں جاکر اس کی کھیتی جلادی۔ اور اس کی گدھی کی ٹانگیں کاٹ دیں۔

اگرچہ ابتدائے کلام میں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ ...... سے اشارہ ایک واحد شخص کی طرف ہے جو بروایات اخنس بن شریق تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ وَمِنَ النَّاسِ سے مراد ایک ہی شخص ہو بلکہ اس سے بہت سے اشخاص بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ان آیات کا انطباق محض اسی ایک ہی شخص تک محدود نہیں۔ بلکہ جہاں کہیں بھی وہ صفات پائے جائیں گے وہاں یہ آیات چسپاں ہوں گی۔

۲: ۲۰۷ = یَشْرِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب شَرْیٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ فروخت کرتا ہے وہ اطاعت الٰہیہ کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

شِرَاءٌ اور بَیْعٌ دونوں لازم ملزوم ہیں کیونکہ مشتری کے معنی قیمت دے کر اس کے بدلے میں کوئی چیز لینے والے کے ہیں۔ اور بائع اسے کہتے ہیں جو چیز دے کر قیمت لے۔ اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب ایک طرف سے نقدی اور دوسری طرف سے سامان ہو۔ لیکن جب خرید و فروخت جنس کے عوض جنس ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو بائع اور مشتری تصور کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیع و شراء کے الفاظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں اور عام طور پر شَرَیْتُ بمعنی بِعْتُ اور اِبْتَعْتُ بمعنیٰ اِشْتَرَیْتُ آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ (۱۲: ۲۰) اور انہوں نے اس کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا۔ اور اِشْتَرَوُا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ (۲: ۸۶) جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی۔

آیت ہذا میں یَشْرُوْنَ بمعنی فروخت کر دینا ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اپنی جان تک اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بیچ ڈالتا ہے۔

= رَءُوْفٌ ۔ رَءُفَ یَرْءُفُ (کَرُمَ) رَأْفَۃٌ مصدر سے۔ بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ امام خطابی رأفت اور رحمت میں فرق تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ "رحمت تو کسی مصلحت کی بناء پر کبھی ناپسندیدگی میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن رأفت ناپسندیدگی میں تقریبًا نہیں ہوتی۔

= نَفْسَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنی جان کو۔

= اِبْتِغَآءَ۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ بروزن اِفْتِعَالٌ۔ مصدر ہے۔ اِبْتِغَاءَ سخت کوشش کے لئے مخصوص ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم۔

= مَرْضَاتِ۔ مَرْضَاۃ۔ مصدر میمی و اسم مصدر۔ پسند کرنا۔ رضامند ہونا۔ پسندیدگی۔ خوشنودی، رضامندی۔ (باب سَمِعَ) مَرْضَاتِ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی رضامندی۔ اللہ کی خوشنودی۔

اِبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔

۲:۲۰۸ = فِی السِّلْمِ۔ اسلام۔ اسم ہے مذکر مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

= کَآفَّۃً۔ اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کے فاعل سے حال ہے۔ اسم فاعل مفرد ہے۔ مؤنث منصوب۔ کَافٌّ مذکر۔ کَافَّاتٌ۔ جمع۔ کَفٌّ مادہ و مصدر۔ دفع کرنا۔

اسم فاعل مفرد مذکر منصوب بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ۃ علامت مبالغہ ہے یہ تنقیح لفظی ساخت کی ہے۔ استعمال میں کَآفَّۃً ہمیشہ حال منصوب اور نکرہ آتا ہے جس کے معنی ہیں سب کے سب پورے کے پورے۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً (۹:۳۶) تم سب کے سب کافروں سے لڑو۔ اور وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ (۳۴-۲۸) اور ہم نے تم کو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔

= وَلَا تَتَّبِعُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم اتباع مت کرو۔ تم پیروی نہ کرو۔ تم نقش قدم پر مت چلو۔

= خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ شیطان کے قدم۔

= مُبِیْنٌ۔ ظاہر۔ صریح۔ کھلا ہوا۔

۲:۲۹ = زَلَلْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ زَلٌّ۔ زَلَلٌ۔ زُلُوْلٌ۔ (باب ضَرَبَ۔ سَمِعَ) پاؤں یا زبان کا پھسل جانا۔ تم ڈگمگائے۔ تم نے لغزش کی۔ تم نے ٹھوکر کھائی۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَیْمَانَکُمْ دَخَلًاۢ بَیْنَکُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِہَا (۱۶:۹۴) اور اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ نہ بناؤ کہ (لوگوں) کے قدم جم چکنے کے بعد لڑکھڑا جائیں۔

= اَلْبَیِّنٰتُ ۔ بَیِّنَۃٌ کی جمع۔ کھلے دلائل۔ روشن دلیلیں۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ...... الْبَیِّنٰتُ۔ جملہ شرطیہ۔ فَاعْلَمُوْا...... حَکِیْمٌ۔ جواب شرط

= ھَلْ۔ حرف استفہام ہے۔ یہاں استفہام انکاری کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ھَلْ یَنْظُرُوْنَ۔ ای مَا یَنْظُرُوْنَ۔

= یَنْظُرُوْنَ۔ بمعنی یَنْتَظِرُوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ نَظْرٌ۔ (باب نَصَرَ) مصدر سے

ضمیر فاعل ان لوگوں کے لئے ہے جو اسلام میں پورے پورے داخل نہیں ہوتے ۔ ای من یترك الدخول فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ۔ ھَلْ یَنْظُرُوْنَ ای مَا یَنْتَظِرُوْنَ ۔ اِلَّا ۔ حرف استثناء ۔

= ظُلَلٍ ۔ سائبان ۔ بدلیاں ۔ ظُلَّۃٌ کی جمع ہے جیسے غُرْفَۃٌ کی جمع غُرَفٌ ہے ۔

= اَلْغَمَامِ ۔ ابر ۔ سفید ابر ۔ غَمَامَۃٌ کی جمع ۔

ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ ۔ یہ انتظار نہیں کر رہے مگر (اس بات کی) کہ اللہ اور اس کے فرشتے (ان کے اعتقاد کے موافق) سفید بادلوں کے سائبانوں کے سایہ تلے ۔ ان کے اوپر آویں (جیسا کہ کوہِ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بادلوں میں سے دھواں اور کڑک اور شعلہ معلوم ہوا اور خداوند تعالیٰ کا جلوہ دکھائی دیا) تفسیر حقانی ۔

= وَقُضِیَ الْاَمْرُ ۔ قُضِیَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ اور معاملہ کا فیصلہ کیا جائے ۔ اور معاملہ نپٹا دیا جائے (یعنی وہ امور جو ابھی تک نومسلم یہودیوں اور نصاریٰ کے دلوں میں جاگزیں تھے اور ان کو کافۃً اسلام میں داخل ہونے سے مانع تھے ان کے روبرو فیصلہ ہو جاویں) نیز ملاحظہ ہو نوٹ ع ۷۶۴ سورۃ البقرۃ تفسیر ماجدی)

= وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۔ اور اللہ کی ہی طرف تمام امور (قطعی فیصلہ کے لئے) لوٹائے جاتے ہیں تُرْجَعُ ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب ۔ رَجْعٌ مصدر سے ۔ (باب ضَرَبَ) باب ضرب سے ہی مصدر رُجُوْعٌ سے بطور فعل لازم بمعنی لوٹنا آتا ہے ۔ آیت ہذا میں بصورت اول مستعمل ہے ۔

آیت ہذا کی مزید تشریح کے لئے عبد اللہ یوسف علی کی تفسیر نوٹ نمبر ۲۳۱ بھی ملاحظہ ہو ۔

۲ : ۲۱۱ = کَمْ ۔ استفہام کے لئے آئے تو اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے کَمْ دِرْھَمًا عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں ۔ اور اگر خبریہ ہو اور مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرے تو تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے وَکَمْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا ۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا ۔

کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے کَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا (۷ : ۴) یا آیت ہذا میں : کَمْ مِّنْ اٰیَۃٍ بَیِّنَۃٍ کتنی ہی کھلی نشانیاں اٰتَیْنٰھُمْ ۔ ہم نے ان کو دیں ۔

= مَنْ شرطیہ ہے اور وَ مَنْ یُّبَدِّلْ ...... مَا جَآءَتْہُ ۔ جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ جواب شرط ہے ۔ یُبَدِّلْ مضارع مجزوم (بوجہ شرط) واحد مذکر غائب تَبْدِیْلٌ (تفعیل) مصدر (جو) بدل ڈالے ۔ یعنی بجائے شکر کے کفر کرے ۔

= نِعْمَۃَ اللّٰہِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اللہ کی نعمت ۔ نعمت سے مراد وہ معجزے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام کئے ۔ نعمت ان کو اس لئے کہا گیا کہ وہ ہدایت کا سبب ہیں ۔ یا اس سے مراد اللہ کی کتاب ہے، اور تبدیل سے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل نہ کیا ۔

= شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔ سخت عذاب دینے والا۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۱۹۶)

(۲: ۲۱۲) = زُیِّنَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَزْیِیْنٌ (تفعیل) مصدر (وہ سنوارا گیا۔ وہ مزین کیا گیا۔ اسے اچھا کر کے) دکھایا گیا۔ مطلب یہ کہ دنیا کی زندگی اسے پرکشش اور مزین کر کے دکھائی گئی

= الحیٰوۃ الدُّنْیَا ۔ موصوف وصفت مل کر مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔

= وَیَسْخَرُوْنَ ۔ میں واوٗ عاطفہ ہے یَسْخَرُوْنَ کا عطف زُیِّنَ پر ہے سَخْرٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے وہ مذاق بناتے ہیں۔ وہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ مِنْ کے صلہ کے ساتھ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ ۔ (۱۱-۳۸) اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو ہم تم سے تمسخر کریں گے۔

فَوْقَھُمْ ۔ فَوْقَ ۔ ظرف منصوب ۔ مضاف ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب.... مضاف الیہ

ان کے اوپر ۔ ان سے بڑھ کر، ان سے زیادہ، ان پر غالب

وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۔ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۔ مبتدا۔ فَوْقَھُمْ خبر یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ظرف

۲: ۲۱۳ = اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ۔ موصوف صفت مل کر کَانَ کی خبر ۔ اُمَّۃً بمعنی امت ۔ جماعت، مدت ۔ دین ۔ یہاں بمعنی دین مستعمل ہے ۔ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ای علی دین واحد ۔

= فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ ۔ بَعَثَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب بَعْثٌ (باب فتح) مصدر۔ اس نے بھیجا اس نے بھیجے (بنی) جملہ ہذا سے قبل فَاخْتَلَفُوْا محذوف ہے عبارت یوں ہوگی۔ کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَاخْتَلَفُوْا فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ (ابتداء میں لوگ ایک ہی دین پر تھے۔ پھر ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا۔

= مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب بوجہ حال نَبِیّٖنَ سے (اہل ایمان کو جنت کے دیگر انعامات کی) خوشخبری دینے والے۔ اور (منکرین کو ان کے گناہوں کی پاداش میں سزا سے) ڈرانے والے۔

= مَعَھُمْ ۔ ای مع النبیین ۔ الکتٰبُ سے مراد جنس کتاب ہے۔ بِالْحَقِّ کتاب سے حال واقع ہے یعنی مُشْتَمِلًا عَلَی الْحَقِّ ۔ (حق پر مشتمل) لِیَحْکُمَ ۔ میں لام تعلیل کی ہے۔ اور یَحْکُمَ میں ضمیر فاعل کا مرجع اللہ یا کتٰب ہے یا اس کتاب کے ساتھ جو نبی ہے تاکہ اختلافی امور میں لوگوں کے درمیان فیصلہ دیا کرے فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ مَا موصولہ ہے اور فِیْہِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ۔ اس امر کے متعلق جس میں انہوں نے اختلاف کیا۔

مطلب یہ کہ اس نے نبیوں کو مبشرین و منذرین بنا کر بھیجا۔ اور ان (میں بعض) پر کتاب نازل فرمائی

جو سراسر حق باتوں پر مشتمل تھی تاکہ اللہ تعالیٰ خود یا اس کی مشتمل برحق کتاب یا نبی جس پر وہ کتاب نازل کی گئی ان باتوں کے متعلق جن میں لوگوں کا اختلاف تھا (ٹھیک ٹھیک) فیصلہ کرے۔

= وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ۔ فِيْهِ میں ضمیرہ واحد مذکر غائب کا مرجع الحق ہے یا کتاب الَّذِيْنَ موصول عہد کے لئے ہے۔ اور اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ اُوْتُوْهُ۔ اُوْتُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو کتاب کی طرف راجع ہے۔ یعنی جنہیں وہ کتاب دی گئی مطلب یہ کہ اس حق میں جس پر یہ کتاب جو یہود و نصاریٰ کو دی گئی مشتمل تھی۔ انہوں نے ہی اختلاف اختیار کیا۔ (کتاب سے مراد یہاں توراۃ اور انجیل ہے۔ جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر نازل کی گئی اور اختلاف سے مراد یہ امور ہو سکتے ہیں۔ (۱) باہمی ضد اور حسد کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر۔ (۲) کتاب میں تحریف اور تبدیل پر اختلاف (۳) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق توراۃ و انجیل میں حوالہ جات جو صریحاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دال تھے ان پر ان کا باہمی اختلاف۔

= مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ۔ بیّنٰت سے مراد وہ محکم آیات جو تورات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت دینے والی اور آپ کے اوصاف کریمہ کو بیان کرنے والی تھیں۔ یہ جملہ اِخْتَلَفَ سے متعلق ہے۔

= بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ۔ باہمی ضد اور حسد۔ یہ اِخْتَلَفَ کا مفعول لہٗ ہے۔

= فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۔ هَدٰى لَهٗ۔ راستہ بتلانا۔ سیدھے راستہ پر قائم رکھنا۔ هُدًى۔ هَدْىٌ۔ هِدَايَةٌ مصدر۔ مِنَ الْحَقِّ حال ہے ضمیر فِيْهِ سے یا مَا سے بِاِذْنِهٖ حال ہے الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے اى مَاذُوْنًا لَهُمْ۔ بِاِذْنِهٖ اپنے امر و ارادہ سے۔ اپنے فضل و کرم سے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو حق میں جو بھی ان کو اختلاف تھا اپنے حکم سے راہِ ہدایت دکھائی۔ یعنی ایمان والے اگر حق بات کے متعلق آپس میں کوئی اختلاف رکھتے بھی تھے تو چونکہ وہ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ محض لاعلمی یا ناسمجھی یا لاشعوری کی وجہ سے تھا۔ لیکن ان کی نیتوں میں خلوص اور جذبۂ ایمان تھا اس لئے خداوند تعالیٰ نے اپنے حکم (فضل و کرم) سے ان کو اس اختلاف سے نکال کر ہدایت کا راستہ دکھا دیا۔ صاحب تفسیر ماجدی لکھتے ہیں لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ میں ذکر اہل حق کے اختلاف کا ہے اہل باطل سے بِاِذْنِهٖ۔ میں اِذن کے معنیٰ فضل، توفیق اور لطف کے ہیں۔

۲ : ۲۱۴ = اَمْ۔ اَمْ۔ منقطعہ ہے اور بمعنی بَلْ (حرف اضراب) آیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہمزہ مقدر ہے۔ لفظ بَلْ کلام سابق سے اعراض کے لئے ہے۔ یہاں یہود اور نصاریٰ کے اختلاف اور ان کے متاعِ حیات

دنیوی پر فخر بے جاہ اور پھر اس کے بل بوتے پر مومنوں سے تمسخر سے اعراض کرنے کے لئے آیا ہے اور ہمزہ استفہامیہ مومنین کے خیال کے انکار و استبعاد کے واسطے کہ تمہارا یہ خیال درست نہیں کہ بغیر رنج و مشقت کی بھٹی سے گذرے تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ بلکہ تمہارے سے پہلے کے انبیاء اور مومنین کی طرح تمہیں بھی تنگی و سختی۔ فقر و بیماری اور طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں کی آگ سے گذرنا پڑے گا۔ تب جا کر تم جنت کے مستحق ہو گے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ فرآء کا قول ہے کہ اَمْ کے معنیٰ اَحَسِبْتُمْ اور میم زائد ہے

(اَمْ پر تفصیلی نوٹ ۱۸: ۹ پر ملاحظہ ہو۔)

= حَسِبْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، حِسْبَانٌ (باب حَسِبَ یَحْسِبُ) مصدر۔ تم سمجھ بیٹھے ہو۔ تم نے خیال کیا۔ یا گمان کیا۔

= اَنْ تَدْخُلُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ تَدْخُلُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر۔ کہ تم داخل ہو گے۔

= وَلَمَّا یَاْتِکُمْ مَثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ۔ جملہ حالیہ لَمَّا۔ ابھی تک نہیں۔ ترجمہ آیت کا یوں ہو گا۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی تک تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔

مثل الذین۔ ای مَثَلَ مَثَلِهِمْ کلام میں مضاف محذوف ہے۔ الَّذِیْنَ صفت ہے مؤمنین محذوف کی۔ مِنْ قَبْلِکُمْ متعلق ہے خَلَوْا سے۔

= مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ بیان ہے مَثَلُ سے۔

= اَلْبَاْسَآءُ۔ سختی، فقر، تنگی، اسم مؤنث ہے۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے بعض کے نزدیک صفت ہے جو قائم مقام ہے موصوف کے۔

= اَلضَّرَّآءُ۔ تکلیف۔ سختی۔ تنگی، مرض، مصیبت اسم مؤنث ہے اور سَرَّآءُ۔ نَعْمَآءُ کی ضد ہے۔ بَاْسَآءُ وَضَرَّآءُ دونوں اسم مؤنث ہیں۔ ان کا مذکر نہیں آتا۔ ان کی جمع فراء کے نزدیک اَبْؤُسٌ وَاَضُرٌّ بروزن نَعْمَآءُ اَنْعُمٌ جائز ہے۔

= وَزُلْزِلُوْا۔ واؤ عاطفہ ہے اور اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ زُلْزِلُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ زَلْزَلَةٌ۔ زِلْزَالٌ۔ مصدر وہ جھڑجھڑائے گئے۔ وہ زلزلہ میں آگئے وہ ہلا ڈالے گئے۔

= لَمَّا۔ حرف جازم ہے لَمْ کی طرح فعل پر داخل ہوتا ہے اور اس کو جزم دیتا ہے۔ اور مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ جیسے لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (۴۹: ۱۴)

لَمْ اور لَمَّا کے درمیان بوجوہ ذیل فرق کیا جا سکتا ہے۔

(۱) لَمْ۔ حرف شرط کے ساتھ آسکتا ہے جیسے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ لیکن لَمَّا نہیں آسکتا۔

۲۔ لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانہ حال تک ممتد۔ مسلسل اور مستمر ہوتی ہے جیسے آیۃ ہذا۔ یا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ اور ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ شاس عبدی ممزق کا شعر ہے ؎

فَاِنْ کُنْتُ مَاکُوْلاً فَکُنْ خَیْرَ اٰکِلٍ — وَاِلَّا فَادْرِکْنِیْ وَلَمَّا اُمَزَّقٖ

ترجمہ: اگر مجھے خوراک ہی بننا ہے تو تُو ہی بہتر کھانے والا بن جا۔ ورنہ میری مدد کو پہنچ ابھی تک میں تکّا بوٹی نہیں کیا گیا۔

لَمْ سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے اس کا تسلسل اور اتصال کبھی تو حال تک ہوتا ہے جیسے وَلَمْ اَکُنْ م بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ؕ (۱۹:۴) (اے میرے رب ابھی تک تجھے پکار کر میں نامراد نہیں رہا اور کبھی حال سے پہلے نفی کا انقطاع ہوجاتا ہے جیسے لم یکن شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ (۷۶:۱) پہلے وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ یعنی پہلے وہ بالکل معدوم تھا اب موجود ہوگیا۔

۳۔ لَمَّا سے حاصل شدہ نفی ماضی قریب میں ہوتی ہے اور لَمْ سے حاصل شدہ نفی ماضی مطلق میں خواہ قریب ہو یا بعید۔ اسی لئے لَمْ یَکُنْ زَیْدٌ فِی الْعَامِ الْمَاضِیْ مُقِیْمًا۔ (زید گذشتہ سال مقیم نہ تھا۔ ماضی لبعید) صحیح ہے۔ لیکن لَمَّا کا استعمال اس جگہ صحیح نہیں کیونکہ سال گذشتہ ماضی لبعید ہے ماضی قریب نہیں۔

۴۔ لَمَّا سے جس چیز کی نفی ہوتی ہے آئندہ اس کے ہونے کی توقع ہوتی ہے۔ جیسے بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ۔ بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ یعنی آئندہ چکھنے کی توقع ہے۔ لَمْ میں یہ شرط نہیں ہے۔

۵۔ لَمَّا کا مدخول جائز الحذف ہے لیکن لَمْ کا ایسا حال نہیں ہے۔ جیسے

فَجِئْتُ قُبُوْرَھُمْ بَدْءًا وَلَمَّا = فَنَادَیْتُ الْقُبُوْرَ فَلَمْ یُجِبْنَہْ (یعنی لَمَّا اَکُنْ بدءً)

میں ان کی قبروں پر سردار قوم کی حالت میں پہنچا اور اس سے پہلے میں سردار ہوا ہی نہیں تھا۔ میں نے قبروں کو پکارا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

لَمَّا (جب) حرف شرط ہے یا حرف وجود لوجود یا حرف وجوب لوجوب۔ ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے شرط و جزا۔ ابن سراج۔ ابن جنی اور فارسی وغیرہ کا قول ہے کہ لَمَّا حرف شرط نہیں بلکہ اسم ظرف ہے حِیْنَ کا ہم معنیٰ۔ ابن مالک نے کہا ہے لَمَّا اِذْ کی طرح ہوتا ہے۔ اِذْ کا مدخول بھی جملہ ماضیہ ہوتا ہے۔ اور لَمَّا کا بھی۔

لَمَّا کی جزا کا فعل ماضی ہونا بالاتفاق صحیح ہے بلکہ جمہور کے نزدیک شرط ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰکُمْ

اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ (۱۷: ۶۷) جب اس نے بچاکر تم کو خشکی تک پہنچادیا تو تم نے روگردانی کی
ابن مالک کہتا ہے لَمَّا کی جزاء کے مقام میں کبھی ایسا جملہ اسمیہ واقع ہوتا ہے جس کا آغاز اِذَا مفاجاتیہ سے ہوتا ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ (۲۹: ۶۵) جب اس نے ان کو بچاکر خشکی تک پہنچا دیا تو ایک دم وہ شرک کرنے لگے۔
یا اس کے شروع میں فاء ہوتی ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ط (۳۱: ۳۲) جب ان کو بچاکر خشکی تک پہنچا دیا ۔ تو ان میں کچھ لوگ سیدھی چال پر رہے۔
ابن معصفور نے صراحت کی ہے کہ لَمَّا کی جزا میں کبھی فعل مضارع آتا ہے جیسے فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ (۱۱: ۷۴) جب ابراہیمؑ کے دل سے خوف جاتا رہا۔ اور خوشخبری پہنچ گئی تو ہمارے فرشتوں سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے
لَمَّا (مگر) استثنائیہ بھی آتا ہے اِلَّا کا ہم معنیٰ۔ جیسے اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (۸۶: ۴) کوئی نفس ایسا نہیں کہ اس کے اعمال کا نگران (فرشتہ) نہ ہو۔ یہ ترجمہ لَمَّا نافیہ کا ہے جیسا کہ بعض لوگ اس جگہ قائل ہیں۔ محل استثناء کے لحاظ سے ترجمہ اس طرح ہوگا۔: کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ) مامور ہے۔ (لغات القرآن از مولانا عبدالدائم الجلالی)
= اَلَا ۔ خبردار ہوجاؤ۔ جان لو، سن رکھو، خبردار۔ یہ حرف کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱) تنبیہ۔ جیسے اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ (۲: ۱۳) سن لو کہ یہی بیوقوف ہیں (۲) توبیخ و انکار جیسے اَلَا زَيْدٌ قَائِمٌ۔ (۳) تمنی جیسے اَلَا تَنْزِلُ عِنْدِيْ (۴) عرض۔ یعنی کسی چیز کا نرمی سے مانگنا جیسے اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (۲۴: ۲۲) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کردے۔
(۵) تحضیض کے لئے۔ یعنی کسی چیز کے سختی کے ساتھ مطالبہ کے لئے جیسے اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (۹: ۱۳) بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبرِ خدا کے جلاوطن کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا اور انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) پہل کی
علامہ زمخشری رح قاضی بیضاویؒ اور علماء کی ایک جماعت کے خیال میں اَلَا ۔ ہمزہ استفہام اور لام نافیہ سے مرکب ہے جو اپنے مابعد کے تحقیق و ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب استفہام نفی پر داخل ہوتا ہے تو اس سے مزید ثبوت مقصود ہوتا ہے چنانچہ آیت اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى (۷۵: ۴۰) کیا اس (خدا) کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ کردے۔
اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ میں اَلَا بطور حرف تنبیہ آیا ہے اور مابعد کی تحقیق پر دلالت کرتا ہے یعنی

سُن لو اللہ کی مدد آیا ہی چاہتی ہے۔

۲ : ۲۱۵ = مَاذَا۔ کیا چیز ہے، کیا ہے، مَا حرفِ استفہام ہے اور ذَا فصل کے لئے آیا ہے تاکہ مَا نافیہ اور مَا استفہامیہ میں تمیز ہو سکے۔ یا مَا استفہامیہ ہے اور ذَا موصولہ ہے۔ یا مَا استفہامیہ ہے اور ذَا زائد ہے۔

= یُنْفِقُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ خرچ کریں۔ اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر

= مَا اَنْفَقْتُمْ۔ میں مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ۔

= مِنْ خَیْرٍ۔ ای مِنْ مَّالٍ۔ خیر کے معنیٰ بہتر، بھلائی۔ نیکی۔ نیک کام۔ پسندیدہ چیز۔ شر کی ضد ہے۔ خیر بمعنی مال قرآن مجید میں اور جگہ بھی آیا ہے جیسے۔ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةُ (۲ : ۱۸۰) (جب تم میں سے کسی پر موت کا وقت آجائے اور) اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانیوالا ہو تو تم پر دستور کے مطابق والدین اور اقرباء کے لئے وصیت کرنا فرض ہے خدا سے ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے۔ یا وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۱۰۰ : ۸) اور وہ مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔

= فَلِلْوَالِدَيْنِ۔ ای فَانْفِقُوْا عَلَى الْوَالِدَيْنِ۔

= اِبْنَ السَّبِيْلِ۔ مسافر۔ لفظی معنی ہیں راستہ کا بیٹا۔ چونکہ مسافر راہ نوردی کرتا ہے اس لئے اسے اِبْنَ السَّبِيْل کہتے ہیں۔

= وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ۔ میں مَا موصولہ ہے اور خَيْرٍ سے مراد نیکی (کوئی بھی ہو کسی بھی صورت میں ہو) ہے۔ یہ جملہ شرط کے معنوں میں ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ جوابِ شرط ہے۔

(۲ : ۲۱۶) كُتِبَ عَلَيْكُمُ۔ كَتَبَ عَلٰى۔ واجب قرار دینا۔ فرض کر دینا۔ اَلْقِتَالُ ای الْجِهَادُ۔

= كُرْهٌ۔ ناگوار چیز۔ کریہہ۔ مشقت۔ مصدر بمعنی مفعول (مکروہ) ہے جیسے نَقْضٌ بمعنی مَنْقُوْضٌ ہے

= عَسٰى۔ عنقریب ہے، شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے افعال مقاربہ میں سے ہے۔ محبوب چیزیں امید کے لئے اور مکروہ بات میں خوف کے لئے ہے۔

= تَكْرَهُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ كَرِهَ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تم ناپسند کرتے ہو۔ تم ناپسند کرو تم مکروہ سمجھو، تم کو ناگوار معلوم ہو، تم کو برا لگے۔ تم کو دشوار لگے۔

۲ : ۲۱۷ = اَلشَّهْرِ الْحَرَامِ۔ موصوف وصفت۔ حرمت والا مہینہ۔

فائدہ۔ جمادی الثانی ۲ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ کو آٹھ (یا بعض کے نزدیک بارہ) مہاجرین کا سردار بنا کر قریش کے ایک قافلہ کے مقابلہ میں بھیجا۔ جس شب یہ مقابلہ ہوا جس میں قریش کے چند آدمی مارے گئے تھے وہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ لیکن حضرت عبداللہ رضؓ

اوران کے ساتھی اسے جمادی الثانی کی آخری تاریخ سمجھ رہے تھے۔ چونکہ رجب کا مہینہ ماہ حرم ہے جس میں قتال ممنوع تھا۔ اس لئے حضرت عبد اللہ اور ان کے ساتھی سخت دلگیر ہوئے کہ ان سے ایسی غلطی سرزد ہوئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اہل مکہ نے جو گناہ قصدًا اور عنادًا کئے تھے مثلاً لوگوں کو اسلام سے روکنا۔ اللہ کو نہ ماننا۔ لوگوں کو مسجد حرام سے روکنا۔ اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا۔ (یعنی مسجد والوں کو اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضو تھے) اور شرک کرنا۔ جو قتل سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ یعنی خود تو اہل مکہ ایسے گناہوں کے مرتکب تھے۔ ان کو کیا حق ہے کہ وہ مسلمانوں پر طعن و تشنیع کریں۔ باوجود اس کے کہ ان سے یہ فعل غلطی سے سرزد ہو گیا تھا۔

= قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ۔ قِتَالٌ باب مفاعلۃ سے مصدر ہے مُقَاتَلَةٌ بھی باب مفاعلۃ سے مصدر ہے فِیْهِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ ہے كَبِيْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے بڑا (یہاں گناہ ہونے کے لحاظ سے بڑا مراد ہے)

= صَدٌّ۔ صَدَّ يَصُدُّ (باب ضَرَبَ ونَصَرَ) کا مصدر ہے۔ رُکنا (فعل لازم) روکنا (فعل متعدی) دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ خدا کے راستہ سے روکنا یعنی لوگوں کو اسلام لانے سے روکنا۔

= كُفْرٌۢ بِهٖ۔ بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللّٰه ہے اور اس سے کفر کرنا اللہ کو نہ ماننا۔

= وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط ای وصد عن المسجد الحرام اور مسجد حرام سے روکنا۔

= اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ۔ ای اهل المسجد الحرام۔

= اَلْفِتْنَةُ۔ فساد و شرک

= اَلْقَتْلِ۔ بمعنی عمرو حضرمی کا قتل جو قریش کے قافلہ میں سے تھا۔ اور عام فساد اور شرک بھی مراد ہو سکتا ہے۔

= وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ۔ لَا نفی۔ يَزَالُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (یہ لوگ) ہمیشہ لڑتے رہیں گے (کفار مکہ کی طرف اشارہ ہے) لَا يَزَالُ۔ مَازَالَ مَادَامَ۔ ماانفکّ۔ افعال ناقصہ ہیں ہمیشہ حرف نفی کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں لیکن مثبت کے معنی ادا کرتے ہیں۔

= اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔ اِنْ شرطیہ ہے اِنِ اسْتَطَاعُوْا جملہ شرطیہ ہے اور لَا يَزَالُوْنَ... عَنْ دِيْنِكُمْ۔ جزا۔

= حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ۔ حَتّٰى تعلیل کے لئے ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَعْبُدُ اللّٰهَ حَتّٰى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔

میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں تاکہ جنت میں جاؤں۔ یَرُدُّوْکُمْ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب رَدٌّ (باب نَصَرَ) سے مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، تاکہ وہ تم کو لوٹا دیں۔ وہ تم کو مرتد بنا دیں۔ آیت کا ترجمہ ہوگا: یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے تاکہ اگر مقدور رکھیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں

= وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ۔ میں مَنْ شرطیہ ہے یَرْتَدِدْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِرْتِدَادٌ (افتعال) مصدر بمعنی لوٹ جانا۔ مرتد ہو جانا۔ اور جو تم میں سے مرتد ہو گیا یعنی اپنے دین سے پھر گیا۔ فَیَمُتْ اور مر گیا (اس کا عطف یَرْتَدِدْ پر ہے)

وَھُوَ کَافِرٌ۔ جملہ حالیہ ہے در آں حالیکہ وہ کافر ہو۔ وَمَنْ یَرْتَدِدْ سے لے کر وَھُوَ کَافِرٌ تک شرط۔ اور اس سے اگلا جملہ فَاُولٰٓئِكَ ..... خَالِدُوْنَ جزاء ہے۔

= فَاُولٰٓئِكَ میں فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر غائب اور مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ میں ضمیر فاعل مشارٌ الیہ ہے۔

= حَبِطَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ حَبْطٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ وہ اکارت گئے۔ وہ مٹ گئے۔ وہ ضائع ہو گئے۔

= فِیْھَا۔ فِیْ حرف جار۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ النَّار (دوزخ) کے لئے ہے ای فی النار

= خٰلِدُوْنَ ۝ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ خُلُوْدٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔ سدا رہنے والے

۲ : ۲۱۸ = ھَاجَرُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُھَاجَرَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر (انہوں نے (اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے) وطن چھوڑا

= جَاھَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُجَاھَدَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ انہوں نے جہاد کیا

= یَرْجُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب رِجَاءٌ (باب نَصَرَ) وہ امید رکھتے ہیں۔

۲ : ۲۱۹ = اَلْخَمْرِ۔ شراب انگوری۔ اصل میں تو انگور کے کچے پانی کا نام جبکہ وہ نشہ آور ہو "خمر" ہے لیکن مجازاً ہر نشیلی شراب کو خمر کہہ دیتے ہیں۔

خمر یا تو اِخْتِمَارٌ بروزن (افتعال) سے ماخوذ ہے جس کے معنی خمیر اٹھنے کے ہیں چونکہ اس میں بھی خمیر اٹھ کر جوش پیدا ہوتا ہے اور جھاگ آنے لگتے ہیں اس لئے اس کا نام خمر ہوا۔

یا یہ مُخَامَرَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے مشتق ہے جس کے معنی چھپا لینے کے ہیں۔ چونکہ یہ وسواس کو گم کر دیتی ہے اور عقل و ہوش کو چھپا دیتی ہے۔ اس لئے خمر سے موسوم ہوئی۔

خُمَارٌ وہ چیز جس سے کوئی چیز چھپائی جاوے۔ خِمَارٌ۔ عورت کی اوڑھنی جس کے ساتھ وہ اپنے سر کو چھپاتی ہے اس کی جمع خُمُرٌ ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ۔ (۲۴ : ۳۱)

وہ (عورتیں) اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں۔

= اَلْمَیْسِرِ۔ اسم و مصدر میمی۔ جوا۔ جوا کھیلنا۔ یَسَرَ۔ یَیْسِرُ۔ یَسْرٌ (باب ضَرَبَ) جوا کھیلنا۔ یُسْرٌ آسانی (جوا میں بھی مال آسانی سے حاصل ہوتا ہے)

فائدہ۔ قرآن حکیم میں شراب کے حرام ہونے کے متعلق بتدریج مندرجہ ذیل آیات ہیں۔

(۱) وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَکَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (۱۶: ۶۷) اس میں سَکَرًا کو رِزْقًا حَسَنًا سے علیحدہ کر دیا ہے یعنی کھجور اور انگور سے نشہ حاصل کرنا رزق حسن نہیں ہے۔ یہاں شراب کے خلاف لطیف اشارہ ہے۔

(۲) یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ.... الخ (۲: ۲۱۹) آیہ ہذا۔ اس کے متعلق شراب کے متعلق فرمان ہے کہ اس میں گو لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں لیکن اس کا گناہ منافع سے بڑھ کر ہے۔ یہ حرمت شراب کے متعلق دوسرا قدم ہے۔

(۳) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (۴: ۴۳) یہاں ایک حد تک صریحًا ممانعت کر دی اور یہ حرمت شراب کی طرف تیسرا قدم تھا۔

(۴) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (۵: ۹۰) یہاں شراب قطعی طور پر حرام ہو گئی اس کو شیطان کا فعل قرار دیکر اجتناب کا حکم ہو گیا اور جہاں نہی کسی فعل کی ہو اس کا کرنا صریحًا حرام ہے۔ آیۃ شریف ۵: ۹۱ بھی اسی مضمون کے متعلق ہے۔

= مَاذَا۔ ملاحظہ ہو آیت ۲: ۲۱۵۔ متذکرۃ الصدر

= اَلْعَفْوَ۔ ای قل انفقوا العفو۔ اَلْعَفْوُ آسان۔ حاجت سے زیادہ۔ معاف کر دینا۔ یہ عَفَا یَعْفُوْا (باب نَصَرَ) کا مصدر ہے بقدر طاقت جو بن آئے۔ جو اپنے اور عیال کے خرچ سے زائد ہو۔ عَفُوٌّ بروزن فَعُوْلٌ۔ بہت زیادہ معاف کرنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

= یُبَیِّنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر کھول کر بیان کرتا ہے۔

۲: ۲۲۰ = قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ۔ ای اِصْلَاحُ اَمْوَالِ الْیَتٰمٰی من غیر اخذ اجرۃ ولا عوض خیر لکم ای اعظم اجرًا۔ یعنی یتیموں کے اموال یا کاروبار میں بغیر اجرت و عوضانہ ترقی کی کوشش کرنا۔ تمہارے لئے بہتر اجر کا باعث ہوگا۔

= اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ۔ اِنْ شرطیہ تُخَالِطُوْا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر۔ مُخَالَطَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اگر تم ان کو ملا لو۔ ان سے مشارکت کر لو۔ جملہ شرطیہ ہے فَاِخْوَانُکُمْ جواب

شرط۔ تو وہ تمہارے بھائی ہی ہیں اس لئے مشارکت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

= اَلْمُفْسِدَ - اسم فاعل واحد مذکر۔ فَسَادٌ (باب ضَرَبَ، نَصَرَ) مصدر۔ بگاڑنے والا۔

= اَلْمُصْلِحِ - اسم فاعل واحد مذکر اِصْلَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر، درستی کرنے والا۔ بگاڑ نہ کرنے والا۔ صَالِحٌ نیک۔ درست عمل کرنے والا۔

= وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَاَعْنَتَکُمْ۔ واؤ عاطفہ لَوْ حرف شرط شَآءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَشِیْئَۃٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر۔ اور اگر اللہ چاہتا۔ شَآءَ اصل میں شَیِئَ تھا۔ یٖ متحرک ما قبل مفتوح اس لئے یٖ کو الف سے بدلا گیا ہے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ جملہ شرطیہ ہے۔ لَاَعْنَتَکُمْ۔ لام تاکید کے لئے ہے یا جواب شرط کے لئے ہے۔ اَعْنَتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْنَاتٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی مشقت میں ڈالنے کے ہیں۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تو تمہیں مشکل میں ڈال دیتا۔ یعنی اس باب میں کوئی سخت قانون بنا دیتا۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔

۲ : ۲۲۱ = لَا تَنْکِحُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نِکَاحٌ (باب ضرب، نَصَرَ) مصدر۔ تم نکاح مت کرو۔ تم عقد نہ کرو۔ اَلْمُشْرِکٰتِ۔ مشرک عورتوں کے ساتھ۔

= یُؤْمِنَّ۔ مضارع جمع مؤنث غائب۔ اِیْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں

= وَلَاَمَۃٌ۔ لام تحقیق کے معنوں میں ہے۔ اَمَۃٌ۔ لونڈی، باندی، اسم ہے علامہ بیضاوی کے نزدیک اَمَۃٌ سے مراد عورت ہے خواہ حُرّہ ہو خواہ لونڈی ہو۔ کیونکہ سب مرد و عورت اللہ تعالیٰ کے غلام اور باندیاں ہیں وَالْاَمَۃُ۔ ای والمرأۃ المؤمنۃ حرۃ کانت او مملوکۃ فان الناس کلھم عبید اللہ واماءہ۔

= وَلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ۔ واؤ حالیہ ہے لَوْ بمعنی اگرچہ۔ عبارت کچھ یوں ہوگی۔ ولو کان الحال ان المشرکۃ تُعْجِبُکُمْ و تُحِبُّوْنَھَا اگرچہ حال یہ ہو کہ مشرکہ عورت تمہیں بھلی لگے اور تم اسے چاہتے ہو۔ اَعْجَبَتْکُمْ ماضی واحد مؤنث غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِعْجَابٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ تم کو بھلی لگی۔ اَعْجَبَ کے اصل معنی TO EXCITE WONDER کے ہیں۔ دوسرے میں پسند اور کشش کے جذبات ابھارنا۔ یعنی اگرچہ وہ عورت تم میں پسند اور کشش کے جذبات کا موجب ہو۔ پکھتال نے اس کا انگریزی میں ترجمہ یہ کیا ہے THOGH SHE PLEASE YOU اور عبداللہ یوسف علی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ EVEN THOUGH SHE ALLURE YOU

= وَلَا تُنْکِحُوْا۔ واؤ عاطفہ لَا تُنْکِحُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِنْکَاحٌ (افعال) مصدر۔ تم نکاح نہ کردو۔ تم عقد مت کرادو۔ اَلْمُشْرِکِیْنَ یہ لَا تُنْکِحُوْا کا مفعول ہے جملہ میں ایک مفعول محذوف ہے

تقدیر کلام ہے: وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ اور نہ تم اپنی مومن عورتوں کا عقد مشرکین سے کراؤ۔

= وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ: اگرچہ حال یہ ہو کہ مشرک تمہیں بھلا لگے۔ پسند آئے۔

= اُولٰٓئِكَ۔ المشرکین والمشرکٰت کی طرف اشارہ ہے۔

اُولٰٓئِكَ ...... الخ علت بیان کی گئی ہے مندرجہ بالا حکم کی۔

= يَدْعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ دَعْوَةٌ و دُعَآءٌ (باب نصر) مصدر وہ بلاتے ہیں وہ دعوت دیتے ہیں۔

= بِاِذْنِهٖ۔ اپنے امر وارادہ سے۔ اپنے فضل و کرم سے۔ توفیق دے کر اور آسانی پیدا کر کے۔

= يُبَيِّنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَبْيِيْنٌ (تفعيل) مصدر وہ کھول کر بیان کرتا ہے۔

= يَتَذَكَّرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَذَكُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ وہ نصیحت حاصل کریں وہ نصیحت پکڑیں۔

۲: ۲۲۲ = اَلْمَحِيْضِ۔ مصدر میمی ہے۔ بمعنی حیض آنا۔ جیسے مَبِيْتٌ۔ رات گذارنا۔ مَجِيْئٌ (ج ی ء) آنا۔ جَآءَ يَجِيْئُ۔ کا مصدر۔ محیض کے معنی (۱) حیض۔ یعنی وہ خون جو مخصوص دنوں میں صفتِ خاص کے ساتھ عورت کے رحم سے جاری ہوتا ہے (۲) ظرفِ زمان۔ وقتِ حیض یا زمانہ حیض۔ (۳) ظرفِ مکان۔ مقام حیض۔

= اَذًى۔ ہر وہ ضرر جو ذی روح کی رُوح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اُخروی۔ گندگی، بیماری المنجد میں اس کے معنی تھوڑا ضرر۔ خفیف نقصان کے لکھے ہیں۔ اَذِىَ يَاْذٰى (سَمِعَ) تکلیف پانا اور اٰذٰى يُؤْذِىْ اِيْذَآءً (افعال) تکلیف دینا۔ اذی۔ مادّہ۔

= اِعْتَزِلُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم الگ رہو۔ تم چھوڑ دو۔ (یعنی عورتوں کے پاس زمانہ حیض میں نہ جاؤ) اِعْتِزَالٌ۔ (افتعال) بمعنی چھوڑنا۔ کنارہ کش ہونا۔ ایک طرف ہو جانا۔ الگ ہو جانا۔ اسی سے لفظ معتزلہ نکلا ہے۔ الگ ہو کر بنا ہوا فرقہ (واصل بن عطار اور اس کے پیروکار)

= فِى الْمَحِيْضِ۔ ای فی زمان الحیض۔ حیض کے ایام میں۔

= يَطْهُرْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب۔ طَهَارَةٌ وَطُهْرٌ (باب نصر و کرم) یہاں تک کہ وہ عورتیں پاک ہو جائیں۔

= تَطَهَّرْنَ۔ ماضی جمع مؤنث غائب۔ تَطَهُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ پاک ہوں۔ وہ پاک ہوتی ہیں۔ پاک ہو جائیں۔

= فَاْتُوْهُنَّ۔ اَتٰى يَاْتِىْ اِتْيَانٌ۔ (باب ضرب) مصدر سے۔ اِئْتُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ پس تم ان عورتوں کے پاس آؤ۔ تم ان سے مجامعت کرو۔
= حَیْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے۔ بنی برضمہ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ تو جہاں سے خدا نے تمہیں حکم دیا ہے یا ارشاد فرمایا ہے ان کے پاس جاؤ۔
= اَلتَّوَّابِیْنَ۔ توَّابٌ کی جمع تَوَّابٌ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے تَابَ یَتُوْبُ تَوْبَۃٌ (باب نصر) مصدر سے۔ بہت پھر آنیوالے۔ بہت توبہ کرنے والے۔ تَوَّابٌ۔ ہر دو بہت توبہ کرنے والا (بندہ) بہت توبہ قبول کرنے والا (خدا) کے معنی میں آتا ہے۔
= اَلْمُتَطَھِّرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلْمُتَطَھِّرُ واحد مذکر۔ تَطَھُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ پاک وصاف رہنے والے۔ پاک ہونے والے۔ یُحِبُّ کا مفعول ہے۔
۲: ۲۲۳ = حَرْثٌ۔ کھیتی۔ زراعت۔ حَرْثٌ (باب ضَرَبَ) سے مصدر بھی ہے۔ بمعنی بیج ڈالنا کھیتی کرنا۔ کھیت کو حَرْثٌ کہتے ہیں۔
= اَنّٰی۔ مندرجہ ذیل معنوں میں مستعمل ہے۔

(۱) اسم ظرف زمان۔ } جیسے فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ۔ پس اپنی کھیتی میں جاؤ جب چاہو۔ جہاں سے چاہو۔
(۲) اسم ظرف مکان۔
(۳) (ا) بمعنی کَیْفَ۔ یعنی جیسے جس ہیئت سے چاہو۔

(ب) بمعنی کَیْفَ۔ کیونکر۔ کیسے۔ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا (۲: ۲۵۹) خدا اس (کے باشندوں) کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا۔
(۴) بمعنی مِنْ اَیْنَ۔ جیسے یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا۔ (۳: ۳۷) اے مریم یہ (کھانا) تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔
= شِئْتُمْ۔ ماضی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم نے چاہا۔ تم چاہو۔ شَآءَ یَشَآءُ مَشِیْئَۃٌ۔ (باب سَمِعَ) مصدر (نیز ملاحظہ ہو: ۲: ۲۲۰)
= قَدِّمُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَقْدِیْمٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ تم پہلے بھیج دو۔ آگے بھیجو۔ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ۔ اور اپنے لئے (اعمال صالحہ) آگے (آخرت میں جو کام آئیں) بھیجو۔
مطلب یہ ہے کہ عورتوں سے صحبت کرنے کو فقط اس وقت کی لذت ہی مقصود نہ رکھو، بلکہ ان فائدوں کا قصد کرو جو دین کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ مثلاً حرام کاری سے بچنا۔ نیک اولاد کا ہونا۔ کہ تمہارے لئے دعا اور استغفار کرے۔ اور اگر مر جائے تو قیامت میں پیش خیمہ ہو۔ کیونکہ مباح امور اگر خالص اور صحیح نیت کے زیر اثر ہوں تو عبادت بن جاتے ہیں۔

= مُلٰقُوْهُ ۔ مُلٰقُوْا۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مضاف۔ مُلٰقُوْا اصل میں مُلٰقُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ مضاف الیہ۔ اس سے ملنے والے۔ اس کے پاس پہنچنے والے۔ مُلٰقَاۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر لقی مادّہ۔

۲ : ۲۲۴ = عُرْضَۃً ۔ آڑ۔ نشانہ۔ بہانہ۔ ہتھکنڈا۔ اَیْمَانِکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری قسمیں وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ اور اللہ کو اپنی قسموں کے لئے آڑ یا بہانہ نہ بناؤ یعنی کسی اچھے کام کے نہ کرنے پر خدا کی قسم نہ کھا بیٹھو۔ کہ جب اس کے کرنے کو کہا جائے۔ تو اپنی قسم کو آڑ بنا کر نیک کام کرنے سے محروم نہ رہو۔ یا مطلب نکالنے کے لئے بات بات پر قسم نہ کھایا کرو۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے باعزت نام کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

= اَنْ ۔ کہ۔ یہ کہ۔ اس کی چار صورتیں ہیں ۔

(۱) اَنْ ۔ مصدریہ۔ ماضی و مضارع پر داخل ہو کر مضارع کو نصب دیتا ہے اور اس کا ما بعد بمنزلہ مصدر ہوتا ہے جیسے وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ۔ (۲ : ۱۸۴) اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے

(۲) اَنْ ۔ مخففہ۔ جو کہ شروع میں ثقیلہ تھا۔ پھر خفیفہ کر لیا گیا۔ یہ کسی شے کی تحقیق اور ثبوت کے معنیٰ دیتا ہے۔ جیسے عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی۔ (۷۳ : ۲۰) معلوم ہوا کہ بے شک تم میں سے کتنے ہی بیمار ہو جائیں گے۔

(۳) اَنْ ۔ زائدہ۔ جو لَمَّا کی تاکید کے لئے آتا ہے ، جیسے فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ (۱۲ : ۹۲) پھر جب پہنچا خوشخبری دینے والا۔

(۴) اَنْ ۔ مفسرہ۔ یہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنیٰ پائے جائیں خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو جیسے فَاَوْحَیْنَآ اِلَیْہِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْکَ (۲۳ : ۲۷) پھر ہم نے اس کو حکم بھیجا کہ کشتی بنا۔

یا دلالت معنوی ہو جیسے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْہُمْ اَنِ امْشُوْا۔ (۳۸ : ۶) تو ان میں جو معزز تھے وہ چل کھڑے ہوئے (اور بولے) کہ چلو۔ یعنی ان کے کہنے کا مطلب گویا یہ کہنا تھا کہ تم بھی چلو

آیت ہذا میں اَنْ مصدریہ ہے۔

= تَبَرُّوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ بِرٌّ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تَبَرُّوْا۔ اصل میں تَبَرُّوْنَ تھا۔ اَنْ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ تم نیکی کرتے ہو۔ یا کرو گے۔

= تَتَّقُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ بمعنی پرہیز کرنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ کہ تم بچتے رہو گے۔ ڈرتے رہو گے۔ یا پرہیز کرو گے یا کرتے ہو۔ تَتَّقُوْا اصل میں تَتَّقُوْنَ تھا۔ نون اعرابی

بوجہ عمل اَنْ گر گیا۔

= تُصْلِحُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِصْلَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم صلح کراتے ہو، تم اصلاح کرتے ہو۔ اصل میں تُصْلِحُوْنَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ عمل اَنْ ساقط ہو گیا۔

اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ۔ (کہ اللہ کے نام کی قسم کا بہانہ کر کے (تم) نیکی اور پرہیزگاری اور لوگوں میں اصلاح نہ کرو۔ یا یہ کہ نیکی کرنے کو اور پرہیزگاری کو صلح بین الناس کو خدا کی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

= سَمِيْعٌ۔ سَمْعٌ سے بروزن فعیلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سننے والا۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی "جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہے" عَلِيْمٌ عِلْمٌ سے بروزن فَعِيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ ہر دو اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ہیں۔

۲: ۲۲۵ = لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ۔ اللّٰهُ۔ فاعل۔ لَا يُؤَاخِذُ فعل کُمْ ضمیر مفعول۔ لَا يُؤَاخِذُ فعل مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب۔ مُؤَاخَذَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر بمعنی مؤاخذہ کرنا۔ گرفت کرنا۔ پکڑ کرنا۔ اللہ گرفت نہیں کرے گا تمہاری۔

= بِاللَّغْوِ۔ ب سببیہ۔ اللَّغْوُ (باب نَصَرَ) بے معنی بات۔ جو کسی گنتی شمار میں نہ ہو۔ جو سوچ سمجھ کر نہ کی جائے۔ بے ہودہ بات۔ یا بیہودہ چیز۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (۲۳: ۳) اور جو بے ہودہ باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ پہلو تہی کرتے ہیں۔

لغوٌ اس قسم کو کہتے ہیں جو بغیر نیت قسم کے بطور تکیہ کلام کے منہ سے نکل جاتی ہے۔ بقول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آدمی کی لغو قسم اس طرح کہنا ہے کہ لَا وَاللّٰهِ۔ بَلٰی وَاللّٰهِ۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں سے بیہودہ قسم پر تم سے مؤاخذہ نہیں کریگا۔ اخذَ.... بِ۔ کسی چیز کو پکڑنا۔ کسی کو گناہ پر سزا دینا۔ مؤاخذہ کرنا۔

= بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ۔ مَا موصولہ۔ كَسَبَتْ، فعل ماضی۔ واحد مؤنث غائب۔ كَسْبٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ کمائی کرنا۔ نفع کے لئے کوئی کام کرنا خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا برا۔ یہاں اس کا استعمال قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی سے کام کرنے کے لئے ہوا ہے۔ یعنی وہ قسمیں جو تمہارے دلوں نے ارادۃً اور نیّۃً کھائی ہوں۔ لیکن تم سے اس (قسم) پر مؤاخذہ کرے گا۔ جو تم نے دلی ارادہ سے کھائی ہو۔ جس پر تمہارے دلوں نے قصد کیا ہو۔

= غَفُوْرٌ۔ مَغْفِرَةٌ۔ مصدر (باب ضَرَبَ) سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت بخشنے والا۔ حَلِيْمٌ حِلْمٌ سے بروزن فَعِيْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بردبار۔ تحمل والا۔ حِلْمٌ۔ جوش غضب سے اپنے

نفس اور طبیعت کو روکنا۔ بردباری۔ تحمل کرنا۔

۲ : ۲۲۶ = یُؤْلُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِیْلَاءٌ (افعالٌ) وہ عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھاتے ہیں۔ اِیْلَاءٌ و اَلِیَّۃٌ۔ اصل میں اس قسم کو کہتے ہیں کہ جس پر قسم کھانے والے کو تکلیف اور کوتاہی کا سامنا کرنا پڑے۔ اور اصطلاحِ شریعت میں اِیْلاء اس قسم کو کہتے ہیں جو عورت کے ساتھ جماع نہ کرنے پر اٹھائی جا

اَلَوْتُ فِی الْاَمْرِ۔ کے معنی ہیں کسی کام میں کوتاہی کرنا۔ قسم کھانے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ۔ (۲۴ : ۲۲) اور جو لوگ تم میں سے صاحبِ فضل (اور صاحب وسعت) ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں ......

= تَرَبُّصَ۔ بروزن تَفَعُّلٌ مصدر ہے۔ انتظار کرنا۔ خواہ کسی معاملہ کے ختم ہونے یا پورا ہونے کا انتظار ہو۔ یا کسی سامان کی گرانی یا ارزانی کا۔

آیت میں تَرَبُّصُ اَرْبَعَۃِ اَشْھُرٍ۔ مبتدا ہے اور لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ خبر ہے۔

= فَاِنْ فَآءُوْا۔ اِنْ۔ شرطیہ۔ فَآءُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ فَیْئٌ (باب ضرب) مصدر ف ی ء مادہ۔ (سایہ کا) ہٹ جانا۔ فَاءَ اِلٰی (کسی چیز کی طرف) لوٹنا۔ اگر (اس عرصہ میں قسم سے) رجوع کرلیں۔ جملہ شرطیہ ہے۔ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ جوابِ شرط۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ (۴۹ : ۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کر لائے۔ اور سایہ کے لوٹنے کے معنی میں ہے یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ (۱۶ : ۴۸) جن کے سائے ..... لوٹتے ہیں۔

فَیْئٌ۔ مال غنیمت۔ فِئَۃٌ گروہ، جماعت۔ بھی اسی مادہ سے ہے جس کا مطلب وہ جماعت جس کے افراد تعاون و تقاصد کے لئے ایک دوسرے کی طرف لوٹ کر آئیں۔

۲ : ۲۲۷ = وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ۔ جملہ شرطیہ ہے ضمیر فاعل۔ عَزَمُوْا کا مرجع وہ لوگ ہیں جنہوں نے عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا رکھی تھی۔ عَزَمُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ عَزْمٌ (باب ضَرَبَ) مصدر پختہ ارادہ کرلینا۔ اور اگر انہوں نے طلاق کا ہی پختہ ارادہ کرلیا ہے فَاِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ جواب شرط۔ تو یاد رکھو اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے (یعنی ان کے قول و فعل اور نیت سے بخوبی واقف ہے)

(۲ : ۲۲۸) = اَلْمُطَلَّقٰتُ۔ اسم مفعول۔ جمع مؤنث۔ تَطْلِیْقٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ طَلْقٌ مادہ۔ طلاق دی ہوئی عورتیں۔

= یَتَرَبَّصْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب بمعنی امر غائب تَرَبُّصٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے (نکاح سے) روکے رہیں۔ منتظر رہیں۔ انتظار کریں۔ بِاَنْفُسِھِنَّ۔ اپنے آپ کو۔

= قُرُوْءٍ۔ جمع ۔ قَرْءٌ واحد ۔ اَلْقَرْءُ ۔ کے اصل معنیٰ طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں ۔ اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے کہ مَائِدَۃٌ ۔ دسترخوان اور کھانا دونوں کے مجموعے کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے ۔ لہٰذا قَرْءٌ نہ صرف حیض کا نام ہے اور نہ صرف طہر کا ۔ بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے ۔ احناف کے نزدیک اس سے مراد یہاں حیض ہے ۔ اور شوافع کے نزدیک طُہر ۔ مطلب یہ ہے کہ مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں ۔ یا انتظار کریں ۔

= لَا یَحِلُّ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب ۔ حُلُوْلٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنیٰ نازل ہونا ۔ اور حِلٌّ ۔ (باب ضَرَبَ) مصدر سے بمعنیٰ حلال ہونا ۔ جائز ہونا ۔ یہاں پر مؤخر الذکر معنیٰ مراد ہیں ۔ یعنی حلال نہیں ہے ۔ جائز نہیں ہے ۔

= اَنْ یَکْتُمْنَ ۔ اَنْ مصدریہ ۔ یَکْتُمْنَ ۔ مضارع منصوب جمع مؤنث غائب ۔ کَتْمٌ (باب نَصَرَ) مصدر ۔ کہ وہ عورتیں چھپائے رکھیں ۔

= اَرْحَامِهِنَّ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اَرْحَامٌ ۔ جمع ہے رِحْمٌ کی ۔ عورت کے پیٹ کا وہ حصہ جس میں بچہ پیدا ہوتا ہے ۔ هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ۔

= بُعُوْلَتُهُنَّ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ بُعُوْلَۃٌ جمع ہے بَعْلٌ کی ۔ جیسے فُحُوْلَۃٌ جمع ہے فَحْلٌ کی ۔ ان عورتوں کے خاوند ۔ قرآن مجید میں ہے وَ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا (۱۱: ۷۲) اور یہ میرے خاوند بھی بوڑھے ہیں ۔

= رَدِّهِنَّ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان عورتوں کا لوٹانا ۔ ان کا پھیر لینا ۔ یعنی ان عورتوں کو واپس اپنی زوجیت میں لینے کے زیادہ حقدار ہیں ۔

= فِیْ ذٰلِکَ ۔ ای فی مدۃ ذٰلك التربُّص ۔ اس عدت کے دوران ۔ اس انتظار کے اندر اندر ۔

= اِصْلَاحًا ۔ سنوارنا ۔ صلح کرنا ۔ درست کرنا ۔ یعنی اگر وہ (مطلقہ عورتوں کے خاوند) تعلقات درست کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں ۔

= وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ ۔ ای وللنسآء علی الازواج حقّ مثل حق الّذی علیهن للازواج ۔ اور عورتوں کے حقوق مردوں پر ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں ۔

= بِالْمَعْرُوْفِ ۔ عام دستور کے مطابق ۔ معروف طریقے کے مطابق ۔

= دَرَجَۃٌ ۔ مرتبہ ۔ (مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ کی فضیلت ہے ۔

= عَزِیْزٌ ۔ غالب ۔ زبردست ۔ قوی ۔ مشکل ۔ دشوار ۔ عِزَّۃٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنیٰ فاعل

مبالغہ کا صیغہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ زجاج نے اس کے معنیٰ کئے ہیں۔ ایسا زبردست جس پر کوئی غالب نہ ہو سکے۔

= حَکِیْمٌ۔ حکمت والا۔ بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کے صیغہ میں سے ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲:۲۲۹ = الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۔ اس میں ال عہد کا ہے۔ ای التطلیق الرجعی اثنان۔ طلاق رجعی دو ہیں۔ یعنی وہ طلاقیں جن کے بعد طلاق دینے والا رجوع کر سکتا ہے صرف دو ہیں۔ تیسری طلاق کے بعد وہ رجوع نہیں کر سکتا تاآنکہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ پھر وہ شخص اپنی رضامندی سے اسے خود طلاق نہ دے دے۔

= فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ۔ ای اذا راجعها بعد التطليقة الثانية فعليه ان يمسكها بمعروف یعنی جب دوسری طلاق کے بعد اس نے عورت سے رجوع کیا تو از اں بعد یا تو قاعدہ اور دستور کے مطابق عورت کو اپنے پاس روکے رکھے یا.....

اِمْسَاكٌ بروزن اِفْعَالٌ مصدر بمعنی روکے رکھنا۔

= اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ اَوْ بمعنیٰ یا۔ تَسْرِیْحٌ۔ نکال دینا۔ رخصت کر دینا۔ چھوڑ دینا۔ روانہ کرنا بروزن تَفْعِیْلٌ۔ مصدر ہے۔ سَرَحَ یَسْرَحُ (باب فتح) سَرْحٌ مصدر۔ بمعنی بھیج دینا۔ سَرَّحَ (باب تفعیل) سے تَسْرِیْحٌ بمعنیٰ بیوی کو طلاق دینا۔ رخصت کرنا۔ سَرْحٌ ایک پھل دار درخت۔ سَرَّحْتُ الْاِبِلَ۔ میں نے اونٹ کو سرح درخت چرایا۔ پھر چراگاہ میں کھلا چھوڑ دینے پر اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ (۱۶:۶) اور جب شام کو انہیں (جنگل سے) لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل میں) چرانے لے جاتے ہو۔ تو ان سے تمہاری عزت و شان ہے۔ اور چرواہے کو سَارِحٌ کہا جاتا ہے۔

اِحْسَانٌ۔ نیکی۔ بھلائی۔ حُسنِ سلوک۔ یا حُسنِ سلوک سے اسے چھوڑ دے۔

= لَا یَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حلال نہیں۔ جائز نہیں۔ دیکھو (۲:۲۲۸ متذکرۃ الصدر)

= مِمَّا۔ مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ۔ اٰتَیْتُمْ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ جو تم نے ان عورتوں کو دیا۔

= اِلَّآ۔ حرفِ استثناء سوائے (اس صورت کے)

= اَنْ یَّخَافَآ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ یَخَافَا۔ مضارع منصوب۔ تثنیہ مذکر غائب۔ خَوْفٌ (باب فتح) مصدر۔ ان دونوں کو خوف ہو یا اندیشہ ہو۔

اَلَّا ۔ مرکب ہے اَنْ مصدریہ اور لَا نافیہ سے ۔ یُقِیْمَا ۔ مضارع منصوب تثنیہ مذکر غائب ۔ اِقَامَۃٌ ۔ (افعال) سے مصدر ۔ کہ وہ دونوں ٹھیک ٹھیک (حدود اللہ کو) قائم نہ رکھ سکیں گے ۔ اگرچہ اَلَّا ۔ تحضیض (برانگیختہ کرنا) کا حرف ہے لیکن قرآن مجید میں یہ اس معنی میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا

= فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ ۔ جملہ شرطیہ ہے فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ ۔ جوابِ شرط ہے ۔ لَا جُنَاحَ ۔ کوئی گناہ نہیں ۔ کوئی مضائقہ نہیں ۔ کوئی حرج نہیں ۔

فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ ۔ مَا موصولہ ۔ اِفْتَدَتْ بِہٖ ۔ صلہ ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اسم موصولہ ہے فَلَا جُنَاحَ ۔۔۔ بِہٖ ۔ کوئی گناہ نہیں ان دونوں کے لئے اس مال کے دینے میں جو عورت فدیہ کے طور پر دے کر (خاوند سے رہائی حاصل کرے)

= لَا تَعْتَدُوْھَا ۔ لَا تَعْتَدُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر ۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۔ جس کا مرجع حُدُوْدُ اللّٰہِ ہے تم ان حدود سے تجاوز مت کرو ۔

= مَنْ یَّتَعَدَّ ۔ مَنْ شرطیہ ہے ۔ یَتَعَدَّ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اصل میں یَتَعَدّٰی تھا ۔ جو حدود الٰہیہ سے تجاوز کرے گا ۔

فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ جواب شرط ہے ۔ پس وہی بے انصاف ہیں ۔

= فَائِدَہ ۔ وَلَا یَحِلُّ ۔۔۔۔ فَلَا تَعْتَدُوْھَا ۔ اس آیت میں یکے بعد دیگرے صیغوں کے بدلنے سے اشکال پیدا ہو گیا ہے ۔ وَلَا یَحِلُّ ۔۔۔۔ شَیْئًا میں تَاْخُذُوْا ۔ اور اٰتَیْتُمُوْھُنَّ میں صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوا ہے ۔ اور آگے اِلَّا اَنْ یَّخَافَا اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ میں تثنیہ مذکر غائب استعمال ہوا ہے ۔ پھر اِنْ خِفْتُمْ میں صیغہ جمع مذکر حاضر آگیا ہے اور اس کے فوراً بعد اَلَّا یُقِیْمَا اور عَلَیْھِمَا میں پھر تثنیہ مذکر غائب کا صیغہ ہے اور اِفْتَدَتْ بِہٖ میں واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے ۔ ازاں بعد فَلَا تَعْتَدُوْھَا میں پھر صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۔

اس کا حل کچھ یوں ہے ۔ شروع کلام میں تمام مسلمانوں کو خطاب کیا گیا ہے لہٰذا جمع مذکر حاضر کا صیغہ استعمال ہوا ہے ۔ پھر کوئی خاوند بیوی کے جوڑے کا ذکر ہے ۔ جن کو ڈر ہو کہ وہ (اکٹھا رہ کر) حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے ۔ لہٰذا ان کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ۔ خِفْتُمْ میں پھر عوام المسلمین سے خطاب ہے اس لئے صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوا ۔ آگے یُقِیْمَا اور عَلَیْھِمَا میں پھر اسی قبل الذکر خاوند اور بیوی کے جوڑے کا ذکر ہے ۔ لہٰذا صیغہ تثنیہ مذکر غائب لایا گیا ۔ اِفْتَدَتْ بِہٖ میں اس جوڑے میں سے بیوی کے عمل کا ذکر ہے کہ وہ اس مشکل کے حل میں کیا کرے ۔ لہٰذا واحد مؤنث غائب کا صیغہ استعمال ہوا ۔ اس طرح اس جوڑے کی مشکل کا حل بتا کر تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوا کہ یہ ہیں اللہ کی

حُدود ان سے آگے مت بڑھو۔ اب اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نے جو مال اپنی بیویوں کو دیا ہے (ان کو چھوڑتے وقت) اس میں سے کچھ بھی واپس لو، ماسوائے اس صورت کے کہ کوئی دو خاوند بیوی کو ڈر ہو کہ اکٹھا رہنے میں وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اے مسلمانو! اگر تم کو اندیشہ ہو کہ واقعی وہ دونوں خاوند بیوی حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو جائز ہے دونوں کے لئے کہ عورت اپنی خلاصی کے لئے فدیہ ادا کرے (دونوں کے لئے جائز اس واسطے کہا کہ اس صورت میں عورت کے لئے جائز ہے کہ چھٹکارے کے لئے فدیہ میں کچھ دے اور مرد کے لئے جائز ہے کہ فدیہ لے لے اور عورت کی خلاصی کردے)

۲: ۲۳۰ = فَاِنْ طَلَّقَهَا۔ جملہ شرطیہ ہے پھر اگر وہ اس عورت کو (دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد تیسری) طلاق دیدے فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ جواب شرط۔ لَا تَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ حِلٌّ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ عورت حلال نہیں۔ تَنْكِحَ واحد مؤنث غائب نِكَاحٌ (باب ضرب) زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ زَوْجًا۔ (اسم مفعول) جوڑا (حیوانات سے) نر اور مادہ کو علیحدہ علیحدہ بھی زوج کہتے ہیں۔ اسی طرح غیر حیوانات میں بھی ہر اس شے کو جو دوسری شے کے قرین ہو خواہ مماثل ہو یا متضاد۔ زوج کہتے ہیں۔ جیسے آسمان و زمین سفیدی۔ سیاہی وغیرہ۔ زَوْجَهٗ اس مرد کی بیوی۔ اور زَوْجُهَا اس عورت کا خاوند۔ یہاں زَوْجًا بمعنی دوسرا خاوند۔ غَيْرَهٗ پہلے خاوند کے سوا۔ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔

تَنْكِحَ۔ وہ (عورت) نکاح نہ کرلے۔ یہاں اس آیت میں نکاح سے مراد وطی کرنا ہے۔ تفسیر ماجدی میں ہے: نکاح یہاں اپنے اصطلاحی شرعی معنی میں یعنی عقد نکاح کے مرادف نہیں۔ بلکہ اپنے اصلی اور لغوی معنی میں یعنی ہمبستری کے مرادف ہے۔

= فَاِنْ طَلَّقَهَا۔ جملہ شرطیہ یعنی اگر وہ دوسرا خاوند اس عورت کو طلاق دیدے

= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يَّتَرَاجَعَا۔ عَلَيْهِمَا اور يَتَرَاجَعَا میں تثنیہ کا صیغہ اس عورت اور اس کے پہلے خاوند کے لئے آیا ہے۔ جملہ جواب شرط ہے۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ يَتَرَاجَعَا۔ مضارع منصوب کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ہے تَرَاجُعٌ (تفاعُلٌ) مصدر۔ کہ دونوں نکاح کی طرف لوٹیں یعنی (دوبارہ) آپس میں نکاح کرلیں۔

= اِنْ ظَنَّاۤ۔ اِنْ شرطیہ۔ ظَنَّا ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ ظَنٌّ (باب نَصَرَ) مصدر۔ بمعنی اٹکل کرنا۔ گمان کرنا۔ ظَنٌّ۔ بمعنی یقین بھی آیا ہے۔ جیسے وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ (۷۵: ۲۸) اور اس نے یقین کیا کہ آیا اب وقت جُدائی کا۔ یہاں آیت ہذا میں ان ظَنَّا بمعنی دونوں کو یقین ہو یا گمان غالب ہو۔ ان ظَنَّاۤ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ۔ اگر وہ دونوں یقین رکھتے ہوں کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط وہی جملہ مذکورہ بالا۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا اَنْ یَّتَرَاجَعَا ہے جملہ ہذا میں اَنْ مصدریہ ہے
= یُبَیِّنُہَا۔ یُبَیِّنُ۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ تَبْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ وہ کھول کر بیان کرتا ہے ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔
= قَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔ قوم جو علم رکھتی ہے۔ یعنی اہل عقل ودانش
۲:۲۳۱ = بَلَغْنَ۔ ماضی جمع مؤنث غائب بُلُوْغٌ (باب نَصَرَ) وہ پہنچیں۔ وہ پہنچ جائیں۔
= اَجَلَهُنَّ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کی مدتِ مقررہ۔ اَجَلٌ۔ مدت مقررہ۔ اسی وجہ سے موت کو بھی اَجَل کہتے ہیں۔ اٰجَالٌ جمع۔
= اَمْسِکُوْهُنَّ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان عورتوں کو روک رکھو۔ ان کو رکھ لو۔
= سَرِّحُوْهُنَّ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تَسْرِیْحٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ تم ان عورتوں کو رخصت کردو۔ تم ان عورتوں کو چھوڑ دو۔
= بِمَعْرُوْفٍ۔ معروف طریق پر۔ شرافت اور عزت کے ساتھ۔
= لَا تُمْسِکُوْهُنَّ۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان کو مت روک رکھو
= ضِرَارًا۔ مفعول لہٗ۔ ضَارَّ یُضَارُّ۔ ضِرَارًا و مُضَارَّةً مصدر (باب مفاعلہ) ایذا دینا۔ تکلیف پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔ ایک دوسرے کو گزند پہنچانا۔
= لِتَعْتَدُوْا۔ یہ لام لَا تُمْسِکُوْهُنَّ کے متعلق ہے اور یہ بھی مفعول لہٗ ہو کر ضِرَارًا کا بیان ہے۔ وَلَا تُمْسِکُوْا ..... لِتَعْتَدُوْا۔ اور تکلیف دینے کے لئے انہیں نہ روکو۔ کہ پھر (ان پر) زیادتی کرنے لگو۔ یعنی زیادہ دنوں تک رکھنے اور کچھ دینے پر مجبور کرنے کے ساتھ ان پر ظلم کرو۔
تَعْتَدُوْا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِعْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تم زیادتی کرنے لگو۔ تم حد سے گذر جاؤ۔
= لَا تَتَّخِذُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (انتعال) مصدر۔ نون اعرابی حذف ہو گیا ہے۔ تم مت بناؤ۔ تم مت پکڑو۔
= هُزُوًا۔ هَزَأَ۔ یَهْزَأُ (باب فتح) و هَزِئَ۔ یَهْزَأُ (باب سَمِعَ) کا هُزُؤٌ مصدر ہے۔ مذاق اڑانا۔ ٹھٹھا کرنا۔ یہاں بطور اسم مفعول ہے۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ اور اللہ کی آیات کو ہدفِ مذاق مت بناؤ۔
= وَمَا اَنْزَلَ۔ میں مَا کا عطف نِعْمَتَ اللّٰهِ پر ہے۔ ای وَاذْکُرُوْا مَا اَنْزَلَ ..... یعنی اللہ نے جو

نعمتیں تم پر نازل کیں۔ ان کو یاد کرو اور (اس) کتاب اور حکمت کو بھی یاد کرو جو اس نے (اپنے رسول کی معرفت) تم پر نازل کیں۔

یَعِظُکُمْ بِہٖ۔ جس کے ذریعہ وہ تم کو نصیحت کرتا رہتا ہے۔ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مَا اَنْزَلَ کی طرف راجع ہے۔

= اِتَّقُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افْتِعَالٌ) مصدر۔ تم ڈرو۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ۔ تم اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم اللہ سے ڈرو۔

۲: ۲۳۲ = وَاِذَا طَلَّقْتُمُ ...... بِالْمَعْرُوْفِ ہیں وَاِذَا .... اَجَلَهُنَّ۔ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ .... اَزْوَاجَهُنَّ۔ جواب شرط۔ اِذَا تَرَاضَوْا میں اِذَا ظرف زمان ہے بمعنی جب کہ۔

لَا تَعْضُلُوْهُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ عَضْلٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے۔ جس کے معنی عضلہ (پٹھا) پکڑ کر باندھ دینا۔ یا دوسرے الفاظ میں سختی سے روک دینا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر حاضر یا تو پہلے خاوندوں کے لئے ہے یا عورتوں کے سرپرستوں کے لئے۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ جس کا مرجع وہ عورتیں جن کو دوبارہ طلاق دی جا چکی ہو۔ یعنی وہ عورتیں جن کو دو بار طلاق دی جا چکی ہو ان کو اپنے خاوندوں سے (اس سے مراد ان کے پہلے خاوند ہیں یا نئے خاوند ہیں جن سے وہ نکاح کرنا چاہیں) نکاح کرنے سے مت روکو۔

= اَنْ یَّنْکِحْنَ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے یَنْکِحْنَ مضارع جمع مؤنث غائب نِکَاحٌ مصدر کہ وہ عورتیں نکاح کریں یا نکاح کرلیں۔

= تَرَاضَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَرَاضِیٌ (تفاعل) مصدر۔ وہ آپس میں راضی ہوئے یعنی وہ مطلقہ عورتیں اور ان کے خاوند پہلے یا نئے جن سے وہ نکاح کرنے پر باہمی رضامند ہوں

= بِالْمَعْرُوْفِ۔ معروف کے معانی ہیں جانی پہچانی چیز۔ قانون۔ قاعدہ، دستور، حسن معاملہ، حسن معاشرت اچھا طریق۔

= ذٰلِكَ۔ یہ۔ اشارہ اس طرف ہے جو عورتوں کو روکنے سے پرہیز کرنا۔ اور باہم رضامندی کا خیال رکھنا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے

= یُوْعَظُ بِہٖ۔ یُوْعَظُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ وَعْظٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے وہ نصیحت کیا جاتا ہے۔ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ذٰلِكَ کی طرف راجع ہے۔

= مَنْ كَانَ مِنْكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ یہ جملہ اپنی تمام تاویلات صرفی و نحوی کے

یُوْعَظُ کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ تم میں سے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔
= ذٰلِکُمْ۔ یہ۔ یہی۔ ذَا۔ اسم اشارہ بعید کے لئے آتا ہے کُمْ حرف خطاب ہے اور اسی لئے مخاطب کے حالات کے اعتبار سے تذکیر۔ تانیث۔ تثنیہ۔ جمع میں بدلتا رہتا ہے
= اَزْکٰی۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ پاک و پاکیزہ۔ اَعْظَمُ بَرَکَۃً وَّ نَفْعًا۔ برکت اور نفع میں بڑھ کر
= اَطْھَرُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ پاک۔ زیادہ پاکیزہ۔ طَھَارَۃٌ۔ (باب نَصَرَ) مصدر۔ پاک ہونا۔
= وَالْوَالِدَاتُ۔ اسم فاعل جمع مؤنث۔ اَلْوَالِدَۃُ۔ واحد۔ وِلَادَۃٌ۔ (باب ضَرَبَ) بمعنی عورت کا بچہ جننا۔ وَالِدَاتٌ۔ مائیں۔ آیت ہذا سے پہلے اور پیچھے چونکہ دونوں جگہ مطلقہ عورتوں کا ہی بیان ہے اسی لئے سیاق و سباق کا لحاظ کرتے ہوئے وَالِدَاتٌ سے مراد یہاں مطلقہ عورتیں ہی ہیں اور ان ہی کے لئے رضاعت کی یہ مدت بیان کی گئی ہے۔ عمومی رضاعت کا اس میں ذکر نہیں۔ اس کے متعلق قرآن مجید کی آیت یہ آئی ہے۔ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىْ عَامَيْنِ (۳۱:۱۴) اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر اٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے اسے جننے کے بعد اور آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔ یا۔ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ (۴۶ : ۱۵) اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے اس کو جنا۔ اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینوں میں ہوتا ہے۔
بعض کے نزدیک اَلْوَالِدَاتُ سے مراد جمیع والدات ہیں خواہ وہ مطلقات ہوں یا متزوجات۔
= یُرْضِعْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب مضارع بمعنی امر استحبابی (مستحب) ہے۔ اِرْضَاعٌ۔ (باب افعال) وہ دودھ پلائیں۔ جیسے اوپر آیت ۲ : ۲۲۸ میں یَتَرَبَّصْنَ مضارع بمعنی امر آیا ہے
اَلرَّضَاعَۃُ۔ دودھ پلانا۔ (باب ضَرَبَ۔ سَمِعَ۔ فَتَحَ۔ تینوں سے آتا ہے)
= حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ۔ موصوف و صفت۔ پورے دو سال۔
= لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ۔ ای ھذا الحکم لمن اراد..... الرَّضَاعَۃَ۔ یہ (حکم) اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔
= عَلَی۔ اس کے ذمہ
= اَلْمَوْلُوْدِ لَہٗ۔ ای الَّذِیْ یُوْلَدُ لَہٗ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس الذی (مقدرہ) کی طرف راجع ہے اَلْمَوْلُوْدِ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وِلَادَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ جنا ہوا۔ جس کے لئے وہ جنا گیا ہے۔ لَہٗ۔ میں لام اختصاص کا ہے۔ بجائے اَلْوَالِدُ۔ کے اَلْمَوْلُوْدِ لَہٗ آیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ

مائیں بچوں کو ان کے باپوں کے لئے جنتی ہیں کیونکہ مولود باپ دادا کی اولاد ہوتی ہے اور انہیں کی طرف منسوب کی جاتی ہے نہ کہ ماؤں کی طرف۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ۔ اور باپ کے ذمہ (ہے)

= رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ۔ خوراک ان کی اور لباس ان کا۔ کِسْوَةٌ واحد کِسَاءٌ جمع۔ كَسِيَ يَكْسٰى (باب سَمِعَ) متعدی بیک مفعول۔ لباس پہننا۔ اور کَسٰی یَکْسُوْ (باب نَصَرَ) متعدی بدو مفعول لباس پہنانا۔ یا پہننے کو دینا۔ باب نَصَرَ کی مثال۔ ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (۲:۲۵۹) پھر ہم ان ہڈیوں پر (کس طرح) گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں۔

باب سَمِعَ سے قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔

= بِالْمَعْرُوْفِ۔ دستور کے مطابق۔ عادت رائج الوقت کے مطابق۔ اعتدال کے ساتھ کہ کسی فریق پر ناجائز بوجھ نہ ہو۔

= لَا تُكَلَّفُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَكْلِيْفٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سے اسے تکلیف نہیں دی جائے گی۔

= اِلَّا وُسْعَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی طاقت۔ اس کی وسعت۔ اس کی سمائی سَعَةٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر۔

= لَا تُضَآرَّ۔ فعل نہی معروف (مجہول بھی ہوسکتا ہے) صیغہ واحد مؤنث غائب مُضَارَّةٌ (مفاعلة) مصدر۔ بمعنی رنج پہنچانا۔ تنگ کرنا۔ ضرر پہنچانا۔ دکھ دینا۔ نہی معروف کی صورت میں لَا تُضَآرَّ اصل میں لَا تُضَارِرْ تھا۔ دو را۔ اکٹھی ہوگئیں۔ پہلی راء کو دوسری راء میں مدغم کیا اور دوسری راء اجتماع ساکنین کے سبب متحرک ہوگئی اور چونکہ اس سے ماقبل فتح اور الف تھا۔ اس لئے تجانس کے سبب فتح کے ساتھ متحرک ہوگئی جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے: مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ (۵:۵۴) کہ يَرْتَدَّ (باب افتعال) اصل میں (بطور مضارع مجزوم) يَرْتَدِدْ تھا۔ دَ کو دَ میں مدغم کیا۔ اجتماع ساکنین سے دوسری دَ متحرک ہوگئی۔ بوجہ ماقبل پر فتح کے فتح کے ساتھ متحرک ہوگئی۔ اور يَرْتَدَّ ہوگیا

= بِوَلَدِهَا۔ ب سببیہ ہے وَلَدِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ بسبب اس کے بچے کے۔ بسبب اپنے بچے کے۔

= وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ۔ ای ولا يضار مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِسَبَبِ وَلَدِهٖ۔ اس جملہ کا عطف ماقبل کے جملہ پر ہے۔

مطلب یہ کہ: نہ ماں اپنے بچے کے ذریعے (یعنی اس کو دکھ پہنچا کر) باپ کو دکھ پہنچائے اور نہ باپ

اپنے بچے کے ذریعے (یعنی اس کو دکھ پہنچا کر) ماں کو دکھ پہنچائے۔ لَهَا اور لَهٗ (اپنے) میں اضافت کی تکرار اس لئے لائی گئی تاکہ وہ سمجھیں کہ اس طرح اول دکھ تو وہ اپنے بچے کو پہنچا رہے ہیں۔

اگر لَا تُضَآرَّ کو نفی مجہول لیا جائے تو اس کی صورت یہ ہوگی۔ تُضَآرَّ اصل میں لَا تُضَارَرُ تھا۔ دو رَ اکٹھے ہوئے ایک کو دوسری میں مدغم کیا۔ دوسری رَ کو پہلی رَ کی فتح کے ساتھ متحرک کیا۔ لَا تُضَآرَّ ہوگیا۔ مجہول ہونے کی صورت میں بھی وہی معنیٰ ہیں جو معروف ہونے کی صورت میں ہیں لیکن عکس ترتیب کے ساتھ۔

= وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔ اس جملہ کا عطف جملہ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ پر ہے۔ اور درمیانی کلام بطور جملہ معترضہ المعروف کی تفسیر ہے۔ اَلْوَارِثِ سے مراد باپ کے وارث اور لڑکے کے وارث دونوں ہی ہو سکتے ہیں۔ اور ذٰلِكَ سے مراد وہ ذمہ داریاں جو باپ کے ذمہ تھیں۔ یعنی رزقهن وکسوتهن وغیرہ وغیرہ۔

= فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ جملہ شرطیہ۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا جوابِ شرط۔

= اِنْ اَرَادَا = ماضی تثنیہ مذکر غائب اِنْ شرطیہ۔ اگر وہ دونوں چاہیں۔

= فِصَالًا۔ اسم فعل۔ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ باب مفاعلہ سے مصدر بھی ہے۔ یعنی باہم جدا ہونا۔ یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

= تَرَاضٍ۔ باہمی رضامندی۔ آپس کی خوشی۔ ایک دوسرے سے راضی ہونا۔ تَرَاضِيٌ۔ (تَفَاعُلٌ) مصدر ہے یٓ حرف علت بوجہ ثقالت کے ساقط ہوگئی۔

= تَشَاوُرٍ۔ آپس میں مشورہ کرنا۔ بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے۔

= وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ۔ جملہ شرطیہ اور اگلا جملہ جواب شرط ہے اِنْ شرطیہ اَرَدْتُّمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِرَادَةٌ (باب افعال) مصدر۔ تم نے چاہا۔ اَنْ۔ مصدریہ۔ تَسْتَرْضِعُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِرْضَاعٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا اَوْلَادَكُمْ میں اَوْلَادَكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر تَسْتَرْضِعُوْا کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول اول محذوف ہے والمراد اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا المراضع لاولادکم (والمراضع والمرضعات جمع لمرضعة ومُرْضِع۔ دودھ پلانے والی عورت) مطلب یہ کہ اگر تم چاہو کہ تم اپنی اولاد کو کسی دوسری دودھ پلانے والی عورت سے دودھ پلواؤ۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تو کوئی حرج نہیں ہے جملہ جواب شرط میں ہے

= اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ۔ جملہ شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے اس پر اس کا ماقبل دلالت کرتا ہے (الاتقان) تم نے دودھ پلانے والیوں کو ادا کر دیا۔

سَلَّمْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَسْلِیْمٌ (تفعیل) مصدر۔ سپرد کرنا۔ سلمتم۔ ای سلمتم الی المراضع۔ تم نے دودھ پلانے والیوں کو ادا کردیا۔ مَا موصولہ ہے۔ اٰتَیْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ تم نے دیا۔ صلہ ہے اپنے موصول کا۔ صلہ اور موصول مل کر مفعول ثانی ہے سَلَّمْتُمْ کا۔ جو کچھ تم نے دینا تھا۔ المراضع کا مفعول اول ہے۔ مطلب یہ ہے:۔ بشرطیکہ تم نے دودھ پلانے والی عورتوں کو دستور کے مطابق جو دینا تھا ادا کردیا ہو۔

= اَلْمَعْرُوْفِ۔ یہ سَلَّمْتُمْ کے متعلق ہے۔ یعنی ایسا طریقہ جو شریعت میں مستحسن اور متعارف ہو۔

= وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

= اِعْلَمُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ علم (باب سمع) مصدر۔ تم جان لو۔ بَصِیْرٌ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔ دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ ..... بَصِیْرٌ۔ یہ بچوں اور ماؤں کے متعلق جو پہلے بیان کیا گیا ہے اس کی حفاظت اور اس پر کاربند ہونے کی تاکید ہے۔

۲ : ۲۳۴ = یُتَوَفَّوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ تَوَفِّیْ (تفعل) مصدر۔ و ف ی۔ مادہ اَلْوَافِیْ۔ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ (۱۷ : ۳۵) اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھر کرو۔ اور کہتے ہیں تَوَفَّیْتُ الشَّیْءَ اِذَا اَخَذْتَہٗ وَافِیًا وتامًا۔ کسی چیز کو پوری طرح اور مکمل طور پر لینا۔ یُتَوَفَّوْنَ (جب) ان کی روحیں مکمل طور پر قبضہ میں لی جاتی ہیں۔ یعنی مرجاتے ہیں ان کی روحیں قبض کی جاتی ہیں۔ اسی سے فوت ہوجانا بمعنی مرجانا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ۔ تم میں سے جو لوگ وفات پاجاتے ہیں یا مرجائیں

= یَذَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ چھوڑیں یا چھوڑ جائیں۔ یا چھوڑ دیتے ہیں۔ وِذْرٌ۔ (باب ضرب) مصدر۔ یَذَرُوْنَ اصل میں یَوْذِرُوْنَ تھا لیکن عمومی تلفظ مضارع کا باب سمع سے کیا جاتا ہے وہ چھوڑ دیتا ہے یَذَرُوْنَ وہ چھوڑیں یا چھوڑ جائیں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ۔ (۶۲ : ۹) تو خدا کی یاد کی طرف (یعنی نماز کی طرف) جلدی کرو۔ اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔

وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا۔ اور وہ پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں۔

= یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِہِنَّ۔ مضارع بمعنی امر۔ یعنی وہ اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ یا انتظار کریں نیز ملاحظہ ہو۔ (۲ : ۲۲۸)

= اَرْبَعَۃَ اَشْہُرٍ وَّعَشْرًا۔ چار ماہ اور دس دن۔

فَائِدَۃٌ۔ تین سے دس تک اگر معدود مذکر ہو تو عدد مؤنث آتا ہے اور اگر معدود مؤنث ہو

تو عدد مذکر آتا ہے عَشْرًا مذکر ہے پس اس کا معدود مؤنث ہونا چاہئے وہ لَيَالٍ (محذوف) ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ عَشْرَةً دس دن کی بجائے عَشْرًا (دس رات) کیوں استعمال ہوا ہے۔ اس کے متعلق مختلف جوابات مفسرین نے دیئے ہیں۔

منجملہ یہ کہ عرب ایسے موقعہ پر جب معدود ملفوظ نہ ہو۔ عدد مؤنث استعمال نہیں کرتے چنانچہ صُمْتُ عَشْرَةً نہیں کہیں گے بلکہ صُمْتُ عَشْرًا کہیں گے۔ حالانکہ روزہ دن کو رکھا جاتا ہے اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا (۲۰: ۱۰۳) تم (دنیا میں) صرف دس دن ہی رہے ہو۔

صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں:۔ لفظ عشرًا کو مؤنث ذکر کرنا لَيَالِىْ کے اعتبار سے ہے کیونکہ لَيَالِىْ کے اعتبار سے ہی مہینوں اور دنوں کی ابتداء ہوتی ہے۔ عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کسی عدد کو لیالی اور ایام میں مبہم کرنا منظور ہوتا ہے تو لیالی کو ایام پر غلبہ دے کر لیالی کا استعمال کرتے ہیں اور ایسے موقعہ پر مذکر کا استعمال نہیں کرتے۔

= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۔ میں خطاب، عام اہل اُمّت کو ہے۔ ای ایھا الائمۃ والمسلمون جمیعًا۔

۲: ۲۳۵ = لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۔ یہاں خطاب مطلقہ عورتوں کو جو عدت کی مدت پوری کر رہی ہوں ان کے ساتھ نکاح کا ارادہ رکھنے والے مردوں سے ہے۔

= فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ ۔ فِىْ بمعنی اس بارہ میں ۔ یا اس بابت مَا موصولہ ۔ عَرَّضْتُمْ ب ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَعْرِيْضٌ (تفعیل) مصدر۔ اشارةً یا کنایةً کہنا۔ تم نے اشارةً یا کنایةً کہا۔ جو تم نے مبہم طور پر بغیر کھولے بات کی۔ لغات القرآن میں تفسیر کبیر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔

امام فخرالدین رازی رح تفسیر کبیر میں رقم فرماتے ہیں۔ تعریض ۔ لغت میں تصریح کی ضد ہے۔ اور اس کے معنی ہیں اپنی کلام میں ایسی چیز کو لے آنا کہ جو اپنے مقصود پر بھی دلالت کی صلاحیت رکھتی ہو اور غیر مقصود پر بھی مگر جانب مقصود کی طرف اس کی رہنمائی زیادہ مکمل اور زیادہ راجح ہو۔ یہ اصل میں عرض الشئ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی جانب اور کنارے کے ہیں۔ گویا تعریض کرنے والا شخص اپنے مقصد کے گرد گھومتا ہے مگر اسے ظاہر نہیں کرتا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک حاجتمند شخص ایک شخص سے کہ جو اس کی حاجت برآری کر سکتا ہو کہنے لگے میں تو حضور کے سلام کو حاضر ہوا ہوں اور محض آپ کی زیارت کو آیا ہوں۔ اسی معنی میں یہ مصرعہ ہے۔ وحسبك بالتسليم منى تقاضيًا (تجھ سے تقاضے کو میرا اسلام ہی کافی ہے۔

ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مَا موصولہ کی طرف راجع ہے۔ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ متعلق عَرَّضْتُمْ بِهٖ ہے خِطْبَةٌ ۔ پیغام نکاح ۔ نکاح کی بات چیت۔ خَطَبَ يَخْطُبُ (بَابُ نَصَرَ) کا مصدر ہے۔

مطلب آیت کا یہ ہوا کہ:۔ اے مردو جو متذکرہ بالا عدت پوری کرنے والی عورتوں سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہو نکاح کے سلسلہ میں جو بات تم تعریضًا کہو اس میں کوئی مضائقہ نہیں

= اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اَكْنَنْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے دل میں چھپا دیا۔ تم نے دل میں محفوظ رکھا۔ اِكْنَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ دل میں چھپانا۔ محفوظ رکھنا۔ دُرٌّ مَّكْنُوْنٌ چھپا ہوا موتی۔

یا تم (ارادہ نکاح کو) اپنے دلوں میں ہی چھپائے رکھو (تب بھی تم کو) کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

= سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ۔ س مضارع پر داخل ہو کر معنی میں کر دیتا ہے۔ تَذْكُرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث۔ غائب۔ تم ان سے (نکاح کا) ذکر کرو گے

= لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا۔ لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تُوَاعِدُوْا مصدر مُوَاعِدَةٌ (مفاعلۃ) سے ہے۔ جس کے معنی کسی سے وعدہ کرنے کے ہیں تم ان سے وعدہ نہ کرو۔ سِرًّا۔ سِرٌّ۔ چھپی ہوئی بات کو کہتے ہیں۔ بھید۔ راز۔ دل میں جو بات چھپی ہو اس کو سِرٌّ کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَسْرَارٌ ہے بطور کنایہ اور مجاز کے سِرٌّ بمعنی جماع۔ نکاح۔ نکاح کرنے کا اظہار کرنا کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے یہاں یہ بطور نکاح مستعمل ہے = سِرًّا مفعول بہ ہے۔ ای لا تُوَاعِدُوْهُنَّ نِكَاحًا (لیکن) ان عورتوں سے (ایام عدت) میں باہم نکاح کا وعدہ نہ کرو۔

= اِلَّآ حرف استثناء اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ مستثنیٰ۔ یہ مستثنیٰ مفرّغ ہے یعنی وہ مستثنیٰ جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو ای لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ مُوَاعَدَةً الا مواعدةً معروفةً یعنی ان سے باہمی کوئی مواعدہ نہ کرو سوائے معروف طریقہ کے مواعدہ کے جس کا ذکر فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ میں اوپر ہو چکا ہے۔ اَنْ مصدریہ ہے

= وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ۔ لَا تَعْزِمُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ عَزْمٌ (باب ضَرَبَ) عزم کرنا۔ قصد کرنا۔ عُقْدَةُ النِّكَاحِ مضاف مضاف الیہ مل کر لَا تَعْزِمُوْا کا مفعول۔ عقد نکاح۔ نکاح کی بندش۔ نکاح کی گرہ۔ ترجمہ: اور نہ ارادہ کرو عقد نکاح کا عُقْدَةٌ کے معنی گرہ۔ بندش۔ رکاوٹ۔ لکنت۔ مثلاً کہتے ہیں عُقِدَ لِسَانُهٗ۔ اس کی زبان پر گرہ لگا دی گئی۔ اور فِيْ لِسَانِهٖ عُقْدَةٌ۔ اس کی زبان میں لکنت ہے قرآن مجید میں ہے۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ (۲۰: ۲۷) اور میری زبان کی گرہ کھول دے

= اَلْكِتٰبُ۔ ای ما کتب من العدۃ۔ عدت کی مقرر کردہ مدت

= اَجَلَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی مدتِ مقررہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الکتٰب کی طرف راجع ہے

= حَتّٰی - حرف جر ہے۔ انتہار غایت کے لئے ہے۔ تا آنکہ عدت کی مقررہ مدت اختتام کو پہنچ جائے
= فَاحْذَرُوْہُ - اِحْذَرُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرو۔ حَذَرٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَللّٰہ ہے پس تم اس سے (یعنی خدا سے) ڈرو۔ یا ڈرتے رہو
= غَفُوْرٌ۔ صیغہ مبالغہ۔ بڑا بخشنے والا۔ بڑا معاف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسمار حُسنیٰ میں سے ہے
حَلِیْمٌ۔ حِلْمٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت بردبار۔ تحمل والا۔ جوش غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنے والا۔ باوقار۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسمار حُسنیٰ میں سے ہے۔

۲:۲۳۶ = مَا لَمْ تَمَسُّوْھُنَّ - مَا - کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں :۔
(۱) مَا - شرطیہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اگر تم نے ان سے مجامعت نہیں کی۔
(۲) مَا - مصدریہ ہے۔ ترجمہ ہوگا ۔ کہ ابھی تک تم نے ان سے مجامعت نہیں کی :
(۳) مَا - موصولہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ جن سے تم نے (ابھی تک) مجامعت نہیں کی ۔
لَمْ تَمَسُّوْا - مضارع نفی جحد بَلَمْ۔ جمع مذکر حاضر۔ مَسٌّ ۔ مَسَاسٌ وَمُمَاسَۃٌ ۔ (باب نصر وسمع) چھونا۔ لگ جانا۔ رگڑ لگ جانا۔ لاحق ہونا۔ قرب صنفی یعنی جماع کرنا۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب
مَا لَمْ تَمَسُّوْھُنَّ ۔ جن کو تم نے (ابھی تک) چھوا نہیں۔ جن سے تم نے (ابھی تک) مجامعت نہیں کی۔
= اَوْ تَفْرِضُوْا لَھُنَّ فَرِیْضَۃً ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ای اولم تفرضوا لھن ....
یا نہیں مقرر کیا تم نے ۔ نہیں متعین کیا تم نے ۔ نہیں فرض کیا تم نے۔ فَرْضٌ (باب ضرب) مصدر۔ فَرَضَ اگر علیٰ کے ساتھ آئے تو اس کے معنیٰ کسی چیز کے واجب اور ضروری قرار دینے کے ہیں جیسے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ (۲۸ : ۸۵) بے شک جس نے (یعنی خدا نے) تم پر قرآن (کے احکام کو) فرض کیا ہے اور جب فَرَضَ لام کے ساتھ آئے تو متعین کرنے اور مقرر کرنے کے معنی دیتا ہے ۔ جیسے قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَكُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِكُمْ (۶۶ : ۲) خُدا نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔ آیت ہذا میں بمعنی مقرر کرنا ۔ متعین کرنا مستعمل ہے ۔
= فَرِیْضَۃً ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مؤنث ۔ اس کی جمع فَرَائِضُ ہے ۔ مقرر کیا ہوا مہر۔ لازم کیا ہوا حکم۔ یہاں مقرر کیا ہوا مہر مراد ہے ۔ فریضۃ (فَعِیْلَۃٌ) کے وزن پر بمعنی مفعول ہے ۔ اس میں ت اس لئے لائی گئی ہے کہ لفظ وصفت سے اسمیت کی طرف منتقل ہو جاتے ۔ اس کا منصوب ہونا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو ۔
= وَمَتِّعُوْھُنَّ ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر تَمْتِیْعٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ۔ متاع وہ سامان ہے جو کام میں آتا ہے۔ جس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کیا جاتا ہے ۔ وہ مال جو کسی عورت کو قربت سے پہلے طلاق دینے کی صورت

میں جب کہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہ کی گئی ہو دیا جاتا ہے ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ مَتِّعُوْھُنَّ تم ان (عورتوں) کو کچھ متاع دیدو وَمَتِّعُوْھُنَّ کا عطف مقدر پر ہے ای فَطَلِّقُوْھُنَّ وَمَتِّعُوْھُنَّ۔ یعنی طلاق دیدو اور ان کو اس قدر متاع دو کہ وہ اس سے کچھ فائدہ حاصل کریں۔

= عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُہٗ یہ مَتِّعُوْھُنَّ کی صراحت ہے۔ مَتِّعُوْھُنَّ میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کس قدر متاع مطلقہ کو دیا جائے۔ یہاں اس کی وضاحت کی ہے کہ مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ صاحبِ ثروت اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دیوے۔

اَلْمُوْسِعِ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِیْسَاعٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ مالدار۔ وسعت والا۔ اَلْمُقْتِرِ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِقْتَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ فقیر۔ تنگ دست۔ نادار۔ کم مایہ۔ یہ اصل میں قُتَارٌ و قُتْرٌ سے ہے جس کے معنی اس دھواں کے ہے جو کسی چیز کے بھوننے یا لکڑی کے جلنے سے اٹھتا ہے۔ گویا مُقْتِرٌ اور مُقْتَرٌ بھی ہر چیز سے دھوئیں کی طرح لیتا ہے۔ یعنی لکڑی جو جل رہی ہوتی یا تر کاری جو پک رہی ہوتی ہے وہ تو ملتی نہیں صرف بھاپ سونگھنے کو مل جاتی ہے۔

قَتَرٌ و قَتَرَۃٌ و قَتْرَۃٌ بمعنی گرد و غبار۔ قَتَرَ (باب ضَرَبَ و نَصَرَ) قَتْرٌ مصدر بمعنی تنگی سے گذارہ کرنا۔

= قَدَرُہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی وسعت۔ اس کی گنجائش۔

عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ۔ مالدار کے لئے اس کی وسعت کے مطابق (متاع دینا ہے) اور تنگ حال کے لئے اس کی طاقت کے مطابق۔

= مَتَاعًا۔ اسم مصدر ہے لیکن بطور مصدر بمعنی تمتیعًا استعمال ہوا ہے ای مَتِّعُوْھُنَّ تَمْتِیْعًا۔ بدیں وجہ منصوب ہے۔ (مَتَاعًا فائدہ پہنچانا معروف طریقہ سے)

= حَقًّا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ۔ اس کی دو صورتیں ہیں

(۱) یہ مَتَاعًا کی صفت ہے ای مَتَاعًا وَاجِبًا عَلَیْھِمْ۔ یعنی متاع جو کہ (محسنین) پر واجب ہے۔

(۲) بطور مفعول مطلق استعمال ہوا ہے ای حق ذٰلك حقًّا۔ یہ متعہ کا دینا محسنین پر واجب ہے۔

= مُحْسِنِیْنَ۔ احسان کرنے والے۔ بھلائی کرنے والے۔ نیکوکار

۲ : ۲۳۷ = وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَھُنَّ فَرِیْضَۃً۔ درآنحالیکہ تم نے ان کا مہر مقرر کیا ہوا ہے موضع حال میں ہے فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ای فلھن نِصف الفریضۃ۔ تو اسی مقرر کردہ مہر کا نصف ان عورتوں کو ادا کرو۔ مَا۔ موصولہ ہے۔

= اِلَّآ اَنْ یَّعْفُوْنَ۔ اِلَّا حرف استثناء اَنْ مصدریہ یَعْفُوْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب

عَفْوٌ (باب نَصَرَ) وہ عورتیں معاف کردیں۔ مگر یہ کہ وہ عورتیں (اپنا حق) معاف کردیں۔
= اَوْ۔ حرف عطف ہے۔ یا۔
= یَعْفُوَ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ یا یہ کہ وہ معاف کردے۔
= اَلَّذِیْ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ جس کے اختیار میں عقد نکاح ہے بعض نے اس سے مراد عورت کا ولی لیا ہے لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد عورت کا شوہر ہے کیونکہ یہ شوہر ہی ہے جو نکاح کے باندھنے اور کھولنے کا مالک ہے اس صورت میں شوہر کے معاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا نصف حصہ بھی عورت کو دیدے اس طرح پورا مہر عورت کی طرف آجائے گا۔
= وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی واؤ عاطفہ ہے اَنْ مصدریہ ہے تَعْفُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَاَنْ تَعْفُوْا مبتدا۔ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔ خبر۔ تمہارا معاف کردینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔

تَعْفُوْا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اس میں خطاب (۱) خاوند سے ہے۔ ای ھو خطاب للزوج والمعنی ولیعف الزوج فیترك حقه الذی ساق من المهر الیها قبل الطلاق فهو اقرب للتقوٰی۔ یہ خطاب خاوند سے ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ خاوند معاف کردے اور مہر جو اس نے طلاق سے قبل بیوی کو ادا کیا ہوا ہے اس میں سے اپنے حصہ پر اپنے حق کو ترک کردے یعنی وہ بھی معاف کردے۔ یہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ یہ صورت تب پیدا ہوگی کہ جب خاوند نے مجامعت سے قبل ہی پورا مہر عورت کو ادا کردیا ہو اور اب قربت سے قبل ہی طلاق کی صورت میں آدھا تو عورت کو مصداق فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اسے معاف کرنا ہی پڑے گا۔ تو باقی نصف جس کا وہ مستحق ہے اسے واپس لینے کی بجائے وہ بھی عورت کو معاف کردے۔

(۲) یہاں خطاب مردوں اور عورتوں دونوں کو ہے۔ والمعنی وعفو بعضکم عن بعض ایها الرجال والنساء اقرب الی حصول التقوٰی۔ اے مردو اور اے عورتو! تمہارا ایک دوسرے کو معاف کردینا (یعنی عورت سارا مہر معاف کردے یا مرد سارا مہر ادا کردے) حصول تقویٰ کی بہتر صورت ہے
= وَلَا تَنْسَوُا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نِسْیَانٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تم مت بھولو۔ تم فراموش مت کرو
= اَلْفَضْلَ۔ اسم فعل۔ آپس کے تعلقات کی بھلائی۔ میاں بیوی کے سلوک میں خوشگواری۔ پاسداری لحاظ، مروت۔ اور اگر اللہ کی طرف سے ہو تو بمعنی خیر و برکت۔ ہدایت و کرم۔
۲:۲۳۸ = حٰفِظُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مُحَافَظَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ تم محافظت کرو۔ تم نگرانی کرو۔ تم حفاظت کرو۔

= اَلصَّلَوٰتِ ۔ نمازیں ۔ جمع الصَّلٰوۃ ۔ واحد۔

= وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ۔ موصوف وصفت ۔ درمیانی نماز۔ اَلْوُسْطٰی اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے اَلْاَوْسَطُ ۔ مذکر۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ای حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وحٰفِظُوْا عَلَی الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ۔ یہ خاص کا عطف عام پر مزید اہتمام کے لئے ہے۔ یعنی تمام نمازوں کی حفاظت کرو خاص کر صلوۃ وسطیٰ کی۔ اَلصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی سے کونسی نماز مراد ہے اس پر متعدد اقوال ہیں۔

(۱) نماز فجر ۔ حضرت عمر۔ حضرت عبد اللہ بن عمر۔ حضرت ابن عباس ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و امام مالکؒ امام شافعیؒ ۔ عکرمہؓ ۔ معاذ بن جبلؓ ۔ امام ابو حنیفہؒ

(۲) نماز ظہر۔ زید بن ثابت رضؓ ۔ ابو سعید خدری رضؓ ۔ اسامہ بن زید رضؓ ۔

(۳) نماز عصر۔ حضرت ابن مسعود رضؓ ابو ایوب انصاری رضؓ ابو ہریرہ رضؓ ۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ ۔ قتادہؓ حسن بصریؒ

(۴) نماز مغرب ۔ قبیصہ بن ذویب رضؓ ۔ لیکن سلف میں سے کسی نے اس کو نقل نہیں کیا۔

بعض متاخرین کے نزدیک بغیر کسی روایتی ثبوت کے عشا بھی لکھا ہے ۔ بعض علماء نے پانچوں نمازوں میں سے کوئی نماز مراد لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مبہم رکھا ہے تاکہ سب نمازوں کی پابندی کی جائے

= قُوْمُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر قِیَامٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ تم کھڑے ہو۔

= قٰنِتِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت جر و نصب ۔ فرماں بردار اطاعت گذار قُنُوْتٌ (باب نَصَرَ) مصدر بمعنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنا۔ عبادت میں ہمہ تن مصروف ہونا۔ اور اس کے ماسوا سے توجہ پھیر لینا۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِلّٰہِ ۔ (۱۶ : ۱۲۰) بے شک حضرت ابراہیم لوگوں کے امام اور خدا کے فرمانبردار تھے۔

= فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُکْبَانًا ۔ ای فان خفتم من عدوّ وغیرہ فصلوا راجلین او راکبین ۔ اِنْ شرطیہ خفتم من عدوّ وغیرہ جملہ شرطیہ ۔ فصلوا راجلین اور راکبین جواب شرط رجالًا اور کبانًا ضمیر فَصَلُّوْا ۔ سے حال ہیں ۔ اگر تم کو دشمن وغیرہ کا ڈر ہو تو پیادہ چلنے کی حالت میں یا سواری کی حالت میں نماز پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ اگر تمہیں دشمن کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے یہ ڈر ہو کہ نماز میں خشوع و خضوع ۔ رکوع و سجود کی خاطر خواہ ادائیگی اور جملہ حقوق نماز کی ادائیگی بہ اہتمام تمام ملحوظ نہیں رکھی جا سکیگی تو تم پیادہ چلنے کی حالت میں یا کسی سواری پر سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لو خواہ دورانِ نماز قبلہ رخ رہنا بھی ممکن نہ ہو۔ یہ صلوٰۃِ خوف بدوران قتال و حرب ہے اور بدونِ حرب و قتال کے متعلق سورۃ النساء میں مفصل ارشادات ہیں۔ وَاِذَا کُنْتَ فِیْھِمْ فَاَقَمْتَ لَھُمُ ...... (۴ : ۱۰۲)

= فَاِذَا اَمِنْتُمْ ۔ ف عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان اَمِنْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پھر جب تم امن سے ہو جاؤ۔ اور خوف جاتا رہے۔

= فَاذْكُرُوا اللّٰهَ ۔ ای فصلّوا للہ ۔ كَمَا ۔ ك تشبیہ کے لئے ہے مَا موصولہ یا مصدریہ ہے اور مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ہ عَلَّمَ کا مفعول ثانی ہے۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مفعول اوّل ۔ ترجمہ ہوگا: پھر جب تم امن سے ہو جاؤ۔ تو اللہ کو یاد کرو۔ یعنی نماز پڑھو جس طریق سے خدا نے تم کو (بتوسط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

۲ : ۲۴۰ = وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۔ ملاحظہ ہو ۲ : ۲۳۴ ۔ متذکرہ بالا وَصِيَّةً ای فَلْيُوْصُوْا وَصِيَّةً ۔ انہیں چاہئے کہ وہ وصیت کر جائیں (اس صورت میں وَصِيَّةً مفعول ہوگا فلیوصوا کا)

= مَتَاعًا ۔ کے منصوب ہونے کی وجوہات یہ ہو سکتی ہیں

(۱) یہ مفعول مطلق ہے۔ ای مَتِّعُوْهُنَّ مَتَاعًا ۔

(۲) یہ فعل محذوف کا مفعول ہے یعنی لِيُوْصُوْا مَتَاعًا

(۳) یہ وصیّۃ کا مفعول ہے ای لِيُوْصُوْا وصیّۃ مَتَاعًا ۔

مَتَاعًا سے مراد وہ چیزیں جن سے عورتیں نفع اٹھائیں۔ یعنی نان ونفقہ۔ کپڑا وغیرہ

= اِلَى الْحَوْلِ ۔ ایک سال تک کے لئے ۔

= غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۔ حال ہے اَزْوَاجِهِمْ سے ۔ گھروں سے نکالے بغیر۔

= فَاِنْ خَرَجْنَ ۔ جملہ شرطیہ ۔ اگلا سارا جملہ مِنْ مَّعْرُوْفٍ تک جواب شرط ہے

= وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ اللہ زبردست ہے جو اس کے حکم کے خلاف کرے اس سے بدلہ لے سکتا ہے حکمت والا ہے ۔ جو اس کے احکام کی تعمیل کرے گا تو دیکھے گا کہ وہ احکام حکمت سے پُر ہیں اور ان کی اطاعت میں بندہ کی اپنی ہی بھلائی ہے۔

۲ : ۲۴۱ = وَلِلْمُطَلَّقٰتِ ۔ لام استحقاق کا ہے اَلْمُطَلَّقٰتِ جمع ہے اَلْمُطَلَّقَةُ کی جو اسم مفعول واحد مؤنث بمعنی طلاق دی گئی عورت ہے ۔ یہاں اَلْمُطَلَّقٰتُ سے مراد جمیع مطلقات ہیں یعنی معروف قاعدہ کے مطابق جملہ مطلقہ عورتوں کو متعہ کا حق حاصل ہے ۔

= حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۔ حَقًّا منصوب بوجہ مفعول مطلق کے ہے ملاحظہ ہو ۲ : ۲۳۸ متذکرہ بالا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ متعہ کا دینا متقین پر واجب ہے ۔

۲ : ۲۴۲ = كَذٰلِكَ ۔ ك تشبیہ کا ہے ذٰلِكَ کا اشارہ ان احکام کی طرف ہے جو طلاق، عدت اور متعہ کے متعلق اوپر بیان ہو چکے ہیں ۔ اسی طرح ۔

= یُبَیِّنُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ کھول کر بیان کرنا۔

= لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ عقل الشئ ادرکہ علی حقیقتہ کسی شی کی حقیقت کو سمجھ لینا (معجم الوسیط) تدبر کرنا (المنجد) مطلب یہ کہ کسی شے پر غور و فکر اور تدبر کر کے اس کی حقیقت سمجھ لینا۔ آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ جس طرح اللہ نے متذکرہ بالا احکام کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں اسی طرح وہ اپنے تمام احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ان پر غور و فکر کرو۔ اور ان کی حقیقت کو سمجھ پاؤ۔

= اٰیٰتِہٖ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنی آیات۔ اپنی نشانیاں۔ اپنے احکام۔

۲ : ۲۴۳ = اَلَمْ تَرَ = ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ ۔ مضارع مجزوم نفی حجد بلم۔ واحد مذکر حاضر۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ صاحب تفسیر مظہری اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ یہ لفظ مابعد کا حال سنانے کے لئے شوق اور تعجب دلاتا ہے۔ پس اَلَمْ تَرَ کہنا تعجب دلانے میں ایک مثل ہو گیا۔ اور اس سے ایک ایسے شخص کو مخاطب کیا جاتا ہے کہ جس نے اس سے پہلے یہ واقعہ نہ سنا ہو اور نہ دیکھا ہو یا یہ تقریر اور تاکید ہے ایسے شخص کے لئے جس نے ان کا قصہ اہل کتاب اور اہل تاریخ سے سن لیا ہو۔ یا اس کے معنی یہ ہیں کہ (اے مخاطب) کیا تو میرے بتانے سے بھی نہیں سمجھتا اور اس میں ایک قسم کا تعجب دلانا ہے۔ اور قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی اَلَمْ تَرَ کا لفظ آیا ہے اور اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیکھا۔ وہاں سب جگہ اسی قسم کے معنی مراد ہیں۔

= اُلُوْفٌ ۔ اَلْفٌ کی جمع ہزاروں۔ وَھُمْ اُلُوْفٌ ۔ ضمیر خَرَجُوْا سے حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

= حَذَرَ الْمَوْتِ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول لہٗ خَرَجُوْا سے۔

= مُوْتُوْا ۔ امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر مَوْتٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ تم مرجاؤ۔

= ثُمَّ اَحْیَاھُمْ ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے۔ اس جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فقال لھم اللہ موتوا نماتوا ثم احیاھم۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا مرجاؤ پس وہ مر گئے۔ پھر اس نے ان کو زندہ کیا

فائدہ :۔ یہ کون لوگ تھے جن کو مرنے کا حکم دیا گیا اور پھر مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔ کس زمانے کے تھے کہاں بستے تھے۔ کہاں سے نکلے کدھر کو گئے کیوں گئے۔ ان سب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ لیکن یہ امر واضح نظر آتا ہے کہ یہ قصہ اس آیت کے نزول کے وقت لوگوں کے علم میں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بابت دریافت نہ کیا۔ ویسے بھی یہاں آیت کا مقصد کسی تاریخی واقعہ کا بیان کرنا نہیں بلکہ یہ امر ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے انسان اس سے بھاگ کر اپنی کوششوں سے بچ نہیں سکتا اس لئے اس قصہ کے تاریخی پس منظر کو

کردینے کی ضرورت نہیں۔

= لَذُوْفَضْلٍ۔ لام تحقیق وتاکید کے لئے ہیں ذُوْفَضْلٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ فضل کرنے والا۔

۲: ۲۴۴ = وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اور اللہ کی راہ میں لڑائی لڑو (جہاد کرو) یہ بات ذہن نشین کرا دینے کے بعد کہ موت وحیات اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کوئی اپنے حیلہ سے موت کو ٹال نہیں سکتا۔ اور نہ زندگی کو بڑھا سکتا ہے اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی سربلندی کے لئے جہاد کی ترغیب دی جا رہی ہے جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فاطیعوا وقاتِلُوْا

= سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ سننے والا۔ سَمْعٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور جب یہ حق تعالیٰ کی شان میں ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شی پر حاوی ہو۔ عَلِیْمٌ۔ خوب جاننے والا۔ عِلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بروزن فعیلٌ یہ بھی اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۲: ۲۴۵ = مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا۔ مَنْ استفہامیہ ہے۔ مبتدا۔ ذَا خبر ہے اَلَّذِیْ یا ذَا کی صفت ہے یا اس سے بدل ہے۔ قَرْضًا منصوب بوجہ مصدر بمعنی اِقْرَاضًا ہے یا بوجہ مفعول۔ حَسَنًا صفت ہے قَرْضًا کی۔ ترجمہ۔ ہے کوئی ایسا جو اللہ کو قرض حسنہ دے

= فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ف۔ جواب استفہام کے لئے یُضٰعِفَہٗ میں یُضٰعِفُ مضارع منصوب کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مضاعفۃ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر، باب مفاعلہ مشارکت کی وجہ سے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ اَنْ مقدرہ ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب قَرْضًا کے لئے۔ اور لَہٗ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب قرض دینے والے کے لئے ہے۔ اَضْعَافًا۔ ضِعْفٌ کی جمع ہے ضِعْفٌ اسم مصدر اور بطور مفعول مطلق مستعمل ہے اس کو اَضْعَافًا (بطور جمع) تنویع کے لئے بیان کیا ہے۔ کَثِیْرَۃً۔ بہت، واحد مؤنث لیکن اطلاق جمع کے موقعہ پر بھی ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔ تاکہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) قرضہ حسنہ دینے والے کے لئے اس قرض (کی جزاء) کو کئی گنا بڑھا دے

= یَقْبِضُ۔ مضارع واحد مذکر غائب قبضٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ تنگ کرتا ہے وہ روکتا ہے اَلْقَبْضُ کے معنی کسی چیز کو پورے پنجے کے ساتھ پکڑنا کے ہیں۔ جیسے قبض السیف تلوار کو پکڑنا۔

= یَبْصُطُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ بَسْطٌ (باب نَصَرَ) مصدر کشادہ کرتا ہے فراخ کرتا ہے بسط مادّہ۔ قرات میں بعض نے صَ سے اور بعض نے سَ سے پڑھا ہے

بَسَطَ الشَّیْءَ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے اور توسیع کرنے کے ہیں پھر استعمال میں کبھی دونوں معنیٰ ملحوظ ہوتے ہیں اور کبھی ایک معنیٰ متصور ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے بَسَطَ الثَّوْبَ اس نے کپڑا پھیلایا اسی سے اَلْبِسَاطُ ہے جو ہر پھیلی ہوئی چیز پر بولا جاتا ہے اور بَسْطٌ کبھی بمقابلہ قَبْضٌ بھی آتا ہے جیسے

آیت ہذا میں (خدا ہی روزی کو تنگ کرتا ہے اور وہی اسے کشادہ کرتا ہے) اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:
وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ۔ (۴۲ : ۲۷) اور اگر خدا اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا۔ اور
وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (۲ : ۲۴۷) اس نے اُسے علم بھی بہت بخشا اور تن و توش بھی بڑا عطا کیا
= وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ہ الیہ ای الی اللہ۔ تُرْجَعُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَجْعٌ (باب ضَرَبَ) تم لوٹائے جاؤ گے۔ تم پھیرے جاؤ گے۔

۲ : ۲۴۶ = اَلَمْ تَرَ۔ ہمزہ استفہامیہ۔ لَمْ تَرَ۔ مضارع نفی جحد بلَمْ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ تَرَ اصل میں تَرٰی تھا۔ یاء کو حذف کیا گیا ہے۔

= اَلْمَلَاءُ۔ سرداروں اور بڑے لوگوں کی جماعت۔ اسم جمع معرّف باللّام۔ مجرور۔ م ل ء مادّہ
اَلْمَلَاُ۔ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن و جمال سے اور نفوس کو ہیبت و جلال سے بھر دے۔ اس کا مفرد کوئی نہیں ہے۔ اس کی جمع اَمْلَاءٌ ہے مَلَاَ یَمْلَاُ (باب فتح) مَلْأٌ وَمَلَاءَۃٌ مصدر بِہٖ کے ساتھ بمعنی کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ بھر دینا۔ مِلْءٌ پیمانہ یا برتن بھرنے کی مقدار (نیز ملاحظہ ہو ۱۱ : ۹۷)

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاءِ۔ ای الم ترا الی قصّۃ الملاء من بنی اسرآئیل) کیا تمہیں علم نہیں بنی اسرائیل میں سے بعض گروہِ سرداران کے قصہ کا۔ (روح البیان) ای الم ترقصۃ الملأ اوحدیثھم (روح المعانی) اَلَمْ تَرَ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تو نے غور نہیں کیا۔ کیا تجھے خبر نہیں۔

فائدہ: اَلَمْ تَرَ۔ عربی میں یہ طرز خطاب ایسے موقع پر آتا ہے کہ جب مخاطب کو کسی بڑے اہم اور معروف واقعہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔ رویت سے ہمیشہ چشم بصارت سے دیکھنا مراد نہیں ہوتا بلکہ وہم و تخیل اور غور و تفکر اور عقل کی راہ سے بھی مطالعہ و مشاہدہ مراد ہوتا ہے اور جب اس فعل کا صلہ الٰی کے ساتھ آتا ہے تو کوئی مقصود کوئی نتیجہ نکالنا یا عبرت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

= مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔

= مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی۔ ای من بعد موتہٖ او مِنْ بَعْدِ زَمَانِہٖ

= اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّھُمْ۔ اِذْ بدل ہے مِنْ بَعْدِ سے کیونکہ دونوں زمانہ کے لئے ہیں۔

ترجمہ ہو گا۔ کیا تو نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جس نے حضرت موسیٰؑ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا۔ یا۔ کیا تجھے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے قصہ کی خبر نہیں جس نے حضرت موسیٰؑ کے کے زمانہ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا۔

= اِبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یہ مقولہ ہے قَالُوْا کا۔ اِبْعَثْ تو بھیج۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بَعْثٌ (باب فتح) مصدر۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اٹھانا۔ کھڑا کرنا۔ اور سامنے کرنا۔
بَعْث کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بشری دوسری الٰہی۔ اگر اس کی نسبتِ فاعلی انسان کی طرف ہو تو اس کو بشری کہیں گے جیسے کسی ایک شخص کا دوسرے شخص کو روانہ کرنا اور بھیجنا۔ اگر یہ نسبت خدا کی طرف ہو تو اس کو الٰہی کہا جائے گا۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں پہلی قسم اللہ کے ساتھ مخصوص ہے جیسے اشیاء کو عدم سے وجود میں لانا۔ دوسری مثال مردوں کو جلانا ہے۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنے ممتاز بندوں کو بھی سرفراز فرماتا ہے جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔
دِيَارِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ دِيَارٌ جمع دَارٌ کی نَا ضمیر جمع متکلم۔ ہمارے گھر، ہمارے شہر، ہمارے وطن۔ وَاَبْنَآئِنَا۔ وَاؤ عاطفہ اَبْنَآءِ نَا مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف۔ دِيَارِنَا معطوف علیہ۔ تقدیر کلام یوں ہے مِنْ بَيْنِ اَبْنَآءِ نَا۔ اَبْنَآء جمع ہے اِبْنٌ کی۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ اپنے بیٹوں یا اپنی اولاد سے دور کئے گئے (اِبْنٌ کے معنی بیٹا کے ہیں لیکن جب بیٹے بیٹیاں دونوں مقصود ہوں تو اس کی تغلیب کی وجہ سے مذکر کا صیغہ بولتے ہیں)
= فَلَمَّا۔ فَ عاطفہ ہے لَمَّا بمعنیٰ جب۔ حرف شرط ہے ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے شرط و جزار۔ بعض کے نزدیک حرف شرط نہیں بلکہ اسم ظرف ہے حِيْنَ کا ہم معنیٰ۔
فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ اس کی جزار۔ پھر جب قتال ان پر فرض کر دیا گیا تو وہ (سب) پھر گئے ماسوائے ان میں سے قلیل تعداد کے۔
تَوَلَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ تولّی (تفعّلٌ) مصدر۔ انہوں نے پشت پھیر دی۔ انہوں نے منہ موڑا
= الظّٰلِمِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ ظلم کرنے والے۔ یہاں مراد اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں۔ یعنی اللہ کے نافرمان بندے۔ یعنی وہ نافرمان بندے جنہوں نے جہاد سے منہ پھیر لیا۔
= فائدہ ۱) آیت ہذا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تقریبًا تین سو سال کے بعد اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت سے ہزار گیارہ سو سال پہلے کا ایک واقعہ بیان ہو رہا ہے جس کا مختصر حال یہ ہے کہ عمالقہ فلسطین کے اکثر حصوں پر قابض ہو گئے تھے۔ اور بنی اسرائیل رامہ کے علاقہ میں محصور ہو کر رہ گئے تھے اُس وقت جو ان کے نبی اور حکمران تھے ان کا نام سموئل تھا اور وہ کافی بوڑھے ہو چکے تھے۔ عمالقہ کی ایذا رسانیاں اور زیادتیاں دن بدن بڑھ رہی تھیں۔ بنی اسرائیل چاہتے تھے کہ عمالقہ کی سرکوبی کریں۔ اور اپنا کھویا ہوا اقتدار اور حکومت واپس لیں۔ اس لئے انہوں نے بار بار اپنے نبی حضرت سموئل علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے ایک مَلِکْ (سردار) کا سوال کریں۔ حضرت سموئل ؑ ان کی عادات سے خوب واقف

تھے کہ یہ دعوے تو بڑے لمبے چوڑے کرتے ہیں لیکن عمل کے وقت ان کا سارا جوش سرد پڑ جاتا ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر جہاد فرض کرے اور تم جہاد سے منہ موڑ جاؤ۔

کہنے لگے حضرت جی! کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم جہاد نہ کریں حالانکہ ہمیں گھروں سے نکالا گیا اور اپنے بچوں سے جدا کر دیا گیا۔

ان کی خواہش اور اصرار کے باعث اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جب ان کا سردار اور سپہ سالار مقرر فرما دیا تو لگا اعتراض کرنے کہ یہ شخص نہ لاوی بن یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہے جس میں نبوت نسلاً بعد نسلٍ چلتی آتی ہے اور نہ یہودا ابن یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہے جس میں حکومت وسلطنت پشت در پشت چلی آرہی ہے تو یہ نادار اور قلاش کب سردارِ قوم اور سالارِ لشکر بن سکتا ہے؟ امامت کے حقدار تو ہم ہیں جن کے پاس دولت کی فراوانی ہے۔

حضرت سموئیل علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ حکومت کے لئے تمہارا قائم کردہ معیار درست نہیں بلکہ اس کا صحیح معیار تو علم وشجاعت ہے اور ان دونوں باتوں میں وہ تم سب سے ممتاز ہے۔ بائبل میں ہے کہ یہ تیس سالہ نوجوان اپنے حسن وجمال میں بے نظیر تھا۔ ان کی قامت کی بلندی کی یہ حالت تھی کہ دوسرے لوگ مشکل سے اس کے کندھوں تک پہنچ سکتے تھے۔ اور یہ بنیامین کی نسل سے تھا۔

حضرت سموئیل نے انہیں بتایا کہ طالوت کا انتخاب کوئی انسانی انتخاب نہیں بلکہ اللہ رب العزت نے خود تمہاری قیادت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ تمہیں اس کی عطا اور بخشش پر معترض نہیں ہونا چاہئے

بنی اسرائیل بھلا کب آسانی سے اپنی ضد سے باز آنے والے تھے فوراً مطالبہ کیا کہ آپ دلیل پیش کیجئے کہ طالوت کا انتخاب واقعی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اس وقت ان کے نبی نے فرمایا کہ اس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہاری تسکین وطمانیت کا سامان ہے اور جس میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے اور جو عمالقہ تم سے چھین کر لے گئے تھے۔ وہ تمہیں فرشتے واپس کر دیں گے۔ اور اگر تم میں ایمان ہے تو اس سے بڑھ کر تمہیں مزید کسی نشانی کی ضرورت نہیں رہے گی۔

جب فرشتے اس صندوق کو اٹھائے ہوئے یا اس بیل گاڑی کو ہانکتے ہوئے جس پر تابوت رکھا تھا بنی اسرائیل کے پاس لے آئے تو اب انہیں طالوت کے ملک (سردار) بننے کے متعلق اطمینان ہو گیا نیز انہیں ڈھارس بندھ گئی کہ اب وہ یقیناً فتحیاب ہوں گے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تبرکات والا صندوق جس میں حضرت موسیٰؑ کا عصا اور پارچات اور حضرت ہارونؑ کا عمامہ تھا۔ انہیں واپس مل گیا ہے

جب طالوت عمالقہ کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے تو ان کے ہمراہ بنی اسرائیل کا ایک انبوہ کثیر تھا۔ راستے میں ایک نہر (ممکن ہے کہ دریائے اردن ہی ہو) پر سے گذر ہوا تو انہیں حکم ملا کہ اب تمہارا امتحان

لیا جائے گا۔ اور وہ امتحان یہ ہے کہ اس نہر سے پانی پینے کی اجازت نہیں جس نے پانی پیا وہ میرا سپاہی نہیں ہے۔ ہاں اگر پیاس کی شدت ہو تو ایک چلو بھر کر پی لو اس سے زیادہ نہیں۔ اب کیا تھا سب ٹوٹ پڑے اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ سوائے چند مخلصین کے جو اس امتحان میں کامیاب ہوئے اور جن کی تعداد صحیح روایت کے مطابق ۳۱۳ تھی۔ باقی جتنے لوگ جو ہزاروں کی تعداد میں تھے انہوں نے لشکر سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اب طالوت اپنے مٹھی بھر جانباز سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھے لیکن جب انہوں نے جالوت کے لشکر جرار کو دیکھا تو سہم سے گئے اور کہنے لگے کہ جالوت کے اتنے بڑے لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت کہاں؟ لیکن انہیں کے چند مخلص ترین ساتھیوں نے ہمت بندھائی اور انہیں بتایا کہ فتح و نصرت اللہ کے ہاتھ میں ہے اس سے پہلے بھی بارہا ایسے واقعات ہو گذرے ہیں جب کہ اس کی نصرت و تائید سے چھوٹی سی جماعت نے بڑی بڑی فوجوں کو شکست فاش دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ان لوگوں کے ضرور شریک حال ہوتی ہے جو حق و صداقت کے لئے صبر و ثبات سے کام لیتے ہیں۔

جب وہ جانباز سر ہتھیلیوں پر رکھے میدان میں نکلے تو بارگاہ رب العزت میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور اپنے لئے صبر و استقامت کی دعا کی اور پھر دشمن کی شکست کا سوال کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتح و نصرت حاصل کرنے کے لئے صبر و ثابت قدمی شرط اولین ہے۔ جو قوم یا فرد میدانِ جہاد و میدان عمل میں شدائد و تکالیف کے سامنے صبر اور استقامت سے کام لیتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ مؤمن کے پاس سب سے زیادہ مؤثر ہتھیار دعا ہے۔ جس کا اس کے دشمن کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طاہرہ بھی یہی تھی۔

ان مٹھی بھر مجاہدین نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے دشمن کے لشکر جرار کو شکست فاش دی عمالقہ کے سپہ سالار جالود کو جو بڑا بہادر اور کہنہ مشق جرنیل تھا حضرت داؤد علیہ السلام نے پتھر مار کر ہلاک کر دیا حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام اس وقت بالکل کم سن تھے۔ زرد رُو اور لاغر و بیمار تھے۔

فائدہ = (۲) عَسٰی۔ عنقریب ہے۔ شتاب ہے، ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے علامہ جلال الدین سیوطی رح الاتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں:۔

عَسٰی۔ فعل جامد ہے۔ غیر منصرف۔ اور اسی بنا پر ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ یہ حرف ہے۔ اس کے معنی پسندیدہ بات میں امید کے اور ناپسندیدہ میں اندیشہ اور کھٹکے کے ہیں اور یہ دونوں معنی اس آیت کریمہ میں جمع ہو گئے ہیں۔ عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲: ۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے

حق میں اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں

۲ : ۲۴۷ = وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ ۔ یعنی جب بنی اسرائیل کی اس استدعا «اِبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ» (آپ ہمارے لئے ایک سردار مقرر کردیں تاکہ ہم خدا کی راہ میں جہاد کریں) پر حضرت سموئیل نے اللہ سے دعا کی اور دعا کی قبولیت پر اللہ تعالیٰ نے طالوت کو ان کا سردار مقرر فرمایا تو حضرت سموئیل نے ان سے کہا وَقَالَ لَهُمْ ....

= قَدْ بَعَثَ لَكُمْ ۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر ماضی قریب کے معنی دیتا ہے (اللہ تعالیٰ نے) مقرر کیا ہے

= طَالُوتَ ۔ بوجہ معرفہ و عجمیت کے غیر منصرف ہے اور مثل داؤد۔ و۔ جالوت کے ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ الطول سے عربی لفظ ہے اور اس کی اصل طولوت مثل رھبوت و رحموت ہے واؤ کو الف سے بدلا۔ اس کا غیر منصرف ہونا بوجہ علمیت و شبہ العجمہ کے ہے

= مَلِكًا ۔ حال ہے طَالُوتَ سے۔

= اَنّٰى ۔ بمعنی مِنْ اَيْنَ ۔ كَيْفَ ۔ اسے ہم پر سرداری کہاں سے آگئی۔ یا کیونکر آگئی۔ یا حاصل ہوگئی نیز ملاحظہ ہو (۲ : ۲۲۳)

= اَلْمُلْكُ ۔ اسم و مصدر ۔ سرداری ۔ امارت ۔ بادشاہت ۔ سلطنت ۔

= وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ ۔ واؤ حالیہ ہے ۔ جملہ حالیہ ہے۔ اَحَقُّ اسم تفضیل اور فاعل دونوں کے لئے آتا ہے ۔ بڑا حق دار ۔ زیادہ حقدار ۔ حالانکہ سلطنت یا سرداری کے تو ہم اس سے زیادہ مستحق ہیں

= فائدہ ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی نسل سے یہودیوں کے جو بارہ خاندان ہوئے وہ بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ ان میں سے لاوہ بن یعقوبؑ کا قبیلہ وہ تھا جس میں بنی اسرائیل کے تمام پیغمبر ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام اسی قبیلہ سے تھے۔ یہودا بن یعقوبؑ کا قبیلہ حکومت و سلطنت کے لئے مخصوص تھا۔ اور حضرت داؤد و اور سلیمان علیہما السلام اسی قبیلہ میں سے تھے۔ سب سے چھوٹا قبیلہ بنی یامین کا تھا جس میں سے طالوت تھے۔ یہ قبیلہ مالی طور پر بھی چنداں حیثیت نہ رکھتا تھا۔ خود طالوت سقایت (پانی بھرنا) یا دباغت (چمڑہ رنگنا) کا کام کیا کرتے تھے ان مابہ الامتیاز اسباب کی وجہ سے لاوی بن یعقوب اور یہودا ابن یعقوب کے قبیلے کے لوگ متعجب ہوئے کہ ان کو چھوڑ کر یہ سرداری قبیلہ یامین کے پاس کیسے چلی گئی

= وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۔ واؤ عاطفہ ہے جو دونوں جملوں کو ملاتی ہے۔ اور یہ کیونکر ہم پر سرداری کا مستحق ہوا۔ حالانکہ اس کے پاس دولت کی فراوانی بھی تو نہیں ہے

لَمْ يُؤْتَ ۔ مضارع مجہول نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ نہیں

دیا گیا۔ سَعَةً اسم و مصدر بمعنی کشائش۔ فراخی۔ وسعت۔ طاقت۔ پہنچ۔ یہ وَسِعَ یَسَعُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے۔ جس کے معنی فراخ ہونے کے ہیں۔ اس کی ۃ واؤ کے بدلہ میں ہے جیسے وَعَدَ یَعِدُ عِدَةً (باب ضرب) اور وَزَنَ۔ یَزِنُ۔ زِنَةً (باب ضرب) واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض ۃ لے آئے

= اِصْطَفٰهُ - اِصْطَفٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِصْطِفَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے پسند فرمایا اس نے چُن لیا۔ ص ف ی مادّہ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس نے اس کو پسند فرمایا۔ یا چن لیا اصطفیٰ میں ط۔ ت کی جگہ لایا گیا ہے۔ عَلَیْكُمْ تمہارے مقابلہ میں۔

= وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ واؤ عاطفہ ہے زَادَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب زِیَادَةٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ زیادہ دینا۔ بڑھانا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ بَسْطَةً۔ مفعول ثانی فِی الْعِلْمِ متعلق بَسْطَةً واؤ عاطفہ الجسم۔ ای زادہ بسطۃ فی الجسم۔ بسطۃ۔ کشادگی، کشائش۔ وسعت فضیلت۔ اور زیادہ بخشی اس نے (اللہ نے) اس کو (طالوت کو) علم و جسم میں کشادگی۔ اور وسعت وفضیلت۔ (کہتے تھے کہ حضرت طالوت اپنے وقت میں فنون حرب اور دیانات (یعنی علم دین میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اور جہاں تک تندرستی و توانائی کا تعلق ہے بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص خوبصورتی۔ وجاہت۔ قد و قامت میں ان کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ یہ ساری قوم میں کاندھے سے لے کر اوپر تک ہر ایک سے اونچے نظر آتے تھے۔

= وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ۔ واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف محذوف پر ہے گویا عبارت یوں ہے: اَلْمُلْكُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ۔ مُلْكَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا ملک۔ اس کی بادشاہی۔

= وَاسِعٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ سَعَةٌ مصدر (باب سمع) وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا۔ وسعت دینے والا۔ یعنی فقیر کو وسعت دے کر امیر کر دینے والا۔

= عَلِیْمٌ۔ عِلْمٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔ (کہ کون کس کام کے لائق ہے)

۲:۲۴۸ = اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ۔ اِنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل اٰیَةَ مضاف۔ مُلْكِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اَنْ۔ تحقیق اس کی امارت کی نشانی یہ ہے کہ تابوت (از خود) تمہارے پاس آجائے گا۔

تَابُوْتُ بروزن فَعَلُوْتُ۔ توب سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں۔ اور اسے تابوت اس لئے کہتے ہیں کہ جو چیز اس میں سے نکالی جاتی تھی وہ پھر واپس اسی میں چلی آتی تھی (تفسیر مظہری) اس کے

متعلق مختلف اقوال ہیں۔ تابوت بمعنی لکڑی کا صندوق عموماً مستعمل ہے اس کی جمع توَابِیتُ ہے۔
= فِيهِ سَكِينَةٌ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو تابوت ہے یعنی اس میں ایسی چیزیں رکھی ہوئی ہیں جن سے تمہاری تسکین ہوجائے گی۔ یا تابوت کی واپسی کا امر ای فی اتیانہ سکون لکم وطمانیۃ
= سَكِينَةٌ۔ تسکین۔ تسلی خاطر۔ اطمینان۔ سُكُونٌ سے بروزن فَعِيلَةٌ مصدر ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے کہ عَزِيمَةٌ ہے۔

علامہ لغوی سید محمد مرتضیٰ زبیدیؒ لکھتے ہیں

سکینہ وہ اطمینان۔ چین وقرار اور سکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہوجاتا ہے پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گذرے وہ اس سے گھبراتا نہیں ہے یہ اس کے لئے ایمان کی زیادتی۔ یقین میں قوت اور استقلال کو ضروری کردیتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے "یوم الغار" اور یوم حُنَین" جیسے قلق واضطراب کے مواقع پر اپنے رسول اور مؤمنین پر اس کے نازل کرنے کی خبر دی ہے۔

واضح رہے کہ سکینۃ کا لفظ قرآن مجید میں چھ جگہ استعمال ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ بجز سورۃ بقرہ کے قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی سکینۃ آیا ہے اس کے معنی اطمینان کے ہیں۔ سورۃ بقرہ کی جس آیت کا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے استثناء فرمایا ہے وہ آیۃ کریمہ یہ ہے اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖ ...... فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ یہاں سکینۃ سے کیا مراد ہے۔ ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے تو یہاں بھی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اطمینان ہی کے معنی روایت کئے ہیں اور یہی صحیح ہیں۔ اس کے علاوہ اس بارے میں تفسیر کی کتابوں میں جو بہت سی بے سرو پا روایتیں منقول ہیں وہ نہ عقلاً صحیح ہیں نہ نقلاً۔ اور پھر سخت متعارض کہ ان کا باہم جمع کرنا غیر ممکن ہے (لغات القرآن)

= فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ یہ جملہ تابُوت سے موضع حال میں ہے۔
= وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ۔ واؤ ہر دو جگہ عاطفہ ہیں۔ بَقِيَّةٌ۔ بچی ہوئی چیز، باقی رکھا ہوا۔ بروزن فَعِيلَةٌ۔ بَقَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ بچی ہوئی چیزیں کیا تھیں۔ تورات کی دو لوحیں۔ کچھ ٹوٹی ہوئی لوحوں کا ریزہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ ان کی نعلین۔ حضرت ہارون کا عمامہ اور عصار اور ایک قفیز (ایک پیمانہ) مَنّ جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔
بَقِيَّةٌ اس کا عطف سَكِينَةٌ پر ہے مِمَّا مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ سے اور مَا موصولہ سے۔ اٰلُ مُوسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ میں اٰلُ سے مراد یا تو حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام بنفسہما ہیں اور اٰلُ کا لفظ ہر دو

کی شان عظمت کے لئے مستعمل ہے۔ یا اٰلُ سے مراد ان کے متبعین ہیں یا بنی اسرائیل کے انبیاء۔
مِمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ یہ بَقِيَّةٌ کی صفت ہے۔
= تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ یہ جملہ تابوت سے حال ہے۔ تَحْمِلُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع تابوت ہے۔ جس کو فرشتے اٹھائے ہوتے ہوں گے
= فِيْ ذٰلِكَ ـــ ای فی رجوع التابوت الیکم۔ تابوت کی تمہاری طرف واپسی۔
= لَاٰيَةً ؕ میں لام تاکید کے لئے ہے اور اٰيَةً منصوب بوجہ عامل اِنَّ ہے۔
= اِنْ كُنْتُمْ۔ میں اِنْ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ یہ (۱) یا تو حضرت شموئیل نبی کے کلام کا بقیہ ہے۔ (۲) یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علیحدہ خطاب ہے۔
فائدہ ـــ روح البیان میں ہے وقال بعضہم التابوت ھو القلب والسکینۃ ما فیہ من العلم والاخلاص واتیانہ تصییر قلبہ مقر العلم والوقار۔
یعنی بعض مفسرین نے تابوت سے مراد دِل۔ سکینۃ سے مراد علم و اخلاص اور تابوت کے آنے سے دل کا علم و ایمان سے بھر جانا مراد لیا ہے۔
بَقِيَّةٌ کے معنی بہترین کے بھی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ ؕ (۱۱:۱۱۶) یہاں اُولُوْا بَقِيَّةٍ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی رائے اور عقل باقی رہے۔ یا ارباب فضل مراد ہیں۔ اسی سے عرب والے بولتے ہیں فلان من بقیۃ القوم یعنی فلاں آدمی قوم میں عمدہ ہے۔
اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوئے: اس کی حکومت کی علامت یہ ہے کہ فرشتوں کے سہارے تمہاری کھوئی ہوئی ہمت واپس آجائے گی اور تمہیں اطمینان قلب ضرور نصیب ہوگا۔ اور تم آلِ موسیٰ و آلِ ہارون کے بہترین ترکہ یعنی اخلاقِ فاضلہ کے وارث بنو گے۔
۲:۲۴۹ = فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ۔
آیت سے قبل اور درمیانِ آیت بعض جگہ عبارت مقدرہ ہے۔ تقدیر کلام (بحوالہ تفسیر خازن) یوں ہے: فلما جاء ھم التابوت واقروا بالملک لطالوت تاھب للخروج الی الجہاد فاسرعوا لطاعتہ وخرجوا معہ وذلک قولہ تعالیٰ (فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ) ای خرج من بیت المقدس بالجنود وھم سبعون الفا وذلک انھم لما رأوا التَّابُوْتَ لم یشکوا فی النصر فسارعوا الی الخروج فِي الْجِهَادِ وكَانَ

وکان مسیرھم فی حر شدید فشکوا الیٰ طالوت قلۃ الماء بینھم وبین عدوھم و قالوا ان المیاہ لا تحملنا فادع اللہ ان یجری لنا نھرًا و (قَالَ) طالوت (اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَھَرٍ) یعنی جب تابوت ان کے پاس آ پہنچا اور انہوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور انہیں حضرت طالوت کی سرداری کا یقین ہوگیا۔ تو حضرت طالوت نے (ان کو مطمئن پاکر) جہاد کی تیاری کر کے (بیت المقدس سے) خروج کیا۔ بنی اسرائیل فوراً ان کے زیر کمان اکٹھے ہوگئے اس وقت ان کی تعداد ستر ہزار (یا بعض رواۃ کے مطابق اسی ہزار یا ایک لاکھ بیس ہزار) تھی۔ ان کی یہ اطاعت اس لئے تھی کہ جب انہوں نے تابوت کو دیکھا تو ان کو اپنی مدد ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ رہا اور سب کے سب فوراً جہاد کے لئے تیار ہوگئے۔ اس وقت بہت سخت گرمی پڑ رہی تھی اس لئے انہوں نے حضرت طالوت سے قلتِ آب کی شکایت کی اور کہا کہ وہ اللہ سے ان کے لئے ایک نہر جاری کرا دے)

حضرت طالوت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب نہر کی بابت بتایا گیا تو انہوں نے کہا کہ اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَھَرٍ اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کریگا۔ یعنی تمہاری استدعا کے بموجب ایک جاری نہر آئے گی لیکن اس سے تمہارا امتحان بھی مطلوب ہوگا۔

فَلَمَّا۔ فَ عاطفہ ہے۔ لَمَّا حرف ظرف بمعنی جب فَصَلَ۔ فُصُوْلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے بمعنی جدا ہونا۔ نکلنا۔ باب ضَرَبَ۔ اس صورت میں یہ فعل لازم ہے۔ اور آیت میں یہی مراد ہے۔ لیکن اگر اس کا مصدر فَصْلٌ ہے تو یہ فعل متعدی ہوگا۔ اس صورت میں اس کے معنی ہوتے ہیں کاٹنا۔ جدا کرنا۔ ٹکڑے کردینا۔ بچے کا دودھ چھڑانا۔ اول الذکر کی صورت میں معنی ہوں گے: پھر جب طالوت فوجیں لے کر (بیت المقدس سے) نکلا۔

مُبْتَلِیْکُمْ۔ مُبْتَلِیْ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مضاف الیہ۔ اِبْتِلَاءٌ۔ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تمہاری آزمائش کرنے والا۔ تم کو جانچنے والا۔

اس کا مادہ بَلْیٌ ہے (باب ضَرَبَ) سے بمعنی فرسودہ ہوجانا۔ پرانا ہوجانا۔ بوسیدہ ہوجانا۔ جیسے بَلِیَ الثَّوْبُ۔ بِلًی و بَلَاءٌ۔ کپڑا فرسودہ اور کہنہ ہوگیا۔ لیکن باب نَصَرَ سے یہ مادہ آزمائش کرنے اور جانچنے کے معنوں میں مستعمل ہے۔ جیسے اِنَّمَا یَبْلُوْکُمُ اللّٰہُ بِہٖ (۱۶:۹۲) بیشک خدا تمہیں آزماتا ہے اس سے اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَھَرٍ بیشک اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کریگا۔ یعنی تم سے ممتحن جیسا سلوک کرے گا۔ تاکہ مطیع اور عاصی میں فرق ظاہر ہوجائے۔

= مَنْ شَرِبَ مِنْہُ۔ مَنْ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ ہے۔ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ فَ جواب شرط میں ہے اور جملہ جواب شرط ہے۔

لَيْسَ مِنِّيْ۔ نہیں ہے
میرے میں سے ۔میرے حامیوں میں سے ۔میرے طرف داروں میں سے ۔ میرے حمائیتیوں میں سے ای لیس من اشیاعی (جمع شیعۃ واحد)

= وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ۔ پہلا جملہ شرطیہ ۔ دوسرا جواب شرط ہے ۔ واؤ عاطفہ لَمْ يَطْعَمْهُ میں لَمْ يَطْعَمْ مضارع نفی حجد بَلَمْ واحد مذکر غائب (جس نے) نہ چکھا ۔ طعم الشئ اس وقت بھی بولا جاتا ہے جب کسی چیز کو (کھانے کی ہو یا پینے کی) چکھے ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ۔جس کا مرجع نہر کا پانی ہے ۔

مِنِّيْ۔ مِنْ حرف جاری ساکن ضمیر واحد متکلم ۔مجرور ۔ مجھ سے ۔میری طرف سے ۔

= اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ = اِلَّا حرف استثناء مَنْ موصولہ ۔اِغْتَرَفَ ۔ صلہ ۔ موصول وصلہ مل کر مستثنیٰ ۔ فَمَنْ شَرِبَ مستثنیٰ منہ ۔

اِغْتَرَفَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اس نے ایک چلو بھرا ۔ اِغْتِرَافٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر ۔ غُرْفَةً ایک چلو پانی ۔ چلّو بھر پانی ۔ اِغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ (جس نے) اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر پانی پی لیا ۔ غُرْفَةً (بمعنی معروف) بوجہ مفعول بہٖ ہونے کے منصوب ہے ۔ الا من اغترف غرفۃ بیدہ ۔ معناہ الرخصۃ فی اغتراف الغرفۃ بالید دون الکرع ۔ یعنی ہاتھ سے چلو بھر پانی پی لینے کی اجازت ہے ۔ بدون برتن یا منہ لگا کر پانی پینے کے ۔

= فَشَرِبُوْا مِنْهُ ۔ ای من النھر ۔ پس ان (سب نے) نہر سے پانی پی لیا ۔

= اِلَّا قَلِيْلًا ۔ اِلَّا حرف استثناء قَلِيْلًا مستثنیٰ ۔ اِلَّا کے بعد کلامِ موجب میں واقع ہے لہٰذا منصوب ہے (جس کلام میں استثناء ہو اور اس میں نفی ۔ نہی و استفہام نہ ہو وہ موجب کہلاتا ہے ۔

= فَلَمَّا ۔ پھر جب

= جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۔ جَاوَزَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب مُجَاوَزَةٌ (مفاعلۃ) بمعنی پار ہونا ۔ پار اترنا ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب نہر کے لئے ہے ۔ هُوَ ای طالوت واؤ عاطفہ ۔ اَلَّذِيْنَ موصول اٰمَنُوْا صلہ ۔ دونوں مل کر معطوف ۔ عطف بر ضمیر هُوَ ۔ مَعَهٗ ۔ مَعَ اسم ظرف مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۔مضاف الیہ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر متعلق جَاوَزَ ۔ یعنی جب حضرت طالوت دریا کے پار اتر گئے ۔ اور ان کے ساتھ صاحب ایمان لوگ بھی دریا پار کر گئے ۔

قَالُوْا ۔ صاحب تفسیر ماجدی رقم طراز ہیں: (بہ نظر احوالِ ظاہر) یہ گفتگو ان میں آپس میں ہونے لگی دشمن کی کثرتِ تعداد اور اس کی عظمت و سامان پر نظر کر کے اس کی ہیبت کا دل پر بیٹھ جانا اور اپنی طرف سے

مایوس ہوجانا ایک امر طبعی تھا۔ اچھے اچھے اہل ایمان کی بھی ایسے موقع پر طبعی طور پر ہمت چھوٹ جاتی ہے

= بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ۔ ب۔ حرف جار۔ جالوت غیر منصرف کطالوت۔ واؤ عاطفہ جُنُوْدِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف۔ جس کا عطف جالوت پر ہے۔ جالوت اور اس کی فوجوں کے مقابلہ میں

= قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ۔ وہ لوگ جنہیں یقین تھا کہ بیشک وہ اللہ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں۔ وہ بولے۔ يَظُنُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب ظَنَّ (باب نصر) وہ یقین کرتے ہیں وہ گمان کرتے ہیں۔ آیت ہذا میں اول الذکر معانی مراد ہیں۔ مُلٰقُوْا اصل میں مُلَاقُوْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا ہے۔ یہ اسم فاعل جمع مذکر۔ مضاف ہے اَللّٰهِ مضاف الیہ۔ یہاں مذکورہ بالا مومنین میں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا ایمان خدا اور آخرت پر بالکل پختہ اور غیر متزلزل تھا۔ اور وہ ہنگامی طور پر بھی مرعوب اور دہشت زدہ نہ ہوئے تھے بلکہ بڑے استقلال کے ساتھ بولے........

= كَمْ مِّنْ فِئَةٍ ...... مَعَ الصّٰبِرِيْنَ یہ مقولہ ہے قَالَ کا۔

كَمْ اسم مبنی ہے اور صدر کلام میں آتا ہے۔ اور مبہم ہونے کی وجہ سے تمیز کا محتاج ہوتا ہے۔

یہ دو طرح مستعمل ہے:

(۱) استفہامیہ۔ مثلاً۔ کتنی مقدار۔ کتنی تعداد۔ کتنی دیر۔ قرآن مجید میں كَمْ استفہامیہ نہیں آیا ہے۔ (الاتقان) ——(۲) كَمْ خبریہ۔ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے جیسے كَمْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو برباد کر دیا۔ کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے۔ جیسے وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا۔ (۷ : ۴) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں۔ اور وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا۔ اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی۔

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ۔ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ۔ موصوف وصفت۔ فِئَةٌ واحد۔ گروہ۔ جماعت۔ ٹولی وہ گروہ جس کے افراد باہم مددگار ہوں اور ایک دوسرے کی طرف مدد کرنے کے لئے دوڑیں۔ فَاءَ يَفِيْءُ فَيْءٌ (باب ضرب) فیئ مادہ۔ اچھی حالت کی طرف لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ جیسے حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ (۴۹ : ۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے۔ پس جب وہ رجوع لائے۔ ترجمہ ہوگا۔ (بسا اوقات) چھوٹی چھوٹی کتنی ہی جماعتوں نے بڑی بڑی جماعتوں پر غلبہ پالیا اللہ کے حکم سے) یعنی اس کی توفیق و مدد سے۔

۲ : ۲۵۰ = بَرَزُوْا۔ وہ لڑائی کے لئے نکلے۔ ماضی جمع مذکر غائب بُرُوْزٌ (باب نصر) مصدر

بمعنی کھلم کھلا ظاہر ہونا میدان جنگ میں صف سے مد مقابل سے لڑنے کے لئے نکلنے کو مبارزت کہتے ہیں۔
بُرُوْزٌ کی مختلف اقسام ہیں۔
(۱) بذاتہٖ کسی چیز کا خود ظاہر ہونا۔ جیسے وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً (۱۸ : ۴۷) اور تو دیکھے کہ زمین کھل گئی۔
کیونکہ اس روز مکان اور مکین سب مٹ جائیں گے۔ اور زمین از خود کھل جائے گی۔ اسی لئے میدانِ جنگ
میں صف سے نکلنے کو مبارزت کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ
(۳ : ۱۵۴) تو جن کی تقدیر میں قتل لکھ دیا گیا ہے وہ تو اپنے مقتلوں کی طرف نکل کر ہی رہیں گے۔
(۲) چھپی ہوئی چیز کا کھل جانا۔ جیسے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ۔ (۲۶ : ۹۱) اور گمراہوں کے لئے دوزخ
ظاہر کر دی جائے گی۔

= اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ اَفْرِغْ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِفْرَاغٌ (افعال) مصدر بمعنی بہانا۔ دہانہ
کھولنا۔ تو ہم پر دہانہ کھول دے۔ ای اَصْبِبْ عَلَيْنَا صَبْرًا۔ ہم پر صبر انڈیل دے۔ ہم کو (بہت) صبر
عطا کر۔ صَبْرًا۔ بوجہ مفعول بہٖ منصوب ہے۔
اَفْرِغْ مادہ فرغ سے مشتق ہے اَلْفَرَاغُ شغل کی ضد ہے اور فَرَغَ يَفْرُغُ فُرُوْغٌ بمعنی خالی ہونا ہے
فَارِغٌ خالی قرآن مجید میں ہے وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا (۲۸ : ۱۰) اور حضرت موسیٰ کی اماں کا
دل بے صبر ہو گیا یعنی خوف کی وجہ سے گویا عقل سے خالی ہو گیا۔ بعض نے کہا ہے کہ فَارِغًا کے معنی موسیٰ
علیہ السلام کے خیال سے خالی ہونا ہیں۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کا خیال ان کے دل سے بھلا دیا۔ حتیٰ کہ وہ
مطمئن ہو گئی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالدینا انہوں نے گوارا کر لیا۔ اور دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے
فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۔ (۹۴ : ۷) تو جب فارغ ہوا کرو عبادت میں محنت کیا کرو۔
اور اَفْرَغْتُ الدَّلْوَ کے معنی ڈول سے پانی بہا کر اسے خالی کر دینا کے ہیں۔ چنانچہ اَفْرِغْ
عَلَيْنَا صَبْرًا (آیت ہذا میں) ہم پر صبر کے دہانے کھول دے۔ اسی سے مستعار ہے۔

= ثَبِّتْ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَثْبِيْتٌ (تفعیل) مصدر۔ تو ثابت رکھ۔ تو قائم رکھ۔
اَقْدَامَنَا۔ مضاف۔ مضاف الیہ مل مفعول ثَبِّتْ کا۔

= اُنْصُرْنَا ۔ اُنْصُرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تو ہماری مدد فرما۔

۲ : ۲۵۱ = فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ ای ان اللہ تعالیٰ استجاب الدعاء المؤمنین فافرغ
علیہم الصبر وثبت اقدامہم ونصرہم علی القوم الکافرین حین التقوا فہزموہم
باذن اللہ یعنی بقضائہ وارادتہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی دعا قبول فرمائی ان پر صبر کے دہانے
کھول دیئے۔ ان کو ثابت قدمی عطا کی۔ اور قوم کفار کے ساتھ مڈبھیڑ ہونے پر اپنے ارادہ و حکم سے فتح

نصیب فرمائی۔

ھَزَمُوْھُمْ۔ فعل ماضی جمع مذکر غائب ضمیر فاعل مؤمنون کی طرف راجع ہے ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کافروں کے لئے ہے۔ ھَزْمٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ انہوں نے ان کو شکست دی

= اٰتٰىهُ اللّٰهُ۔ اٰتٰى ماضی واحد مذکر غائب اِیْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے دیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع داؤد ہے۔

= اَلْمُلْكَ۔ بادشاہت۔ منصوب بوجہ مفعول اَلْحِكْمَةَ۔ ای النبوۃ۔ منصوب بوجہ مفعول حضرت داؤدؑ (حضرت سلیمان ع کے والد) حضرت طالوت کی فوج میں لبطور سپاہی شامل تھے۔ حضرت طالوت نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت داؤدؑ سے کردی اور سلطنت بھی ان کے حوالہ کردی۔ بعد میں جب نبوت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تو سلطنت اور نبوت دونوں ایک خاندان میں جمع ہوگئیں۔

وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ۔ اور اس کو سکھایا جو کچھ چاہا۔ یعنی منطق الطیر۔ خوش الحانی۔ علم زبور۔ علم سیاست وعلم سلطنت۔ صنعت الدروع (زرہ کا بنانا) اور جو کچھ کہ خداوند تعالیٰ نے چاہا

= مِمَّا۔ مِنْ اور مَا سے مرکب ہے۔ مِنْ یہاں تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ ابتدائیہ ہے۔ مَا موصولہ ہے

= يَشَآءُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَشِيْئَةٌ (باب فتح) مصدر۔ وہ چاہتا ہے۔ اس نے چاہا۔ (بمعنی ماضی

= وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ۔ لَوْ۔ حرف شرط ہے۔ لا نافیہ دَفْعُ مصدر مبنی للفاعل مضاف۔ اللہ مضاف الیہ۔ النَّاسَ مفعول۔ اور بَعْضَهُمْ بدل ہے النَّاسَ سے۔ بِبَعْضٍ۔ مفعول ثانی۔ یہ سارا جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ جواب شرط۔ لام جواب شرط کے لئے ہے۔ فَسَدَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا ہے تو (روئے) زمین پر فساد برپا ہوجائے۔

دَفَعَ۔ اگر الی کے صلہ کے ساتھ آئے۔ تو حوالہ کر دینے کے معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ۔ (۴: ۶) اور جب تم ان کا مال ان کے حوالہ کرنے لگو۔ اور جب اس کا استعمال عَنْ کے صلہ کے ساتھ ہو تو دفع کے معنی دفع کرنے .... دور کرنے یا ہٹانے کے آتے ہیں۔ مثلاً اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (۲۲: ۳۸) بے شک خدا مؤمنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے

= ذُوْ فَضْلٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ فضل والا۔ صاحب فضل۔ ذُوْ۔ اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے یعنی ان چھ حروف میں سے ہے جن کی تصغیر نہیں آتی۔

۲: ۲۵۲ = تِلْكَ۔ یہ۔ اسم اشارہ۔ واحد مؤنث۔ مشار الیہ مذکورہ بالا قصے ہیں۔ یعنی حدیث الالوف

وا ماتہم داحیاءھم (آیت ۲۴۳) تملیکِ طالوت ۔ طالوت کو سرداری عطا کرنا۔ تابوت کا واپس آجانا۔ منافقوں اور متذبذب لوگوں کو نہر کے ابتلاء میں ڈال کر الگ کر دینا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں جالود کی ہلاکت۔ داؤد کو سلطنت و نبوت عطا کرنا وغیرہ۔

تِلْكَ مبتدا ہے۔ اٰیٰتُ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اس کی خبر۔ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ متعلق خبر۔ نَتْلُوْ۔ مضارع جمع متکلم تِلَاوَةٌ۔ مصدر۔ ہم پڑھ کر سناتے ہیں۔ ہم تلاوت کرتے ہیں۔ هَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مفعول۔ اس کا مرجع اٰیٰت ہے۔ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ۔ ہم ان کو پڑھ کر تجھے سناتے ہیں بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ۔ صحیح صحیح یعنی اس طریقہ پر جو واقعہ کے مطابق یقینی ہے جس پہ کہ اہل کتاب کو بھی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی یہ قصص مندرج ہیں

وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ واؤ عاطفہ۔ لام تاکید کے لئے۔ الْمُرْسَلِيْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر اَلْمُرْسَلُ واحد۔ بھیجے گئے پیغمبر۔

اور یہ امر (ای نتلوھا علیك بالحق) اس پر بھی دال ہے کہ بے شک آپ مرسلین میں سے ہیں (کیونکہ متذکرہ بالا اخبار عجیبہ و قصص غریبہ و قدیمہ نہ آپ نے کہیں پڑھے اور نہ کسی اہل علم سے سنے ہیں بلکہ وحی من اللہ کے ذریعہ سے آپ کو ان کی خبر دی گئی ہے)

پارۂ

تِلْكَ الرُّسُلُ

(۳)

البقرة و آل عِمْرَان

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

۲ : ۲۵۳ == تِلْكَ ۔ اسم اشارہ واحد مؤنث الرُّسُلُ مشار الیہ ۔ جمع مذکر۔ دونوں مل کر مبتدا فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ خبر۔

الٓ ۔ استغراق کا ہے یعنی تمام پیغمبر۔ یا الٓ عہد کا ہے اور اس سے وہ جماعت معلومہ ہے جس کا علم آیت سابقہ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ سے ہو چکا ہے ۔

== فَضَّلْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ تَفْضِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر ہم نے فضیلت بخشی ۔ ہم نے بزرگی عطا کی ۔

== بَعْضَهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ دونوں مل کر مفعول فَضَّلْنَا کا ۔ عَلٰى بَعْضٍ بعض پر ہم نے ان پیغمبروں میں سے بعض کو بعض پر برتری عطا کی ۔

== مِنْهُمْ ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع تِلْكَ الرُّسُلُ ہے مَنْ موصولہ كَلَّمَ اللّٰهُ صلہ ۔ یعنی ان میں سے کوئی تو وہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ بدل ہے محل فَضَّلْنَا سے ۔

== وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۔ واؤ عاطفہ ہے دَرَجٰتٍ حال ہے بَعْضَهُمْ سے یا اس سے قبل فِیْ مقدر ہے ۔ اور بعض کو مرتبوں کی صورت میں بلندی عطا کی ۔ بَعْضَهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر رَفَعَ کا مفعول ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب رُسُل کی طرف راجع ہے ۔ اٰتَيْنَا ۔ ماضی جمع متکلم اِيْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ہم نے دیا ۔ ہم نے بخشا ۔ اَلْبَيِّنٰتِ ۔ کھلی دلیلیں ۔ روشن دلائل ۔ معجزات ، بَيِّنَةٌ کی جمع ۔ تَبْيِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سے مشتق ہے ۔ تَبْيِيْنٌ کے معنی بیان کرنے اور واضح اور ظاہر کرنے کے ہیں ۔ یہاں اَلْبَيِّنٰتُ سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام کا برص کے مریضوں کو تندرست کر دینا ۔ پیدائشی نابیناؤں کو صحت یاب کر دینا مردوں کو زندہ کرنا (باذن اللہ) وغیرہ ہیں ۔

== اَيَّدْنٰهُ ۔ ماضی جمع متکلم تَاْيِيْدٌ (تفعیل) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام) ہم نے اس کو قوت دی ۔ ہم نے اس کی مدد کی ۔ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۔ حضرت جبریل کے ذریعہ سے ۔ رُوْحُ الْقُدُسِ ۔ روح پاک ۔ جانِ پاک ۔ پاک فرشتہ ۔ رُوْح موصوف اور الْقُدُسِ صفت ہے ۔ یہاں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے ۔ جیسے رَجُلُ صِدْقٍ میں رَجُلُ موصوف اور صدق اس کی صفت ہے لیکن یہاں ترکیب اضافی میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے ۔

رُوْحُ الْقُدُسِ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد ۳ یا کوئی اور مستند کتاب ۔ مَا اقْتَتَلَ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِقْتِتَالٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر بمعنی آپس میں جنگ وقتال

کرنا۔ باہم لڑنا۔

= مِنْ بَعْدِهِمْ۔ ای من بعد الرُّسُلِ۔ اَلَّذِيْنَ (اسم موصول جمع مذکر) مِنْ بَعْدِهِمْ صلہ یعنی رسولوں کے بعد میں آنے والے لوگ۔

= مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ۔ ای مِنْ جِهَةِ اُولٰئِكَ الرُّسُلِ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، جن اَلَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِ الرُّسُلِ۔ یعنی رسولوں کے پیروکار۔ ان کے متبعین الْبَيِّنٰتُ۔ المعجزات الباهرة والایات الظاهرة۔ پرشکوہ۔ دل نشین اور روز روشن کی طرح ظاہر معجزے اور کھلے کھلے صاف اور ظاہر دلائل۔ یعنی رسولوں کی طرف سے معجزات باہرہ اور آیات ظاہرہ آجانے کے بعد اور اپنے سامنے اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد

= وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ ...... مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ رسولوں کے متبعین آپس میں جنگ وقتال نہ کریں تو وہ ان کو ہدایت نصیب فرما دیتا۔ حق پر سب کو متفق کر دیتا۔ اور مکمل اتباع رسل ان کو نصیب فرما دیتا۔ کوئی امت اپنے رسول کے بعد اپنے اپنے رسولوں کے ہاتھوں معجزات و آیات دیکھ لینے کے بعد آپس میں اختلافات نہ رکھتی اور باہمی جنگ وجدال کے متعلق سوچتی بھی نہ۔ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا لیکن انہوں نے (باہم) اختلاف کیا اور آپس میں قتل و غارت کا ارتکاب کیا۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جلالی وجمالی صفات اور اپنے مختلف اسماء (مثلاً) ہادی۔ مضل، غفار۔ قہار۔ منتقم اور عفوٌ کا ظہور چاہا۔ اس لئے وہ لوگ کفر و اسلام اور ہدایت و گمراہی میں بٹ گئے)

= فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ۔ پس کچھ تو ایمان لے آئے (یعنی اللہ نے اپنی مہربانی سے دین انبیاء کا پابند رہنے کی ان کو ہدایت و توفیق عطا فرما دی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کا دین اللہ کی صفت ہدایت کا مظہر قرار پایا

= وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ اور کچھ لوگ ہوئے جنہوں نے کفر کیا۔ یعنی اللہ نے تقاضائے عدل کے تحت ان کی مدد نہیں کی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کا دین اللہ کی صفت اضلال کا مظہر قرار پایا۔

= وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا = اس جملہ کا دوبارہ ذکر اول جملہ کی تاکید کے لئے ہے۔

فائدہ = اگر اللہ چاہتا کہ سب ہدایت پر آجائیں اور باہمی جنگ وجدال سے باز رہیں تو اس مشیت ایزدی کی تکمیل میں کوئی شے مانع نہیں ہو سکتی تھی۔ ان میں سے بعض کا ایمان اور بعض کا کفر نعوذ باللہ خدا کی بے بسی کی دلیل نہیں بلکہ وہ جو کچھ چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور وہی ہوتا ہے۔ ہماری عقل اس کی حکمت اور تقدیر کی حقیقت کا ادراک کرنے سے قاصر ہے

= لٰكِنَّ۔ (نون کی تشدید کے ساتھ) حرف استدراک ہے۔ یعنی پہلی بات کا وہم دور کرنے والا حرف جیسے بَلْ غَيْرَ اَنَّ۔ اِلَّا۔ اِلَّا اَنْ۔ وغیرہ۔ یہ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے قرآن مجید میں ہے وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا (۲: ۱۰۲) حضرت سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے
لٰکِنْ (تخفیف کے ساتھ یعنی بغیر تشدید کے) حرف عاطفہ ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد کوئی مفرد آتے۔ اور
یہ لٰکِنْ استدراک کے لئے بھی آتا ہے اور کچھ عمل نہیں کرتا۔ مثلاً وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ
وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝ رَضُوْا
بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (۹: ۸۶
تا ۸۸) اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر لڑائی کرو۔ تو ان
میں جو دولت مند ہیں وہ تم سے اجازت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو رہنے ہی دیجئے۔ کہ جو لوگ گھروں میں
رہیں گے ہم بھی ان کے ساتھ رہیں۔ یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں
بیٹھ) رہیں ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں۔ لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان
لائے سب اپنے مال اور جان سے لڑے انہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد پانے والے ہیں۔

۲: ۲۵۴ = اَنْفِقُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (انفال) مصدر۔ تم (راہ خدا میں) خرچ کرو۔ اس کا مفعول
شَيْئًا محذوف ہے۔ ای انفقوا شَيْئًا مِّمَّا رَزَقْنٰكُمْ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ اور مَا سے مَا بمعنی اَلَّذِیْ اور
كُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ یعنی ہم نے جو تمہیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔
= خُلَّةٌ۔ دوستی۔ آشنائی۔ خلل مادّہ۔ خَلِیْلٌ۔ دوست۔

= بَيْعٌ۔ خرید و فروخت، لین دین۔ بیچنا۔ خریدنا۔ مصدر ہے۔ سودا لے کر قیمت لینے کا نام "بیع" ہے اور قیمت
دے کر سودا لینے کا نام "شراء" ہے کبھی شراء کے معنی میں بیع اور بیع کے معنی میں شراء کا استعمال ہوتا ہے

= وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ یہ جملہ محذوف کا معطوف ہے۔ ای فالمؤمنون ھم المتقون والکٰفرون
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ پس متقی مؤمن تو پورا پورا کما حقہٗ ادا کرتے ہیں اور کافر ہی ظالم ہیں (کہ مال کو بے محل صرف کرتے ہیں
اور احکام کی تعمیل نہیں کرتے) الظلمۃ کے معنی روشنی کا معدوم ہونا ہے اہل لغت اور اکثر علماء کے نزدیک ظلم کے
معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا۔ خواہ کمی یا زیادتی کرکے یا اسے اس کے صحیح وقت یا اصلی جگہ سے
ہٹا کر۔ اور اَلظُّلْمُ کا لفظ حق سے تجاوز پر بھی بولا جاتا ہے۔ جس کی مثال دائرہ میں نکتہ کی ہوتی ہے۔ اور ظلم کا اطلاق
چونکہ ہر قسم کے تجاوز پر ہوتا ہے خواہ وہ تجاوز قلیل ہو یا کثیر۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو ابلیس کو ظالم کہا ہے اور دوسری
طرف حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی غلطی کی بناء پر ظالم کہہ دیا گیا ہے۔ گو دونوں کے ظالم ہونے میں بہت بڑا فرق ہے
فائدہ۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اَلْكٰفِرُوْنَ سے مراد زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں۔ ترک زکوٰۃ کی برائی کی شدت کو
ظاہر کرنے کے لئے زکوٰۃ نہ دینے کو کفر سے تعبیر کیا ہے جیسے حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ اور مَنْ لَّمْ يَحُجَّ کی جگہ

مَنْ كَفَرَ فرمایا۔ آیت۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (۳: ۹۷) اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ بیت اللہ کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہیں کرے گا (یعنی حج نہ کرے گا مقدور رکھتے ہوئے) تو خدا بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔

۲: ۲۵۵ = اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ اَللّٰهُ۔ مبتدا۔ لا الہ الا ھو خبر اول۔ الحی القیوم خبر ثانی۔ اِلٰهَ۔ معبود۔ بروزن فِعَالٌ۔ بمعنی مَفْعُوْلٌ مَالُوْهٌ ہے۔ ہر قوم کے نزدیک جس کی بندگی کی جائے اِلٰہ ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبودِ باطل۔ منصوب بوجہ عمل لَآ

اَلْحَيُّ۔ زندہ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جب اس کا تعلق خداوند تعالیٰ کی ذات سے ہو تو معنی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہوگا جس کی نہ ابتدا معلوم نہ انتہا۔

اَلْقَيُّوْمُ۔ صیغہ مبالغہ۔ بروزن فَيْعُوْلٌ۔ وہ ذات جو خود قائم رہنے والی ہو اور دوسروں کو قائم رکھنے والی ہو۔ خود موجود و باقی ہے اور دوسروں کو ضروریاتِ ہستی و درستی عطا کرنے والی ہے جس کی ہر چیز اپنے وجود و بقاء و نشو و نما کے لئے محتاج ہے

= لَا تَاْخُذُهٗ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ اَخْذٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ وہ اس کو نہیں پکڑتی ہے وہ نہیں آلیتی۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس کا مرجع اللہ ہے۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ (نیا جملہ)

= سِنَةٌ۔ اونگھ۔ غنودگی۔ غفلت۔ وَسِنَ۔ يَوْسَنُ (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے۔ اس کی ھا واؤ محذوف کے بدلہ میں ہے جیسے وَعْدٌ سے عِدَةٌ ہے۔

= نَوْمٌ۔ اسم۔ نیند۔

= مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ مَا بمعنی اَلَّذِيْ اسم موصولہ ہے۔

= مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ مَنْ استفہامیہ انکاریہ ہے ای لَا يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اَحَدٌ اِلَّا بِاَمْرِهٖ۔ ذَا اسم اشارہ واحد مذکر۔ بعض کے نزدیک مَنْ ذَا مرکب ہے مَاذَا کی طرح لیکن ثعلب نے امالی میں اور ابو البقار نے اعراب میں انکار کیا ہے۔

ترجمہ ہوگا۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے

= مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ۔ مَا ہر دو جگہ موصولہ ہے۔ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ۔ اَيْدِيْهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ بَيْنَ مضاف بمعنی ان کے سامنے یہ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مَا موصولہ کا صلہ ہوئے هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ اس کا مرجع مافی السمٰوٰتِ و مافی الارض عاقل اور بے عقل دونوں کو شامل ہے۔ یا یہ ضمیر ذَا کی طرف راجع ہے (جو مَنْ ذَا الَّذِيْ میں مذکور ہے) اور ذَا سے مراد انبیاء

اور ملائکہ ہیں۔

= وَلَا یُحِیْطُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِحَاطَۃٌ (اِفْعَال) سے مصدر۔ وہ نہیں گھیر سکتے۔ یا نہیں گھیرتے۔ (علمی) احاطہ نہیں کر سکتے۔ ضمیر فاعل مَافی السمٰوٰت ومافی الارض کی طرف راجع ہے یعنی وہ اس کے علم میں سے کسی شئی کا (کامل) علمی احاطہ نہیں کر سکتے۔

= اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ ای الا بما شاء ان یطلعھم علیہ۔ ہاں جس چیز کا علم وہ دینا چاہے۔

واد حالیہ ہے اور یَعْلَمُ کی ضمیر فاعلی ذوالحال ہے یا واؤ عاطفہ ہے۔ دونوں جملوں کا مجموعہ بتا رہا ہے کہ محیط کل اور ہمہ گیر علم ذاتی اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ثبوت ہے اس لئے دونوں جملوں کے درمیان حرف عطف کو ذکر کر دیا۔ (تفسیر مظہری)

= وَسِعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ سِعَۃٌ۔ (باب سَمِعَ) سے مصدر۔ جیسے وَعَدَ یَعِدُ سے عِدَۃٌ ہے اس نے سمالیا۔ یعنی اس کا علم یا اقتدار (کرسی) ہر چیز کو محیط ہے۔

= کُرْسِیُّہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی کرسی۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللہ کی طرف راجع ہے اصحاب الظواہر (علامہ ابن تیمیہؒ۔ ابن قیم۔ ابن حزم وغیرہ) کے نزدیک کرسی سے حقیقی معنی مراد ہیں یعنی بیٹھنے کی کرسی لیکن کیفیت مجہول ہے معلوم نہیں۔ کیسی کرسی ہے کس چیز کی ہے۔ غرض ایسی ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے شایان ہے۔ بعض علماء کے نزدیک کرسی سے مراد وہ جسم محیط ہے جس کے اندر سارا جہان محدود ہوا ہے۔ بعض نے انصاف اور حکومت مراد لیا ہے۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک کرسی سے علم مراد ہے۔ ممکن ہے کہ سبھی معنوں کو متضمن ہو۔

= السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ ہر دو اسم مفعول ہیں۔ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اس کی کرسی آسمان اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے (کوئی چیز اس سے باہر نہیں)

= وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا۔ واؤ عاطفہ ہے حِفْظُھُمَا مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل لَا یَؤُدُ فعل ہٗ ضمیر مفعول۔ فعل۔ فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ لَا یَؤُدُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اَدَ یَؤُدُ۔ (بروزن قال یقول) اَوْدٌ و اَءُوْدٌ (باب نصر) مصدر گراں بار کرنا۔ بھاری لگنا۔ تھکا دینا۔ اَلْاَوْدَۃُ بوجھ۔ ہٗ ضمیر مفعول۔ واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے۔ حِفْظُھُمَا میں ھُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث سماوات اور ارض کے لئے ہے۔

ترجمہ:۔ اور ان کی (یعنی آسمانوں کی اور زمین کی) حفاظت اس کو نہیں تھکاتی۔

= اَلْعَلِیُّ۔ بلند مرتبہ۔ عالی شان۔ یہ عَلَاءٌ سے ہے جس کے معنی بزرگ ہونے کے ہیں بروزن فَعِیْلٌ

صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں عَلِیٌّ کے معنی ہیں رفیع القدر۔ یعنی بلند مرتبت کے۔ یہ عَلِیَ سے ہے اور جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہوں گے ۔ وہ ذات جو اس سے کہیں برتر ہے کہ وصف بیان کرنے والوں کا وصف بلکہ عالموں کا علم بھی اس کا احاطہ کر سکے۔

= اَلْعَظِیْمُ۔ بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی بزرگ ۔ بڑا۔ بڑی عظمت والا۔ بڑی شان والا عَظُمَ یَعْظُمُ عِظَمٌ وعِظَامَۃٌ مصدر (باب کَرُمَ) سے ہے۔ بمعنی بڑا ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے

۲:۲۵۶ = لَااِکْرَاہَ۔ منصوب بوجہ عمل لَا۔ اِکْرَاہُ (اِفْعَالٌ) مصدر ہے۔ کسی کو زبردستی کسی کام کے کرنے پر مجبور کرنا۔ اَلْکَرْہُ وَاَلْکُرْہُ۔ سخت ناپسندیدگی۔ اَلْکَرْہُ اس مشقت کو کہتے ہیں جو انسان کو خارج سے پہنچے۔ اور اس پر زبردستی ڈالی جائے۔ جیسا کہ آیت ہذا میں مراد ہے اور اَلْکُرْہُ بضم الکاف (ملاحظہ ہو المفردات) اس مشقت کو کہتے ہیں جو اسے ناخواستہ طور پر خود اپنے آپ سے پہنچے۔ مثلاً ایک چیز طبعاً ناگوار ہے لیکن شریعت اسے پسند کرتی ہے اور اسے کرنا ہی پڑتا ہے جیسے جہاد۔ دوم ایسی چیز کہ طبعاً تو پسندیدہ ہو لیکن شرعاً مکروہ ہو۔ مثلاً راگ و رنگ۔

= قَدْ تَّبَیَّنَ ۔ فعل ماضی کے ساتھ قَدْ تحقیق کے معنی دیتا ہے ۔ بیشک ۔ تحقیق ۔ تبیّن ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَیُّنٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے جس کے معنی ظاہر ہونے اور واضح ہو جانے کے ہیں

= الرُّشْدُ۔ ہدایت، راہ یابی، راستی۔ رَشَدَ یَرْشُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے، ہدایت کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ صلاحیت کے معنی میں قرآن مجید میں ہے فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْھُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَیْھِمْ اَمْوَالَھُمْ (۴ : ۶) پھر (بالغ ہونے پر) اگر ان میں عقل کی پختگی یا صلاحیت دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

= اَلْغَیِّ ۔ گمراہی ۔ بدراہی۔ ضلالۃ ۔ کفر۔ غ و ی ۔ حروف مادہ ہیں۔

اَلْغَیّ ۔ اس جہالت کو کہتے ہیں جو غلط اعتقاد پر مبنی ہو۔ جہالت کبھی تو کسی عقیدہ پر مبنی ہوتی ہے ۔ مثلاً مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَ مَا غَوٰی۔ (۵۳:۲) تمہارے رفیق (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ راستہ بھولے ہیں اور نہ راہ بھٹکے ہیں۔ اور کبھی عقیدہ کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً وَاِخْوَانُھُمْ یَمُدُّوْنَھُمْ فِی الْغَیِّ۔ (۷ : ۲۰۲) اور ان (یعنی کفار کے بھائی انہیں گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں

= فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْۢ بِاللّٰہِ ط مَنْ شرطیہ ہے اور یَکْفُرْ و یُؤْمِنْ فعل مضارع بوجہ شرط مجزوم ہیں۔ پس جس نے طاغوت سے انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا۔

اَلطَّاغُوْتُ ۔ شیطان ۔ حق سے روکنے والے بُت ۔ معبود باطل ۔ سرکش ۔ سخت طاغی ۔ مُفسد۔

واحد۔ جمع۔ مذکر۔ مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

علامہ محب الدین ابو البقار عبد اللہ العکبری لکھتے ہیں کہ اس کی اصل طَغْیُوْتٌ ہے کیونکہ یہ طغیت تَطْغٰی سے ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ واؤ سے ہو کیونکہ اس میں یَطْغُوْا بھی بولا جاتا ہے پر یٰ کا استعمال اکثر ہے اور اسی پر مصدر طُغْیَانٌ آیا ہے پھر لام کلمہ کو مقدم کرکے غ سے پہلے کردیا گیا تو طَیَغُوْتٌ ہو گیا یا طَوَغُوْتٌ بن گیا۔ پھر حرفِ علت متحرک اور اس کا ماقبل مفتوح ہوا۔ تو اس کو الف سے بدل دیا گیا۔ طَاغُوْتٌ بن گیا۔

= فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۔ جوابِ شرط۔ اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا۔

اِسْتَمْسَكَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اِسْتِمْسَاكٌ (استفعال) مصدر۔ مَسْكٌ مادہ اس نے پکڑ لیا۔ اِسْتِمْسَاكٌ ۔ پکڑ لینا۔ روکے رکھنا۔

اَلْعُرْوَةِ ۔ کڑا۔ حلقہ۔ کسی چیز کا دستہ یا قبضہ۔ عُرًی وَعُرٰی ۔ جمع۔

= اَلْوُثْقٰى ۔ اسم تفضیل مؤنث ۔ اَلْاَوْثَقُ ۔ مذکر۔ وَثِیْقٌ اسم فاعل۔ وِثَاقَةٌ (باب کرم) بہت مضبوط ناقابل شکست، مَوْثِقٌ مِیْثَاقٌ ۔ پختہ عہد۔ پکا وعدہ۔

لَا انْفِصَامَ لَهَا ۔ اِنْفِصَامَ ۔ مصدر ہے (باب انفعال) ٹوٹنا۔ لَهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْعُرْوَةِ کے لئے ہے اور جملہ حال ہے ضمیر العُرْوَةُ سے۔

= سَمِیْعٌ ۔ سننے والا۔ سَمْعٌ سے بروزن فَعِیْلٌ ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جب یہ اللہ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی ہر شے پر حاوی ہو۔

= عَلِیْمٌ ۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ عِلْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے

۲ : ۲۵۷ = یُخْرِجُهُمْ ۔ یُخْرِجُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے لئے ہے

= مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۔ صاحب تفسیر مظہری اس آیت کی شرح میں رقمطراز ہیں

"جن لوگوں کا مؤمن ہونا خدا چاہتا ہے تو ان کو اپنی توفیق اور ہدایت کی مدد سے جہالت۔ نفس پرستی وسوسوں اور کفر تک پہنچانے والے شبہات سے نکال کر اس صراط مستقیم پر لا ڈالتا ہے جو ایمان تک ان کو پہنچا دیتی ہے۔

واقدی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں جس جگہ الفاظ ظُلُمات والنور آئے ہیں ان سے مراد کفر و ایمان ہے ہاں سورۃ انعام کی آیت جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (۶ : ۱) میں شب و روز مراد ہیں آیت مذکور بتا رہی ہے کہ ایمان (اختیاری نہیں) صرف عطیہ خداوندی ہے۔ جملہ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

اِلَی النُّوْرِ۔ یا تو اللہ کی دوسری خبر ہے۔ یا ۲ اٰمَنُوْا کی ضمیر کا حال ہے یا اَلَّذِیْنَ کا حال ہے یا دونوں سے حال ہے۔ یا مستقل علیحدہ کلام ہے جس سے مفہوم ولایت کی توضیح یا تاکید ہو رہی ہے

= یُخْرِجُوْنَهُمْ۔ میں ضمیر فاعل الطَّاغُوْتُ کی طرف راجع ہے جبکہ ضمیر مفعول (ھُمْ) اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے لئے ہے۔

= اُولٰٓئِکَ۔ اسم اشارہ جمع مذکر۔ مشار الیہ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔

= فِیْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ النَّارِ کے لئے ہے

= خٰلِدُوْنَ۔ خُلُوْدٌ (باب نَصَرَ) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت رفع۔ ہمیشہ رہنے والے

۲: ۲۵۸ = اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تجھے خبر ہے اس شخص کی

حَآجَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مُحَاجَّۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ اس نے جھگڑا کیا۔ اس نے بحث کی حجت کی۔ حجت کرنا۔ یعنی ہر ایک کا دوسرے کو اس کی دلیل اور راہ سے ہٹانے کی خواہش کرنا۔

= اَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْکَ۔ اَنْ سے پہلے لام تعلیل محذوف ہے گویا عبارت ہے لِاَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْکَ۔ جھگڑا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکومت عطا کی تھی۔ اس لئے اس نے سرکشی کی۔ حکومت کا غرور اس کے جھگڑا کرنے کی علت تھا۔ یعنی اس نے عطاء خداوندی کے تقاضے کے خلاف کیا۔ عطا کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ وہ شکر کرتا مگر کیا اس نے اس کے برعکس۔ عرب کہتے ہیں کہ عَادَیْتَنِیْ لِاَنِّیْ اَحْسَنْتُ اِلَیْکَ تو میرا دشمن اس لئے ہو گیا کہ میں نے تجھ سے بھلائی کی (یہ طنزیہ کلام ہے)

= فَاْتِ بِهَا۔ اْتِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِتْیَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی آنا۔ لیکن جب اس کا تعدیہ بآ کے ساتھ ہو تو بمعنی لانے کے ہوں گے۔ اْتِ ب۔ تو لا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الشمس کے لئے ہے تو اسے (نکال) لے آ۔

= بُهِتَ۔ ماضی مجہول۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ بَهْتٌ (باب سمع وکرم) مصدر۔ بمعنی حیران وششدر رہ جانا۔ وہ حیران رہ گیا۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ یہاں فعل مجہول فعل معروف کے معنی میں ہی آیا ہے

= وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اللّٰهُ فاعل۔ لَا یَهْدِیْ مضارع منفی واحد مذکر غائب فعل۔ اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ موصوف وصفت مل کر مفعول۔ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

۲: ۲۵۹ = اَوْ کَالَّذِیْ۔ اَوْ حرف عطف اس کا عطف اَلَمْ تَرَ پر ہے کَ بمعنی مثل کے آیا ہے اس صورت میں اَرَاَیْتَ محذوف ہے۔ گویا آیت کی تقدیر یوں ہے۔ اَوْ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ۔ یعنی اَلَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ۔ کے علاوہ یہ دوسرے شخص کی مثال ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ اس کے مدمقابل بھی بیان نہیں ہوا۔ کہ آیا اس شخص نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کی تھی۔ یا یہ کسی اور زمانہ کا قصہ ہے

اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعیین نہیں فرمائی۔ ترجمہ یوں ہوگا اور کیا تم نے مثال نہیں دیکھی اس شخص کی جو ایک بستی کے پاس سے گذرا .... اخفش نے کاف کو زائد قرار دیا ہے۔
= قَرْيَةٍ۔ بستی۔ اور بستی کے رہنے والے اس کی جمع قُرٰی۔ قُرٰی جمع قیاسی نہیں صرف سماعی ہے۔ کیونکہ فَعْلَةٌ کی جمع قیاسی فِعَالٌ کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے ظَبْيَةٌ کی جمع ظِبَاءٌ۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ اہل یمن قِرْيَةٌ بولتے ہیں اور اس کی جمع قُرٰی قیاسی ہے جیسے ذِرْوَةٌ کی جمع ذُرٰی۔ بہرکیف قرآن مجید میں قَرْيَةٌ (واحد) اور قُرٰی (جمع) آیا ہے اور یہی فصیح ہے اس کے مقابلے میں یمنی استعمال فصیح نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (۶:۹۲) کہ تم بستیوں کی ماں (یعنی مکہ) کے اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈراؤ۔
= وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا۔ هِيَ ای قَرْيَةٌ۔ خَاوِيَةٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث افنادہ۔ گری ہوئی۔ خَوٰى يَخْوِىْ خَوًى (باب ضرب) گھر کا اجڑ جانا۔ گر جانا۔ اور خَوِيَ يَخْوٰى خَوَايَةٌ خَوَاءٌ (باب سَمِعَ) (جگہ یا مکان کا) خالی ہونا۔ گر پڑنا۔ ڈھ جانا۔ اندر سے کھوکھلا ہو جانا۔
جملہ وَهِيَ خَاوِيَةٌ۔ موضع جر میں ہے اور اس صورت میں قَرْيَةٍ کی صفت ہے۔ عَلٰى عُرُوْشِهَا متعلق ہے خَاوِيَةٌ سے عُرُوْشِهَا۔ مضاف مضاف الیہ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْيَةٍ کے لئے ہے۔ عُرُوْشٍ جمع ہے عَرْشٌ کی۔ بمعنی چھت۔ عَرْشُ الْبَيْتِ گھر کی چھت۔ بیل کو چڑھانے کے لئے جو چھت یا ٹٹی کرتے ہیں اس کو بھی عرش کہتے ہیں۔
قریۃ خاویۃ علی عروشھا۔ شہر جو چھتوں سمیت ڈھا پڑا تھا۔
= اَنّٰى۔ ای کیف۔ کیونکر۔ کیسے۔ نیز ملاحظہ ہو ۲:۲۲۳ ۔ هٰذِهٖ۔ یہ بستی۔ یا اس بستی کے لوگ۔
= بَعْدَ مَوْتِهَا۔ اس کی موت کے بعد۔ اس کی ویرانی کے بعد (بستی یا بستی کے رہنے والوں کی بربادی کے بعد۔) هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع قَرْيَةٌ ہے
= اَمَاتَهُ اللّٰهُ۔ اللہ فاعل۔ اَمَاتَ فعل ماضی واحد مذکر غائب۔ اِمَاتَةٌ (افعال) مصدر ہٗ۔ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اس نے (یعنی خدا تعالیٰ نے) اس کو (یعنی اس شخص کو جو اس قریہ کے پاس سے گذرا۔ اور اس کو برباد دیکھ کر کہا کہ اس بربادی کے بعد اللہ اسے کیسے زندہ کر دے گا۔ موت دی مار ڈالا۔
= ثُمَّ بَعَثَهٗ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے یہاں تراخی فی الوقت کے لئے آیا ہے بمعنی پھر۔ بَعَثَهٗ بَعَثَ۔ بَعَثَ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس نے اسے زندہ اٹھا کھڑا کیا۔ ہٗ ضمیر

مفعول مذکورہ بالا شخص کی طرف راجع ہے۔ اگر رسولوں کے متعلق اس کا استعمال ہو تو بَعَثَ کے معنی اللہ کی طرف سے مبعوث کرنے اور بھیجنے کے ہوں گے۔ مثلاً اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ط (۱۷: ۹۴) کیا خدا نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

= قَالَ کَمْ لَبِثْتَ۔ ای قال اللّٰہُ۔ کَمْ لَبِثْتَ۔ ای کَمْ زمانًا لَبِثْتَ۔ تو کتنی مدت ٹھہرا۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۲۱۱۔ اور ۲: ۲۴۹۔ لَبِثَ (باب سَمِعَ) لَبْثٌ۔ مصدر۔ بمعنی ٹھہرنا۔ رہنا۔

= بَعْضَ یَوْمٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بَعْض۔ کچھ۔ ٹکڑا۔ کل کے اعتبار سے شے کے کسی جزء کو بعض کہتے ہیں۔ اس لئے کُل کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے بَعْضَ یَوْمٍ۔ دن کا کچھ حصہ۔

= قَالَ۔ ای قَالَ اللّٰہُ۔

= بَلْ۔ حرف اضراب ہے۔ بلکہ۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۱۳۵۔

= لَمْ یَتَسَنَّہْ۔ نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ (باوجود سالہا گذر جانے کے) تمہارا مشروب یا طعام خراب نہیں ہوا۔ تَسَنُّنٌ (باب تفعل) مصدر سے۔ عمر رسیدہ ہونا۔ پرانا ہونا۔ خوراک کا بُس ہو جانا خوراک کو پھپھوندی لگ جانا۔ سَ نَ نَ حروف مادہ ہیں۔ یَتَسَنَّ۔ اصل میں یَتَسَنَّنَ تھا۔ چونکہ تین نون جمع ہو گئے تھے اخیر کو ی سے بدلا۔ پھر ی کو الف سے بدلا الف جزم کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ ہ استراحت یعنی سکتہ کی ہے۔ مادہ سَ نَ ہَ سے سَنِہَ یَسْنَہُ سَنَہٌ (باب سمع) سے بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی بہت سالوں والا ہونا۔ طعام یا شراب کا متغیر ہو جانا۔ بگڑ جانا۔

= وَلِنَجْعَلَکَ۔ محذوف پر معطوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اریناك ذٰلك لتعلم قدرتنا۔ ہم نے تجھے یہ کچھ اس لئے دکھلایا تاکہ تو جان لے ہماری قدرت کو (بعض کے نزدیک واؤ زائد ہے) اور یہ اس لئے کہ ہم تجھ کو لوگوں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی (یا دلیل) بنائیں۔

= وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ۔ اور ہڈیوں کو دیکھ۔ مراد گدھے کی ہڈیاں (جو اس شخص کے پاس تھا) یا اہل قریہ کی ہڈیاں (جو اس وقت مر کھپ چکے تھے) یا اس کی اپنی ہڈیاں یا اس کے گدھے کی ہڈیاں (روح المعانی) عِظَامٌ ہڈیاں۔ عَظْمٌ کی جمع جیسے سِہَامٌ سَہْمٌ کی جمع ہے۔

= نُنْشِزُھَا۔ مضارع جمع متکلم۔ اِنْشَازٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ہم جوڑ دیتے ہیں۔ حرکت دیتے ہیں اٹھا دیتے ہیں۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب العظام کے لئے ہے۔

النَّشْزُ۔ بلند زمین کو کہتے ہیں۔ اور نَشَزَ فُلَانٌ کے معنی بلند زمین کے قصد کرنے کے ہیں۔ اسی سے نَشَزَ فُلَانٌ عَنْ مَّقَرِّہٖ کا محاورہ ہے۔ جس کے معنی کسی کا اپنی قرارگاہ سے اوپر ابھر آنے کے

کے ہیں۔ اور ہر اوپر اٹھنے والی چیز کو نَاشِزٌ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آتا ہے وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا (۵۸ : ۱۱) اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔

اور نَشْزٌ و اِنْشَازٌ کے معنی زندہ کرنا بھی آتے ہیں کیونکہ زندگی میں ایک طرح کا ابھار پایا جاتا ہے۔ اور اسی معنی میں آیۃ ہذا میں اس کا استعمال ہوا ہے۔

= نَکْسُوْهَا۔ مضارع جمع متکلم۔ کِسْوَۃٌ (باب نصر) مصدر بمعنی پہنانا (کسی کے اوپر لباس کی طرح) چڑھانا۔ یا جس طرح لباس سے جسم کو چھپایا جاتا ہے اسی طرح چھپا دینا۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع العظام ہے۔ لحمًا مفعول ثانی۔ ہم ان (ہڈیوں) پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔ یا ان کو گوشت سے چھپا دیتے ہیں جس طرح جسم کو لباس سے چھپا دیتے ہیں۔ کِسْوَۃٌ لباس کا جوڑا۔

= تَبَیَّنَ = ماضی واحد مذکر غائب۔ تَبَیُّنٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ بمعنی ظاہر ہونا۔ واضح ہونا۔ لَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس شخص کے لئے ہے۔ جب یہ امر اس پر واضح ہو گیا۔ یعنی اللہ کی قدرت کی ہمہ گیری اس پر واضح ہو گئی۔

= اَعْلَمُ۔ میں جانتا ہوں بمعنی یقین کرتا ہوں۔

۲ : ۲۶۰ = وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ میں اِذْ سے قبل عبارت مقدر ہے ای اُذْکُرِ الْوَقْتَ اِذْ۔ یا وَاذْکُرِ الْوَاقِعَۃَ اِذْ۔ اور وہ وقت یاد کرو جب۔ یا وہ واقعہ یاد کرو جب۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی وَاِذْ آیا ہے وہاں لفظ اُذْکُرْ محذوف ہے یعنی آپ ان سے ذکر کیجئے یا آپ از خود یاد کیجئے اِذْ اسم ظرف ہے۔ قَالَ فعل اِبْرٰهٖمُ۔ فاعل۔

= رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔ یہ جملہ مقولہ ہے اور کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی جملہ مفعول ہے اَرِنِیْ کا۔ ترجمہ ہوگا۔ اور (اے نبی) اس واقعہ کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم نے کہا اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکہ زندہ کرے گا؟۔ اَرِنِیْ میں اَرِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ نَ وقایہ اور یَ ضمیر واحد متکلم کی۔

= قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ۔ قال۔ ای قال اللہ۔ ہمزہ استفہامیہ وَ حرفِ عطف۔ حرفِ عطف سے پہلے کلام مقدر ہے ای اَلَمْ تَعْلَمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ کیا تو نہیں جانتا۔ اور تجھے یقین نہیں آیا۔

= قَالَ بَلٰی۔ ای قال ابراهیمُ بَلٰی۔ ہاں کیوں نہیں۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲ : ۲۶)

= وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔ لِیَطْمَئِنَّ کا لام محذوف سے متعلق ہے تقدیر کلام یوں ہے!

سَئَلْتُكَ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ۔ میں نے اطمینان دِل کے لئے تجھ سے سوال کیا ہے، اِطْمِیْنَانٌ (اِفْعِیْعَالٌ) مصدر ہے۔

= خُذْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اَخْذٌ (باب نَصَرَ) مصدر تو لے۔ تو پکڑ۔

= مِنَ الطَّیْرِ صفت ہے اَرْبَعَۃً کی جو مفعول ہے فعل خُذْ کا۔

= صُرْهُنَّ اِلَيْكَ۔ صَارَ يَصُوْرُ۔ (باب نَصَرَ) وَصَارَ يَصِيْرُ (باب ضَرَبَ) صَيْرٌ و صَوْرٌ۔ مصدر سے۔ مائل کرنا۔ ہلانا۔ سدھانا۔ (باب ضَرَبَ سے بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا بھی ہے۔ صَارَ اِلٰی كَذَا۔ کے معنیٰ کسی خاص مقام تک پہنچ جانے کے ہیں صِیْرُ الْبَابِ۔ دروازہ کا سگاف یا جھروکا۔ اسے صِیْرٌ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نقل و حرکت کا منتہیٰ ہوتا ہے اس لئے اَلْمَصِیْرُ اُس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل و حرکت کے بعد پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے قرآن مجید میں ہے: وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (۵:۱۸) یعنی اللہ تعالیٰ ہی لوٹنے کی جگہ ہے یا وَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۶۷:۶) اور جو لوگ اپنے رب کے منکر ہوئے ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور بری جگہ ہے وہ پہنچنے کی۔

صُرْهُنَّ۔ صُرْ۔ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ بمعنی پھر ان کو اپنی طرف مانوس کر لے (ضیاء القرآن) پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ (تفسیر کبیر) پھر ان کو اپنی طرف آنے کے لئے سدھاؤ۔ (عبد اللہ یوسف علی)

= مِنْهُنَّ۔ میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث اربعۃً من الطیر کی طرف راجع ہے۔

= جُزْءً۔ ایک حصہ۔ کچھ حصہ۔ اَجْزَاءٌ جمع۔ اِجْعَلْ کا مفعول اِجْعَلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر جَعْلٌ (باب فتح) سے مصدر۔ تو رکھ۔ تو بنا دے۔

= اُدْعُهُنَّ۔ اُدْعُ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ دَعْوَۃٌ (باب نَصَرَ) سے مصدر بمعنی بلانا۔ پکارنا دعا کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تو ان کو پکار۔ تو ان کو بلا۔

= يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا۔ يَاْتِيْنَ مضارع جمع مؤنث غائب اِتْيَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ آئیں تیری طرف یا تیرے پاس۔ سَعْيًا۔ مصدر۔ موضع حال میں ہے۔ دوڑتے ہوئے۔

۲:۲۶۱ = مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یہ جملہ مبتدا ہے۔

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ ۔ خبر۔
اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ صفت ہے حَبَّةٍ کی۔
مِائَةُ حَبَّةٍ ــــ مبتدا
فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ ــــ خبر | صفت ہے سَنَابِلَ کی۔

اس عبارت میں مضاف محذوف ہے خواہ مبتدا کی طرف حذف ماناجائے یا خبر کی جانب۔
پہلی صورت میں عبارت ہوگی۔ مَثَلُ (اِنْفَاقِ) الَّذِيْنَ ۔۔۔۔ كَمَثَلِ حَبَّةٍ ۔ترجمہ ہوگا ؛ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بونے والا۔جس دانے سے ساتھ بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔
دوسری صورت میں عبارت ہوگی مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ ۔۔۔۔۔ كَمَثَلِ بَاذِرِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ ۔ اور ترجمہ ہوگا۔ راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بونے والا۔جس دانے سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔
فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔سے مراد خدا کی راہ میں کسی مدّ میں خرچ کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد جہاد ہے۔
يُنْفِقُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔
سَنَابِلَ ۔ جمع۔ سُنْۢبُلَةٍ واحد۔ بال۔ خوشہ۔
حَبَّةٍ ۔ حَبٌّ واحد۔ حُبُوْبٌ ۔ دانے اناج کے۔ غلّہ۔ اناج۔ گندم۔ جو وغیرہ۔ دوائی وغیرہ کی گولی کو بھی حَبَّةٌ یا حَبٌّ کہتے ہیں۔
= يُضٰعِفُ مضارع واحد مذکر غائب۔ مُضَاعَفَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) وہ بڑھاتا ہے۔ وہ بڑھائیگا
= وَاسِعٌ ۔ وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا۔ سَعَةٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲: ۲۶۲ = اَلَّذِيْنَ ۔ اسم موصول بمعہ اپنے صلہ کے مبتدا۔ اور لَهُمْ اَجْرُهُمْ ۔۔۔۔۔ الخ اس کی خبر
= ثُمَّ ۔ یہاں تراخی فی المرتبہ (تفاوتِ مرتبہ) کے لئے ہے۔ یعنی انفاق اور ترک المنّ والاذیٰ کے درمیان تفاوت کے اظہار کے لئے۔ دوسرے لفظوں میں نفس الانفاق اپنی جگہ پر ٹھیک ہے لیکن بعد میں احسان نہ جتانا اور اپنی فوقیت کا اظہار نہ کرنا اس سے بھی بڑھ کر ہے۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۴۶: ۱۳) جن لوگوں نے کہا کہ خدا ہمارا پروردگار ہے۔ پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو

نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ غمناک ہوں گے۔ مطلب یہ کہ ایمان لانے سے ایمان پر استقامت بڑھ کر نیکی ہے

نیز ملاحظہ ہو ۲ : ۲۸۔

= لَا یُتْبِعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب اِتْبَاعٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ (اس کے) پیچھے نہیں کرتے۔

= مَا اَنْفَقُوْا۔ مَا موصولہ۔ اَنْفَقُوْا۔ (ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب) صلہ اپنے موصول کا۔ موصول وصلہ مل کر مفعول اپنے فعل لَا یُتْبِعُوْنَ کا۔ مَا اَنْفَقُوْا ای انفاقہم۔

= مَنًّا۔ مَنَّ یَمُنُّ (باب نصر) مَنٌّ وَمِنَّةٌ مصدر المِنَّةُ کے معنی بھاری احسان کے ہیں اور یہ دو طرح پر ہوتا ہے :۔

(۱) ایک منت بالفعل جیسے لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (۳ : ۱۶۴) خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے اور یہ منت بالفعل درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

(۲) منت بالقول۔ یعنی احسان جتانا۔ گو انسانی معاشرہ میں احسان جتلانا معیوب سمجھا جاتا ہے مگر جب کفران نعمت ہو رہا ہو تو اس کے اظہار میں کچھ قباحت نہیں ہے کسی نے کہا ہے اذا کُفِرَتِ النعمۃ حسنت المنّۃ، جب نعمت کی ناشکری ہو رہی ہو تو احسان جتلانا ہی مستحسن ہے قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰىکُمْ ـــ لِلْاِیْمَانِ۔ (۴۹ : ۱۷) یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے ہیں کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو۔ بلکہ خدا نے تم پر بڑا احسان کیا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا۔

اس میں ان کی طرف سے منت بالقول یعنی احسان جتلانا مراد ہے اور اللہ کی طرف سے منت بالفعل یعنی انہیں ایمان کی نعمت سے نوازنا مراد ہے۔

یہاں مَنًّا احسان جتلانا مراد ہے منصوب بوجہ مفعول کے ہے۔

= اَذًى۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اُخروی۔ اذًى۔ (باب سَمِعَ) تکلیف پانا۔ اور اٰذٰی یُؤْذِیْ اِیْذَاءً۔ (باب افعال) بمعنی کسی کو تکلیف دینا۔ منصوب بوجہ مفعول ہے۔

ترجمہ :۔ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ خرچ کر چکے ہیں اس کے عقب میں نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ اذیت پہنچاتے ہیں۔

۲ : ۲۶۳ = قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ۔ اچھی بات، مناسب بات۔ یعنی معذرت کی نرم بات کہنا۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ موصوف وصفت۔ مبتدا۔ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَۃٍ یَّتْبَعُھَآ اَذًی خبر۔
= مَغْفِرَۃٌ۔ معاف کرنا۔ درگذر کرنا۔ غَفَرَ یَغْفِرُ کا مصدر باب ضرب سے۔ مَغْفِرَۃٌ۔ کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں۔
(۱) خدا سے مغفرت مانگنا۔ (ا) اپنے لئے کہ سائل کو کچھ نہ دے سکا (ب) سائل کے لئے کہ سوال کرنا معیوب ہے۔
(۲) سائل کے الحاح اور تلخ کلامی پر چشم پوشی کرنا۔ (بیضاوی)
(۳) سائل سے معافی مانگنا اور معذرت کرنا۔ (بیضاوی۔ کشاف)
(۴) سائل کی پردہ پوشی کرنا (الخازن)

بعض نے اس آیت کی تقدیر یوں کی ہے: قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ اَوْلٰی وَالْمَغْفِرَۃُ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَۃٍ یَّتْبَعُھَآ اَذًی۔ یعنی نرم بات کہنا بہت اچھا ہے لیکن مغفرت اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد دکھ دیا جائے۔ اس میں قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ کی خبر محذوف لی گئی ہے۔ اور مَغْفِرَۃٌ مبتدا اور خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَۃٍ اس کی خبر لی گئی ہے۔

= غَنِیٌّ۔ کلی طور پر بے نیاز۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔
= حَلِیْمٌ۔ بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بردبار۔ تحمل کرنے والا۔
حِلْمٌ۔ جس کے معنی نفس و طبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ و غضب کے موقعہ پر بھڑک نہ اٹھے۔ قرآن مجید میں حلم بمعنی عقل بھی آیا ہے۔ مثلاً اَمْ تَاْمُرُھُمْ اَحْلَامُھُمْ بِھٰذَآ (۵۲ : ۳۲) کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں۔

۲ : ۲۶۴ = لَا تُبْطِلُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِبْطَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تم باطل مت کرو تم ضائع مت کرو۔ تم رائیگاں مت کرو۔
= کَالَّذِیْ۔ میں ک حرف تشبیہ ہے۔ محل نصب میں ہے۔ نصب یا تو مفعول مطلق ہونے کی صورت میں ہے ای ابطالا کابطال الذی ینفق۔ ترجمہ ہوگا۔ اس شخص کے ثواب کو رائیگاں کرنے کی طرح اپنے ثواب کو اکارت نہ کرو جو ...... الخ
یا حال ہونے کی بناء پر۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ کہ ثواب کو برباد کرنے میں اس شخص کی مانند نہ ہو جاؤ
= یُنْفِقُ مَالَہٗ رِئَآءَ النَّاسِ۔ رِئَآءَ کے منصوب ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱) منصوب مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے ہے۔ یعنی لوگوں کو دکھانے کی غرض سے وہ خرچ کرتا ہے
(۲) حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی لوگوں کو دکھاتے ہوئے خرچ کرتا ہے۔

(۳) مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی لوگوں کی دکھاوٹ کا خرچ کرنا۔

رِئَاءَ۔ رَاءَی یُرَائِیُ (باب مفاعلۃ) مُرَاءَۃٌ رِئَاءٌ مصدر (ر ء ی۔ مادہ) خلاف اصل وخلاف حقیقت دکھانا۔ دکھاوا۔ خود نمائی۔ کسی کو دکھانے کے لئے کسی کام کا کرنا۔

رِئَاءَ النَّاسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ لوگوں کے دکھاوے کے لئے

= وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ جملہ حالیہ ہے بمعنی: حالانکہ اس کا ایمان نہ اللہ پر ہوتا ہے اور نہ یوم آخرت پر

فَائِدَہ۔ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ انفاق صدقہ کی قید نہیں ہے کیونکہ ریاکاری خیرات کا ثواب بہرحال برباد ہوجاتا ہے خواہ ریاکاری کرنے والا مومن ہی ہو بلکہ اس جملہ کا ذکر حقیقت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ دکھاوٹ کے لئے خیرات کرنا مومن کی شان نہیں ہے بلکہ یہ منافق کی خصوصیت ہے۔ (مظہری)

= صَفْوَانٍ۔ صاف اور چکنا پتھر۔ اس کا واحد صَفْوَانَۃٌ ہے (ص ف و۔ مادہ)

= اَصَابَہٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِصَابَۃٌ (افعال) وہ پہنچا۔ وہ آپڑا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ وہ اس پر آپڑا۔

= وَابِلٌ۔ اسم۔ سخت بارش۔ موسلا دھار بارش۔ بڑے بڑے قطروں کی بارش۔ وَبْلٌ (آسمان کا) بہت بارش برسانا۔ (گھوڑے کا) بے تحاشا دوڑنا۔

فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ۔ پھر اس پر زور کا مینہ برس گیا۔ اس پر زور کی بارش برسی۔

= صَلْدًا۔ سپاٹ اور سخت پتھر جس پر کچھ نہ اُگے۔ صَلْدٌ کی جمع اَصْلَادٌ ہے۔

= لَا یَقْدِرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ نہیں قدرت رکھتے وہ۔ عَلٰی شَیْءٍ۔ کسی چیز پر۔ مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ اور مَا موصولہ سے۔ کَسَبُوْا۔ انہوں نے کمایا۔ یعنی اس سپاٹ پتھر پر جو بھی انہوں نے محنت کی تھی جو کہ سخت بارش کے آنے سے دُھل بہ کر صاف ہوگئی۔ اور اُن کی قسمت میں ان کی کمائی میں سے کچھ بھی نہ آیا۔

اسی طرح ریاکار پر مرور دہر اور موت کا مینہ برسے گا تو ان کے اعمال سخت پتھر کی طرح دھل جائیں گے اور آخرت میں ان کی کمائی میں سے ان کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

چونکہ اَلَّذِیْ سے جنس یا جمع مراد ہے گو لفظ مفرد ہے اس لئے معنوی لحاظ سے لَا یَقْدِرُوْنَ کی ضمیر جمع اَلَّذِیْ کی طرف راجع ہے۔

= اَلْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ۔ موصوف وصفت مل کر لَا یَھْدِیْ کا مفعول ہے۔ اور اللہ کافر قوم کو

ہدایت نہیں دیتا۔

۲: ۲۶۵ = اِبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ۔ مَرْضَاتِ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ ابْتِغَآءَ۔ مضاف۔ ابْتِغَآءَ منصوب بوجہ مفعول لہٗ یُنْفِقُوْنَ کا۔ جو اپنا مال خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اِبْتِغَآءٌ بروزن (اِفْتِعَالٌ) مصدر ہے بمعنی چاہنا۔ تلاش کرنا۔ مَرْضَاتٌ مصدر میمی و اسم مصدر۔ پسند کرنا۔ رضامند ہونا۔ پسندیدگی۔ خوشنودی۔ رضامندی۔ اسی سے ہے رَاضِیٌ۔ اسم فاعل رِضْوَانٌ خوب رضامندی۔

= وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔ واؤ عاطفہ ہے تَثْبِيْتًا بھی منصوب بوجہ مفعول لہٗ ہے ای ولتثبیت (ایمان و اعتقاد کے استحکام کے واسطے) تَثْبِيْتٌ (باب تفعیل) مصدر ہے بمعنی ثابت قدم کرنا۔ ثابت رکھنا۔ مستحکم کرنا۔ مضبوطی۔ تاکید۔ اپنے نفسوں کے (ایمان و اعتقاد میں) استحکام کے لئے ــ " اور اسلام کو مضبوط بنانے۔ اور اللہ کے وعدۂ جزاء کی تصدیق کرنے اور ثواب کی امید رکھنے کی غرض سے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں" (تفسیر مظہری)

" اپنے دلی اعتقاد سے خرچ کرتے ہیں" (تفسیر حقانی)

" اور اپنے نفس میں پختگی (پیدا کرنے کی غرض سے" (تفسیر ماجدی)

" اور خلوصِ نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں" ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری۔

= كَمَثَلِ جَنَّةٍ۔ ک تشبیہ کا ہے۔ مَثَلِ جَنَّةٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ (ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی خوشنودی اور اپنے نفس کی پختگی کے لئے خرچ کرتے ہیں) ایک (ایسے) باغ کی سی ہے۔

= بِرَبْوَةٍ۔ ب حرف جار بمعنی عَلٰی۔ رَبْوَةٍ۔ مجرور۔ اسم ہے اس کی جمع رُبًی و رُبِیٌّ بمعنی ٹیلہ بلندی۔ بلند جگہ۔ رَبَا۔ یَرْبُوْ۔ رِبَاءٌ (باب نصر) ٹیلہ پر چڑھنا۔ رَبَا فُلَانٌ۔ فلاں اونچی جگہ پر چلا گیا۔ یا چڑھ گیا۔ آیت ہذا میں اونچی جگہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔

رَبَا۔ یَرْبُوْ رَبْوٌ (باب نصر) بمعنی (گھوڑے کا) پھولنا۔ چونکہ پھولنے میں بلندی اور ابھرنے کے معنی متضمن ہیں اس لئے ایسی زمین جو اپنی زرخیزی کی وجہ سے یا کھاد وغیرہ سے پھولے اور ابھرے اسے بھی رَبْوَةٌ کہتے ہیں۔ ان معنی میں قرآن مجید میں ہے فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ (۲۲: ۵) پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے۔

بِرَبْوَةٍ صفت ہے جَنَّةٍ کی جملہ اَصَابَهَا وَابِلٌ بھی جَنَّةٍ کی صفت ہے۔

= فَاٰتَتْ۔ فَ سببیہ ہے اٰتَتْ ماضی واحد مؤنث غائب اِیْتَاءٌ (اِفعال) مصدر۔ وہ لائی اُکُلَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ھَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنَّۃٍ ہے اس باغ کا میوہ اس کا پھل۔ اَلْاُکُل۔ پھل۔ خوراک۔

= ضِعْفَيْنِ۔ دوچند۔ دوگنا۔ تو وہ دوگنا پھل لاتا ہے۔

= فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا۔ فَ عاطفہ اِنْ شرطیہ لَمْ يُصِبْ۔ مضارع نفی جحد بلَمْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ پھر اگر وہ نہ برسے اُس پر۔ جملہ شرطیہ ہے۔

فَطَلٌّ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ طَلٌّ۔ ہلکی بارش۔ پھوار۔ اوس۔ شبنم۔ اس کی جمع طِلَالٌ وَطِلَلٌ۔ ہے یہ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے۔ ای فطل یکفیھا۔ تو اس کے لئے پھوار ہی کافی ہے۔

= بَصِيْرٌ۔ فَعِيْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل ہے دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

فائدہ۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنا مال اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کا عمل اس باغ کی طرح ہے جو ایک اونچے ٹیلہ پر زرخیز زمین پر واقع ہو کہ اگر ذراسی بارش اس پر پڑے تو اس کو پھل دوگنا آئے اور اگر زور کی بارش نہ ہو اور صرف پھوار ہی پڑ جائے تو بھی کافی ہے باغ پھر بھی پھل لے آئے گا گو دوچند نہ سہی۔ یعنی ایسے لوگوں نے اگر اپنی خیرات کے ساتھ ثواب کو دوگنا کر دینے والے اعمال بھی کئے ہیں تو ثواب چند در چند حسب مشیت خداوندی ہو جاتا ہے۔ اور اگر بالفرض ایسے اعمال انہوں نے نہ بھی کئے ہوں تو بہرحال پھر بھی ان کو اپنے اصل عمل کا ثواب لازمی ملیگا وہ ہرگز رائیگاں نہیں جائے گا۔

۲: ۲۶۶ = اَيَوَدُّ۔ اَ ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ يَوَدُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَوَدَّۃٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر وہ پسند کرتا ہے وہ پسند کرے گا۔ وہ خواہش کرتا ہے۔ آرزو کرتا ہے۔

= اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ کہ ہو اس کے لئے ایک باغ۔

= مِنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ۔ کھجوروں اور انگوروں کا۔ صفت ہے جَنَّۃٌ کی۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ دوسری صفت جَنَّۃٍ کی۔ اور لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ تیسری صفت ہے جَنَّۃٌ کی۔ نَخِيْلٌ کھجوریں۔ کھجور کے درخت۔ اَعْنَابٌ۔ عِنَبٌ کی جمع بمعنی انگور تَجْرِيْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ جَرْيٌ وَجَرَيَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر وہ بہتی ہے وہ چلتی ہے۔ وہ جاری ہے مِنْ تَحْتِهَا۔ اس کے نیچے سے۔ تَحْتَ ضد ہے فَوْقٌ کی۔ اسم ظرف ہے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع جَنَّۃ ہے۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ اس (باغ)

کے نیچے یا اس باغ میں نہریں چلتی ہوں۔ چونکہ باغ میں چلنے والی نہریں باغ کے درختوں وغیرہ کے نیچے زمین پر ہوتی ہیں اس لئے درختوں کی مناسبت سے لفظ تحت استعمال ہوا ہے اس مقصد کے لئے لفظ خِلٰلُ بمعنی وسط۔ درمیان۔ بیچ بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا (۱۸:۳۳) اور دونوں کے بیچ میں ہم نے ایک نہر جاری کر رکھی ہے۔ یا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا (۱۷:۹۱) یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو۔

لَهٗ فِيْهَا۔ میں لَ بمعنی مِلک (مالک ہونے کے) ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَحَدُكُمْ ہے۔

وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ۔ حال ہے اَحَدُ سے اور وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ حال ہے اَصَابَهٗ کی ضمیر سے۔

اَلْكِبَرُ۔ مصدر و اسم مصدر (باب كَرُمَ) سے۔ بڑا ہونا۔ بوڑھا ہونا۔ بڑھاپا۔ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ۔ موصوف صفت۔ ننھے ننھے۔ ضعیف و ناتواں بچے۔

= فَاَصَابَهَا۔ میں فَ عاطفہ ہے اَصَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِصَابَةٌ (باب افعال) مصدر۔ اس نے آلیا۔ اس نے پالیا۔ وہ آپہنچا۔ وہ آپڑا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مونث غائب جس کا مرجع جَنَّةٌ ہے۔ اور اس (باغ) کو آلیا۔

= اِعْصَارٌ۔ تیز اور طوفانی ہوا۔ جو زمین سے بشکل عمودی اوپر کو جاتی۔ بگولہ۔ اس کی جمع اَعَاصِرُ وَاَعَاصِيْرُ ہے۔ عصر مادّہ ہے اس سے اَلْعَصْرُ (مصدر) کا معنی نچوڑنا ہے۔ اور اَلْمَعْصُوْرُ۔ وہ چیز جسے نچوڑا گیا ہو۔ اور اَلْعُصَارَةُ شیرہ جو نچوڑ کر نکال لیا جاتا ہے۔

نچوڑنے کے معنی میں قرآن مجید میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ۔ (۱۲:۴۹) اور لوگ اس میں رس نچوڑیں گے۔ اور اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا (۱۲:۳۶) میں اپنے آپ کو (خواب) میں دیکھتا ہوں کہ شراب (کے لئے) انگور نچوڑ رہا ہوں۔

اسی مادّہ سے اَلْعَصْرُ بمعنی زمانہ اور بمعنی اَلْعَشِيُّ بھی ہے یعنی زوالِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کا زمانہ اسی سے صَلٰوةُ الْعَصْرِ (نماز عصر) ہے۔

= فِيْهِ۔ ای فی اِعْصَارٍ۔ بگولہ میں۔

= فَاحْتَرَقَتْ۔ فَ عاطفہ سببیہ ہے۔ اِحْتَرَقَتْ۔ ماضی واحد مونث غائب۔ اِحْتِرَاقٌ اِفْتِعَالٌ سے مصدر۔ جس کے معنی جلنے کے ہیں۔ فعل لازم ہے۔ پس وہ جل گئی۔ ضمیر فاعل مونث جَنَّةٌ کے لئے ہے۔ یعنی اس آگ بگولے کے سبب باغ جل گیا۔

فائدہ - تفسیر حقانی میں اس تمثیل کی شرح یوں بیان کی گئی ہے:۔
یہ ایک اور مثال اس شخص کے لئے بیان کی گئی ہے جو خیرات و صدقہ خلوص نیت سے نہیں دیتا یا دے کر احسان جتلاتا اور سائل کو طعن اور عار کی باتوں سے ایذاء دیتا ہے۔ وہ یہ کہ کسی کے پاس ایک ایسا عمدہ باغ ہو کہ جس میں اکثر کھجور اور انگور ہوں اور اس میں نہریں بھی ہوں یعنی آب رواں اور علاوہ اس کے اس میں ہر قسم کا میوہ ہو اور مالک باغ کا بڈھا ہو اور اس باغ کی آمدنی کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہ رکھتا ہو۔ نہ دوسرے فنونِ معاش پر قادر ہو اور اس پر طرّہ یہ ہو کہ اس بیکسی کی حالت میں اس کے ضعیف ننھے ننھے بال بچے بھی ہوں کہ جن کا خرچ اور پرورش سب اسی کے ذمہ ہو۔ پھر اس حالت میں اس باغ پر کوئی آفتِ آسمانی ایسی پڑ جائے جو اس کو جلا کر نیست و نابود کر دے۔
پھر دیکھئے کہ اس شخص پر کس قدر صدمہ اور کیا بیکسی اور حیرت و حسرت طاری ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کا صدقہ و خیرات عالم غیب میں نہایت عمدہ باغ کی صورت میں کہ جس کے صفات مذکور ہوئے ظہور کرتا ہے اور عالمِ آخرت میں انسان بڈھے کی طرح حسنات اور اعمالِ صالحہ کے کرنے سے مجبور و معذور ہوتا ہے اور اس کو اپنی اس کمائی اور اپنی اعمال صالحہ کی طرف توقع کی نظر ہوتی ہے۔

اور اس کا احسان جتلانا اور ایذاء دینا اور خلوص نیت نہ ہونا بمنزلہ بگولے کے ہے کہ جس میں لُو اور آگ ہو کہ جو اس کے اُس تر و تازہ باغ کو خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ فرماتا ہے کہ آیا کوئی تم میں سے ایسا چاہتا ہے کہ ایسا باغ ایسی حالت میں تباہ ہو جائے۔ یعنی کوئی نہیں چاہتا۔ پھر تم کیوں اپنے اس تر و تازہ باغ کو تباہ کرتے ہو"

= كَذٰلِكَ - كَ تشبیہ کا ہے - ذٰلِكَ - اسم اشارہ واحد مذکر۔ تمثیل بالا مشارٌ الیہ ہے
= يُبَيِّنُ - مضارع واحد مذکر غائب تَبْيِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔
= اَنْفِقُوْا - فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم خرچ کرو۔
= طَيِّبٰتِ - طَيِّبَةٌ - کی جمع ہے مؤنث کا صیغہ ہے۔ اس کا مذکر طَيِّبٌ ہے جو طَابَ طِيْبٌ (باب ضَرَبَ) طِيْبٌ مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں پاک - پاکیزہ - ستھرا - حلال طَيِّبٰتِ ستھری چیزیں - نفیس اشیاء - پاکیزہ چیزیں - عمدہ چیزیں -
مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ - مِنْ حرف جار طَيِّبٰتِ مضاف مَا موصولہ كَسَبْتُمْ اس کا صلہ

موصول و صلہ مل کر مضاف الیہ۔ مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور۔
"وہ جو تم نے کمایا اس میں سے پاکیزہ عمدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔ مِنْ تبعیضیہ ہے
= وَمِمَّا...... الخ واؤ عاطفہ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصولہ سے۔ اور نیز وہ چیزیں خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے اگائی ہیں۔
= وَلَا تَيَمَّمُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تَيَمُّمٌ (تفعّل) مصدر جس کے معنی لغت میں مطلق قصد کرنے کے ہیں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی یا اس چیز کا جو پاک مٹی کے قائم مقام ہو (جیسے پتھر چونہ وغیرہ) قصد کرنا۔ اور طہارت کی نیت سے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے۔ آیت ہذا میں اول الذکر معنیٰ مراد ہیں۔
دوسرے معانی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ۔ (۴: ۴۳) ..... یا تم عورتوں سے ہمبستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے۔ تو پاک مٹی لو اور منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلو ....
= اَلْخَبِيْثَ = خُبْثٌ اور خَبَاثَةٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبّہ کا صیغہ ہے۔
= مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ۔ اصل میں تُنْفِقُوْنَ مِنْهُ ہے۔ تقدیم تخصیص کے لئے ہے یہ جملہ تُنْفِقُوْنَ مِنْهُ حال ہے الْخَبِيْثَ سے۔ مِنْهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَا كَسَبْتُمْ کی طرف راجع ہے۔ اور اپنی کمائی سے خرچ کرتے ہوئے خبیث چیز کا ارادہ مت کرو۔
اَلْخَبِيْثَ۔ بمعنی خبیث۔ گندی چیز۔ ناپاک۔ پلید۔ ہر وہ شے جو ردی اور خسیس ہونے کے سبب بری معلوم ہو خبیث کہلاتی ہے۔ منصوب بوجہ مفعول ہے
= وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ۔ جملہ حال ہے فاعل تُنْفِقُوْنَ سے۔
لَسْتُمْ لَيْسَ سے جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ تم نہیں ہو۔ لَيْسَ فعل ناقص ہے ماضی کے معنی رکھتا ہے۔ ماضی کی پوری گردان بھی آتی ہے۔ لیکن مضارع۔ امر۔ اسم فاعل اسم مفعول اس سے مشتق نہیں ہوتے۔ اصل میں لَيِسَ تھا تخفیفاً لَيْسَ کردیا گیا۔
اٰخِذِيْهِ۔ اس کے لینے والے۔ اس میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الْخَبِيْثَ کی طرف راجع ہے
اٰخِذِیْ اصل میں اٰخِذِيْنَ تھا۔ نون بوجہ اضافت گر گیا۔
اٰخِذِیْ مضاف اور ہٖ مضاف الیہ۔ اٰخِذٌ بمعنی لینے والا۔ پکڑنے والا۔ یہاں اول الذکر معنیٰ مراد ہیں۔
اَنْ مصدریہ ہے تُغْمِضُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِغْمَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر

جس کے معنی ایک پلک کے دوسری پلک پر رکھنے کے ہیں اور بطور استعارہ تغافل۔ تساہل اور چشم پوشی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ تُغْمِضُوْا۔ تم چشم پوشی کرو۔ تم آنکھیں بند کرو۔ تم غفلت کرو۔ ترجمہ ہوگا: حالانکہ (اگر تم کو کوئی ایسی ردّی چیز دے تو) تم اسے نہ لو بجز اس کے کہ اس میں تم چشم پوشی کر لو۔ (یعنی دینے والے کا دل رکھنے کے لئے ناگواری کی صورت میں بھی اسے لے لو)

= غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔ غَنِیٌّ۔ غِنَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بے نیاز۔ بے پرواہ غیر محتاج۔ حَمِیْدٌ۔ حَمْدٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مذکر۔ حمد کیا ہوا۔ تعریف کیا ہوا۔ ستودہ صفت کیا ہوا۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔

۲: ۲۶۸ = یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔ یَعِدُ فعل کُمْ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اَلْفَقْرَ مفعول ثانی۔ یَعِدُ مضارع واحد مذکر غائب وَعْدٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی ڈرانا۔ وہ تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے وہ تم کو تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے۔

اَلْفَقْرَ۔ اسم فعل اور مصدر۔ تنگ دستی۔ ناداری۔ مفلسی۔ محتاجی۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ فقر کا استعمال چار طور پر ہوا ہے۔

(۱) زندگی کی بنیادی ضروریات کا نہ پایا جانا۔ اسی اعتبار سے انسان کیا کائنات کی ہر شے فقیر (محتاج) ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں فرمایا ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَی اللّٰہِ (۳۵: ۱۵) لوگو تم سب خدا کے محتاج ہو۔

(۲) ضروریات زندگی کا کما حقہ پورا نہ ہونا۔ مثلاً لِلْفُقَرَاءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا ۔۔۔۔۔ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲: ۲۷۳) تو ان حاجتمندوں کے لئے جو خدا کی راہ میں رکے بیٹھے ہیں

(۳) فقر نفس۔ یعنی مال کی ہوس۔ کتنا ہی مال ہو مگر نفس حریص رہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ:۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا (کچھ تعجب نہیں کہ فقر کفر تک پہنچا دے)

(۴) اللہ کی طرف احتیاج۔ ایسا فقر ہر آدمی ہر جانور بلکہ کائنات کی ہر چیز میں ہے سب اللہ کے محتاج ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (۲۸: ۲۴) اے میرے پروردگار میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے۔

= اَلْفَحْشَاءِ۔ اسم تفضیل واحد مؤنث اس سے واحد مذکر اَفْحَشُ آئے گا اور جمع فُحْشٌ۔ فُحْشٌ مادّہ بھی ہے۔ بمعنی بُرا کام۔ وہ قول و عمل جس کی برائی کھلی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا بُرا لگے۔ بے حیائی امر قبیح۔ بمعنی زنا بھی آیا ہے۔

= وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ۔ اوپر آیا ہے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔ شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے

یہاں ارشاد ہے وَ اللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً۔ اور اللہ تم سے مغفرت کا وعدہ کرتا ہے۔ وَعَدَ یَعِدُ بمعنی ڈرانا اور وعدہ کرنا ہر دو معنی میں مستعمل ہے۔

= فَضْلًا۔ اسم فعل (حالت نصب بوجہ مفعول) فضل کے معنی ہیں مہربانی۔ برتری۔ بڑھوتری۔ مال۔ قوت۔ حسن۔ رتبہ۔ عزت۔ حکومت۔ عقل۔ علم۔ حلم وغیرہ میں زیادتی

= وَاسِعٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ سَعَۃٌ مصدر باب سَمِعَ۔ وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

= عَلِیْمٌ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲: ۲۶۹ = یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِیْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ دیتا ہے۔ اَلْحِکْمَۃَ۔ عقل مندی۔ علم۔ تدبر۔ عقل۔ دانش۔ سمجھ۔ علم و عقل کے ذریعے حق بات دریافت کر لینے کا نام حکمت ہے۔ جب حکمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے اشیاء کی معرفت اور ان کا بہترین طریقہ پر ایجاد کرنا مراد ہے۔ اور جب بندہ کی طرف نسبت کی جائے تو اس سے موجودات کی معرفت اور نیک کاموں کا انجام دینا مقصود ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کو حکیم اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ اس میں حکمت کی باتیں ہیں۔

اَلْحِکْمَۃَ۔ مفعول ہے یُؤْتِیْ کا اور مَنْ یَّشَآءُ جملہ مفعول ثانی ہے سارا جملہ یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ صفت ہے عَلِیْمٌ کی

= یُؤْتَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب جو دیا جاتا ہے یعنی جس کو دیا جاتا ہے۔ اور اُوْتِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اسے دیا گیا۔ اسے ملا۔

= خَیْرًا کَثِیْرًا موصوف وصفت۔ خیر کثیر۔ بہت بڑی بھلائی۔ تنوین عظمتِ خیر کو ظاہر کر رہی ہے۔ یعنی بہت ہی بڑی نعمت۔ جو چیز سب کو پسند ہو وہ خیر ہے اس کی ضد شرّ ہے

= وَمَا یَذَّکَّرُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر یَذَّکَّرُ۔ اصل میں یَتَذَکَّرُ تھا تَ کو ذَ میں مدغم کیا گیا ہے۔ وہ نصیحت حاصل نہیں کرتا ہے۔

= اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ اُولُوْا۔ والے۔ (ال و۔ حروف مادّہ) جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بعض ذُوْ کو اس کا واحد بتاتے ہیں۔ بحالتِ رفع اُولُوا ہے اور بحالت نصب و جر اُولِیْ ہوگا۔ اولوا العزم۔ صاحب عزم۔ اُولِی الْقُوَّۃِ اصحابِ قوت۔ اَلْبَابِ۔ لُبٌّ کی جمع ہے۔ جس کے معنیٰ اس عقل کے ہیں جو ہر آمیزش سے خالص ہو۔ اور عقل کو لُبّ اس لئے

کہتے ہیں کہ وہ انسان کے معنوی قویٰ کا خلاصہ ہوتی ہے جیسا کہ کسی چیز کے خالص حصے کو اس کا لبّ اور لباب کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک لبّ کے معنی پاکیزہ اور ستھری عقل کے ہیں چنانچہ ہر لبّ کو عقل کہہ سکتے ہیں لیکن ہر عقل لبّ نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام احکام کو جن کا ادراک عقول زکیہ ہی کر سکتے ہیں اُولُوا الْاَلْبَابِ کے ساتھ مختص کیا ہے۔ مثلاً آیت ہذا مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ .... اُولُوا الْاَلْبَابِ ط۔ جس کو دانائی دی گئی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل پاکیزہ رکھتے ہیں۔

۲ : ۲۷۰ = وَمَآ اَنْفَقْتُمْ .... مِنْ نَّذْرٍ جملہ شرطیہ ہے فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُہٗ جواب شرط

= مَآ اَنْفَقْتُمْ میں مَا موصولہ ہے اَنْفَقْتُمْ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ انفاق (افعال) مصدر۔ جو کچھ تم نے خرچ کیا۔ نَفَقَۃٍ اسم مجرور۔ خرچ۔ یعنی صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ۔

= نَذَرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ نَذْرٌ (باب ضَرَبَ) تم نے منت مانی۔ اَلنَّذْرُ کے معنی کسی حادثہ کی وجہ سے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینے کے ہیں (راغب)

نذر کسی ایسی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لینے کو کہتے ہیں کہ اگر وہ عبادت یہ خود اپنے اوپر واجب نہ کرے تو وہ عبادت اس پر لازم نہیں ہوتی۔ (قرطبی)

مطلب یہ کہ تم خدا کی راہ میں جس طرح کا خرچ کرو یا نذر مانو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اُسے جانتا ہے

اِنْذَارٌ وَنَذْرٌ وَنُذُرٌ۔ بمعنیٰ چوکنا کرنا۔ خبردار کرنا۔ ڈرانا۔ نَذِیْرٌ جمع نُذُرٌ ڈرانے والا۔ خبردار کرنے والا۔ قرآن مجید میں ہر جگہ نَذِیْرٌ (ڈرانیوالا) سے مراد نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا ہے۔

= اَنْصَارٌ جمع نَاصِرٌ وَنَصِیْرٌ کی۔ مددگار۔ قرآن مجید میں جہاں مہاجرین و انصار کا ذکر آیا ہے وہاں انصار سے مراد انصار مدینہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے بدولت اس لقب سے سرفراز کئے گئے۔

۲ : ۲۷۱ = اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ فَنِعِمَّا ھِیَ جواب شرط۔ اِنْ شرطیہ تُبْدُوْا مضارع مجزوم۔ جمع مذکر حاضر۔ اِبْدَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر (اگر) تم ظاہر کرو۔ اَلصَّدَقٰتِ صَدَقَۃٌ کی جمع۔ خیراتیں۔ زکوتیں۔ فَنِعِمَّا میں ف جواب شرط کے لئے ہے نِعِمَّا ھِیَ وہ کیا ہی اچھا ہے۔ اصل میں نِعْمَ مَا ھِیَ تھا۔ دونوں میموں میں ادغام ہو گیا اور عین پر جوارِ نون کی وجہ سے کسرہ آگیا۔ ھِیَ ضمیر واحد مؤنث مراد اظہار الصدقہ ہے۔

= وَاِنْ تُخْفُوْھَا۔ جملہ شرطیہ۔ اِنْ شرطیہ۔ تُخْفُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِخْفَاءٌ۔

مثلاً فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ (۳۷: ۲۳) پھر ان کو جہنم کے راستہ پر چلادو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کفار کے لئے عذاب کی بشارت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۸۴: ۲۴) تو (اے پیغمبر) انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:۔

"انسان کو اللہ تعالیٰ نے چار طرف سے ہدایت کی ہے۔

(۱) وہ ہدایت جو عقل و فطانت اور معارف ضروریہ کے عطا کرنے سے کی ہے۔ اور اس معنی میں ہدایت اپنی جنس کے لحاظ سے جمیع مکلفین کو شامل ہے بلکہ ہر جاندار چیز کو حسب ضرورت اس سے حصہ ملا ہے چنانچہ ارشاد ہے رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (۲۰: ۵۰) ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر مخلوق کو اس کی (خاص طرح کی) بناوٹ عطا فرمائی پھر (ان کی خاص اغراض پورا کرنے کی) راہ دکھائی۔

(۲) دوسری قسم ہدایت کی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر تمام انسانوں کو راہ نجات کی طرف دعوت دی ہے۔ چنانچہ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا .... (۲۱: ۷۳) اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت کرتے تھے (ہدایت کے یہی معنی مراد ہیں۔

(۳) سوم ہدایت بمعنی توفیق خاص آیا ہے جو ہدایت یافتہ لوگوں کو عطا کی جاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (۴۷: ۱۷) اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں (قرآن سننے سے) خدا ان کو زیادہ ہدایت دیتا ہے۔ ....

(۴) ہدایت سے آخرت میں جنت کی طرف راہنمائی کرنا مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا (۷: ۴۳) اور جو کینے ان کے (اصحاب الجنۃ کے) سینوں میں ہوں گے ہم سب نکال دیں گے۔ ان کے (محلوں کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو یہاں کا راستہ دکھایا......

جن آیات میں ہدایت کی نسبت پیغمبر یا کتاب یا دوسرے انسانوں کی طرف کی گئی ہے وہاں صرف راہ حق کی طرف راہنمائی کرنا مراد ہے۔"

وَمَا تُنْفِقُوْا۔ واؤ عاطفہ ہے ما شرطیہ جازمہ ہے۔ تُنْفِقُوْا مضارع مجزوم (بوجہ عمل مَا) جمع مذکر حاضر۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ خَيْرٍ ای مَالٍ۔ جملہ شرطیہ ہے اور جو مال بھی تم خیرات کرو گے!

فَلِاَنْفُسِكُمْ ۔ جوابِ شرط ف جوابِ شرط کے لئے ہے ۔ تو وہ خود اپنے ہی لئے کرو گے یعنی اس کا نفع لوٹ کر تم کو ہی ملیگا۔

= وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ واؤ حالیہ ہے اور تُنْفِقُوْا کی ضمیر فاعلی ذوالحال ہے مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم خیرات کرو جس کی غرض سوائے حصول خوشنودیٔ رب کے اور کچھ نہ ہو تو وہ تمہارے ہی لئے مُفید ہے ۔ علامہ پانی پتی اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں :۔

مطلب یہ ہے کہ ۔ اے مسلمانو! تمہاری خیر خیرات تو صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے پھر کیا وجہ کہ اپنی خیرات کا احسان فقیر پر رکھتے ہو یا ناپاک مال دیتے ہو۔ تو یا یہ جملہ خبریہ ہے جس میں مسلمانوں کے حال کے تقاضے کو بیان کیا ہے یا مَا تُنْفِقُوْنَ لفظاً جملہ منفی ہے اور معنی کے لحاظ سے نہی ہے ۔ مراد یہ کہ تمہاری خیرات کا مقصود خوشنودیٔ رب کی طلب ہونا چاہیئے ۔ سوائے خدا کی رضا کی طلب کے اور کسی غرض کے لئے خیرات نہ دو۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ سوائے رضائے خداوندی کی طلب کے اور کسی غرض کے لئے خیرات کرنی ممنوع ہے ۔ ورنہ مفت میں مال کی بربادی ہوگی (تفسیر مظہری)

مَا موصولہ ہے تُنْفِقُوْنَ جمع مذکر حاضر ۔ تم خیرات کرو گے ۔ اِبْتِغَآءَ ۔ چاہنا ۔ تلاش کرنا ۔ بروزن افتعال مصدر ہے ۔ اِبْتِغَآءَ سخت کوشش کے لئے مخصوص ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمُود ہے ورنہ مذموم مذموم کی مثال ہے ۔ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ ۔ وَ اَبْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ (۳ : ۷) تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ سب متشابہات کا اتباع کرتے ہیں (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے ۔

وَجْهِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ ۔ اللہ کی خوشنودی ۔ اللہ کی رضا ۔ ثواب ۔

= وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ ۔ واؤ عاطفہ ہے پہلا جملہ شرطیہ دوسرا جواب شرط ہے ۔

يُوَفَّ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب تَوْفِيَةٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر ۔ اس کو پورا پورا دیا جائے گا۔

فَائِدَہ ۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں :۔ مذکورہ بالا تینوں جملوں کے درمیان حرفِ عطف ذکر کیا گیا ہے حالانکہ بظاہر یہ جملہ شرطیہ سابق جملہ شرطیہ کی تاکید ہے اس لئے حرف عطف نہ ہونا چاہیئے ۔ حرف عطف کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ آخری جملہ سے پہلے جملہ کی صرف تاکید ہی مقصود نہیں بلکہ منتِ الٰہی اور ایذار رسانی کی بُرائی کو الگ الگ دلائل سے مدلل کرنا مقصود ہے ۔ پہلے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جس چیز کے دینے میں خود تمہارا فائدہ ہے اس کے دینے کا فقیر پر احسان رکھنا درست نہیں ۔

دوسرے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جس چیز کو دینے سے تمہارے پیش نظر صرف اللہ کی خوشنودی کا حصول ہے اس کا فقیر پر احسان رکھنا تو گویا ایسے شخص سے عوض کا طلب کرنا ہے جس سے عوض طلب کرنے کے لئے